

نوائے غزوہ ہند

جنوری ۲۰۲۳ء

جمادی الثانی ۱۴۴۴ھ

بانی مدیر: حافظ طیب نواز شہید ؒ

[قرآن کی فریاد]

یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے.....

قانون پہ راضی غیروں کے

یوں بھی مجھے رُسا کرتے ہیں

ایسے بھی ستایا جاتا ہوں!

مرتدین عرب کے نام خليفة الرسول ابو بكر الصديق رضى الله عنه كافر مان

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خلیفہ رسول اللہ، ابو بکر کی طرف سے خاص و عام کے نام، خواہ وہ اسلام پر قائم ہوں، خواہ مرتد ہو گئے ہوں، سلامتی ہوں اُن پر جو راہِ راست (اسلام) پر قائم ہیں اور گمراہی کی طرف مائل نہیں ہوئے۔ گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا جو یکتا اور بے شریک ہے کوئی عبادت کے لائق نہیں، گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں، اور جو تعلیم وہ لائے ہیں اس کی حقانیت کا معترف ہوں اور جو لوگ اس تعلیم کو نہیں مانتے ان کو کافر قرار دیتا ہوں، اور ان سے برسرِ پیکار ہوں.....

.....تم میں سے جو لوگ اسلام لا کر اس کے مطابق عمل کر کے اسلام سے منحرف ہوئے ہیں ان کی خبر مجھے ملی، یہ انحراف اس لیے ہے کہ وہ خدا کی طرف سے دھوکے میں ہیں اور اس کی سزا و قوت کا ان کو صحیح سے اندازہ نہیں ہے، اس کے علاوہ شیطان نے بھی ان کو بہکا دیا ہے.....

.....میں فلاں کو مہاجرین، انصار اور تابعین کی ایک فوج کے ساتھ تمہارے پاس بھیج رہا ہوں، اس کو میرا حکم ہے کہ کسی سے اس وقت تک نہ لڑے، نہ کسی کو اس وقت تک قتل کرے جب تک اس کو ”کلمہ شہادت“ پڑھنے کی دعوت نہ دے دے، جو شخص اس دعوت کو مان لے، اس کا معترف ہو اور ارتکابِ گناہ سے باز آئے اور نیک عمل ہو جائے، اُس کا اسلام قبول کر لے اور اُس کو اسلام و عملِ صالح پر قائم رہنے میں مدد دے، لیکن جو لوگ ”کلمہ شہادت“ پڑھنے سے انکار کریں اُن کے لیے سالارِ اعلیٰ کو میرا حکم ہے کہ ان سے جنگ کرے اور ان میں سے جن جن پر اس کا قابو چل جائے اُن کے ساتھ مطلق نرمی نہ برتے..... اور ہر ممکن طریقے سے قتل کر دے، ان کی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو غلام بنا لے اور کسی سے ”کلمہ شہادت“ اور رجوع الی الاسلام کے سوا کوئی بات قبول نہ کرے، جو اسلام لائے گا اس کے اسلام سے خود اسی کا بھلا ہوگا اور جو اسلام نہیں لائے گا وہ خدا کا ہرگز کچھ نہیں بگاڑے گا۔“



غزوة ہند

جلد نمبر: ۱۶، شمارہ نمبر: ۱

جنوری ۲۰۲۳ء

جمادی الثانی ۱۴۴۴ھ

بِسْمِ اللّٰهِ... مسلسل اشاعت کا سولہواں سال!



تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (email) پر رابطہ کیجیے: editor@nghmag.com

www.nawaighazwaehind.co

[www.nawai.io/Twitter](https://twitter.com/nawai.io)

www.nawai.io/Channel

www.nawai.io/Bot

www.nawai.io/ChirpWire



”اعمال میں سب سے افضل، اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان لانا ہے، پھر جہاد، پھر گناہوں سے مبرا رہنا، اور بقیہ تمام اعمال کی باہمی فضیلت یوں ہے جس طرح طلوع شمس سے غروب شمس تک سارے دن کی ایک سی حیثیت ہے۔“

[مسند امام احمد (بحوالہ کنز العمال)]

اس شمارے میں

اداریہ	5	یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے.....
تذکیہ و احسان	8	فضائل نماز
قیامت کی نشانیوں [الآخرۃ]	12	قیامت کی علامات صغریٰ
حلقہ مجاہد	20	امیر المؤمنین کی ہدایات
مجاہد جہاد کیوں چھوڑ جاتا ہے؟	22	نشریات
کیا سائنس کا زلزلہ القاعدہ میں شمولیت اختیار کر لی؟	25	سقوط ڈھاکہ
سقوط ڈھاکہ کا ذمہ دار کون؟ (دوسرا حصہ)	33	فکر و منہج
برصغیر کے حکمرانوں کے خلاف لڑنا کیوں واجب ہے؟	41	نظریہ جہاد اور فتح و شکست کے پیمانے
ردّۃ ولا آبا بکر لھا!	55	افکار شاعر اسلام
کلی ایک شوریدہ خواب گاہ نبی پرورد کے کہہ رہا تھا	62	عالمی منظر نامہ
خیالات کا ماہنامہ	72	خیر ی علیکم المقدس شہید
قادمون یا اقصیٰ!	73	نوائے امارت اسلامیہ..... احکم لہو الملک اللہ!
میں کا بل بٹتے دیکھ رہا ہوں!	75	[حقوق و تعلیم نسواں]
پاکستان کا مقدر..... شریعت اسلامی کا نفاذ!	76 وقت کرتا ہے پرورش برسوں
	89	

اس کے علاوہ دیگر مستقل سلسلے.....

اعلانات اڈا:

● مجلہ ”نوائے غزوہ ہند“ میں شائع ہونے والے مستعار مضامین (بشمول سوشل میڈیا پوسٹس، سٹیٹس، ٹویٹس) مجلے کی ادارتی پالیسی کے مطابق شائع کیے جاتے ہیں اور ان مضامین وغیرہ میں موجود تمام خیالات اور ان کے مصنفین کے تمام افکار و آراء سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

’غزوہ ہند‘ تمام اہل ایمان کا قضیہ ہے اور اس ’غزوے‘ کی حمایت و نصرت تمام اہل ایمان بالخصوص برصغیر میں بسنے والے ایمان کا فریضہ ہے۔ ’غزوہ ہند‘ کی دعوت کو پھیلانے اور مضبوط کرنے کی ایک کوشش کا نام ’نوائے غزوہ ہند‘ ہے۔

نوائے غزوہ ہند:

♦ اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا موقف مخلصین اور مجتہدین مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔

♦ برصغیر، افغانستان اور ساری دنیا کے جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورت حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔

♦ امریکہ، بھارت، اسرائیل اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے..... اسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے!

editor@ngmag.com



یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے، قانون پہ راضی غیروں کے

سویڈن

میں کلام اللہ، مُنزَل علی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، قرآن عظیم الشان کی توہین کے واقعے نے اہل ایمان کے دل تو چھلنی کیے ہی، ساتھ ہی اہل کفر خاص کر صلیبی صہیونی کافروں کے خبث باطن کو بھی ظاہر کیا اور اہل نفاق کی منافقت بھی عیاں کر دی۔ ہنگ و توہین بڑی چیزوں ہی کی، کی جاتی ہے۔ جب کَالاً نَعَاهُ بَلْ هُمْ أَصْلُ سَبِيلًا¹، کوتاہ و پست لوگ ایمان کے نور کے سامنے شکستہ ہو جاتے ہیں تو وہ اپنے بغض و عناد اور غضب بسبب کفر میں اللہ وحدہ لا شریک، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، کلام اللہ اور شعارِ دین اللہ کی توہین کرتے ہیں۔ یوں وہ اپنے کفر میں مزید پکے ہو جاتے ہیں۔ فرعون دہر، طاغوت اکبر امریکہ قرآن عظیم الشان کی توہین کے واقعے کو 'lawful' قرار دیتا ہے، پس اس طاغوت کے سبھی پیروکار، امریکہ کی اقتدار کرتے ہیں۔ امریکی ڈپارٹمنٹ آف سٹیٹ کا ترجمان 'نیٹ پرس' اس واقعے کو جمہوریت و آزادی اظہار کا 'اظہار' کہتا ہے۔ کیسی منافقت پر مبنی ہے یہ 'آزادی اظہار'؟ امریکی آئین و قانون اور نام نہاد 'اقدار' (values) کی گستاخی ناجائز، برطانوی امپیریل ازم پر انگلی اٹھانا ناجائز، قابض و جارح اسرائیل کے خلاف بولنا 'اینٹی سی ٹیزم' کے عنوان تلے ناجائز! لیکن قرآن کی توہین ناجائز؟!

در اصل عالمی کفری نظام کا ایک نقاطی مشن و ایجنڈا ہے، مخالفتِ اسلام! اسلام کے بالمقابل ہر کتاب، ہر نظریہ، ہر عقیدہ، ہر دین، ہر نظام اور ہر ازم مقبول ہے اور اسلام کے مقابل ان سارے نظاموں کے ڈھیلے ڈھالے اکٹھ کا نام جدید عالمی نظام ہے۔ اس نظام کا رنگ روپ امریکہ میں ذرا معتدل سیکولر ازم ہے تو فرانس میں شدت پسند سیکولر ازم، ہندوستان میں یہی نظام ہندو توائے پر چار کوں کا حامی ہے تو پاکستان میں یہی نظام 'اسلامی جمہوریہ' کے عنوان تلے کام کرتا ہے۔ پھر یہ نظام امریکہ میں ٹیری جوز کا سہولت کار و محافظ بھی ہے، برطانیہ ٹم امریکہ میں سلمان رشدی کا، سویڈن و امریکہ میں تسلیمِ نسرین کا، پاکستان و کینیڈا و فرانس میں سلمان تاثیر، رمشا مسیح، آسیہ مسیح کا، بھارت میں پنور شرما کا اور حال ہی میں سویڈن و ڈنمارک میں راسموس پلودان کا اور امریکہ تو اس سب کو lawful جانتا ہی ہے۔

بلاشبہ ہم اہل ایمان کا یہ شرف و اعجاز ہے کہ خاتمِ بدہن اہل کفر گستاخ چاہے جتنے بھی نسخہ ہائے قرآن نذرِ آتش کر دیں، ہم اور ہماری اولادیں اس قرآن کی حفاظت اس کو اپنے سینوں میں محفوظ کر کے کرتی ہیں، لیکن یہ نکتہ اہل ایمان کو بہر حال یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ کی شریعت اس طرح کی گستاخیوں کا علاج کیا بتاتی ہے؟ حفظِ قرآن، قرآن کے نسخوں کو مزید چھاپ کر ان کی تقسیم اور حضور (علیہ آلف صلاۃ و سلام) کی سیرت کا فروغ، اس مسئلے کا حل محض نہیں۔ اگر ان گستاخیوں کا علاج فروغِ معلوماتِ اسلام و فروغِ علم ہوتا تو دنیا میں (مسلمانوں کے بعد) سب سے زیادہ علم رکھنے والے یہودیوں میں سے ان کے سردار کعب بن اشرف اور ابو رافع (اور دیگر گستاخوں) کا قتل نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہہ کر نہ کرواتے کہ 'مَن لِي بِهَذَا الْخَبِيثِ؟'² اور 'مَن لَكَعْبُ بْنُ الْأَشْرَفِ، فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ'³ جو صحابہؓ ان گستاخوں کے سر کاٹ کر لائے تو آپؐ نے ان کو فرمایا 'أَفْلَحَتِ الْوَجُوهُ'، 'یہ چہرے کامیاب رہیں!'۔ ایسے گستاخوں اور ان گستاخوں کے سہولت کاروں کے لیے اہل ایمان کے پاس محمد بن مسلمہ و عبد اللہ

¹ "ان کی مثال تو بس چار پاؤں کے جانوروں کی سی ہے، بلکہ یہ ان سے زیادہ راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔" (سورۃ الفرقان: ۴۴)

² طبقات ابن سعد

³ صحیح بخاری

بن عتیق کی تلوار ہے، سوڈن کے تیور عبدالوہاب کی بارودی جیکٹ، عامر چیمہ کا چاقو اور ممتاز قادری و کواشی برادران کی کلاشن کوف! ناسور درد کش دواؤں سے نہیں عمل جراحی سے ہی شفا پاتے ہیں!

جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن عظیم الشان کے دفاع میں گستاخوں کی گردنیں مارنا فرض ہے وہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور اس قرآن عظیم الشان کے لائے پیغام و نظام کا دنیا میں نافذ کرنا بھی فریضہ مہمہ ہے۔ پھر اسی فریضے کی ادائیگی کی صورت میں نظام اسلام گستاخوں کی زبانوں اور ہاتھوں کو دراصل لگام ڈالنے کا مستقل ذریعہ ہے۔

یہی قرآن عظیم الشان جو طاقوں میں سجایا جاتا ہے، آنکھوں سے لگایا جاتا ہے، تعویذ بنایا جاتا ہے، دھو دھوکے پلایا جاتا ہے، جو حریر و ریشم کے جزدانوں میں پھیلا جاتا ہے، جس پر میٹھے عطر چھڑکے جاتے ہیں، جس پر ہاتھ رکھ کر قسمیں اور حلف اٹھائے جاتے ہیں، وہ قرآن جو بارانوں اور رخصتیوں میں سائے کا ذریعہ بنایا جاتا ہے، اس کا اصل حق یہ ہے کہ اسے دستور حیات بنایا جائے، آئین مملکت اور دستور حکومت بنایا جائے۔ مقننہ قانون و ضابطے اس قرآن کے مطابق بنائے۔ عدلیہ کے سامنے کالی انگریزی کتاہیں، انگریزی ایکٹ اور انگریزی پریسیڈنٹس نہ ہوں بلکہ یہ قرآن ہو، تفسیر حیات قرآن یعنی سنن و حکم رسول اللہ (علیہ صلاۃ اللہ و سلام) اور کتاب و سنت سے اخذ کردہ فقہ کے اصول و قاعدے اور ضابطے و عبارتیں ہوں۔ لیکن متاسفانہ! پاکستان کا دستور جو کہنے کو ایک اسلامی دستور ہے، قرآن و سنت سے اخذ کردہ نہیں۔ آج سے پچاس برس قبل، اہل اسلام کو رام کرنے کے لیے اس وقت کی سول۔ ملٹری اسٹیبلشمنٹ نے ملی بھگت سے کالے انگریزی قوانین کے کچھ ناک کان مروڑ کر اور ’مقدمہ‘ کے طور پر قرارداد مقاصد کو آئین کا حصہ بنا دیا۔ یہ بھی کیسی افسوس ناک بات ہے کہ پچھتر برس ہو چلے اور اس آئین کو بھی بنے پچاس سال بیت گئے، پھر اس آئین کی جڑ سے پھوٹنے والے ہزاروں چھوٹے اور دسیوں بڑے بڑے غیر اسلامی اقدامات ظاہر ہوتے رہے، لیکن ہم اس آئین کو اسلامی اسلامی ہی کہنے کی مالا جھپتے رہے۔ یہ کیسا مدینہ ثانی ہے جس پر مدینہ اول کا نہ کوئی حکم لاگو ہوتا ہے اور نہ جس میں کوئی مظاہر ہی مدینہ اول جیسے ہیں؟ مدینہ اول کے قانون میں تو دشمن کافروں کا اتحادی بن جانے پر قتل کی سزاسات آسمانوں کے اوپر سے نافذ ہوتی تھی اور سعد بن معاذ کے فیصلے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی تائید کے ساتھ نافذ کرواتے تھے، لیکن مدینہ ثانی کا دستور، مدینہ ثانی کے سربراہ کو ’crusade‘، صلیبی جنگ کا اکیسویں صدی میں آغاز کرنے والے بش کا فرنٹ لائن اتحادی بنا دیتا ہے، پھر یہ فرنٹ لائن اتحادی امریکی صلیبی فوجیوں کے آگے آگے (فرنٹ لائن میں) قتل ہوتے ہیں لیکن یاللعجب! ’شہید‘ قرار پاتے ہیں۔ یہ کیسا اسلامی دستور ہے جس میں لکھا ہے کہ ’یہاں کوئی قانون قرآن و سنت کے مخالف نہیں بنایا جاسکتا‘ لیکن اسی دستور کے تحت ’دستور ساز اسمبلی‘ زنا بالرضا کو جائز قرار دے دیتی ہے اور حدود اللہ سے کھلوڑا کرتی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ سود اللہ اور اس کے رسول کے خلاف اعلان جنگ ہے، لیکن مدینہ ثانی کی اول و آخر معیشت ہی سودی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کا اختتام اپنے گھر سے شروع کر کے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے سودی لین دین کو ختم کر کے کیا، لیکن مدینہ ثانی کو عجیب استثنیٰ حاصل ہے۔ ابھی ٹرانس جینڈرائٹ کے نام پر جس بے ہودگی، بے غیرتی اور فحاشی کی راہ ہموار ہوئی وہ بھی اسی ’اسلامی‘ دستور اور قرارداد مقاصد کے ساتھ ہوئی۔ قرآن عظیم الشان ایسے گھناؤنے افعال پر نوحہ کتناں ہے:

یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے، قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رُسا کرتے ہیں، ایسے بھی ستایا جاتا ہوں

برحق بات تو یہ ہے کہ اسلام کسی ’جدید ریاست‘ (modern state) کے تصور کو نہیں مانتا۔ لیکن بحث کے لیے اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ ’ریاست‘ ایک شخصیت ہوتی ہے، جس کے کچھ حقوق اور واجبات ہیں اور پاکستان کی ریاست ایمان لاپچی ہے، اس کی قرارداد مقاصد اور اس ریاست کا

یہ اقرار کہ یہاں کوئی قانون قرآن و سنت کے مخالف نہیں بنایا جاسکتا، اس ریاست کا کلمہ شہادت ہے۔ جیسے کوئی انسان مسلمان ہوتا ہے اور ذنوبِ صغیرہ و کبیرہ کے سبب وہ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدے کے مطابق کافر نہیں ہوتا اسی طرح یہ ریاست بھی کبیرہ صغیرہ گناہوں کے سبب کافر نہیں قرار دی جاسکتی۔ لیکن اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ اس مردِ مسلمان کے لیے کچھ نواقض اسلام بھی تو بیان کرتا ہے [ہاں ان نواقض کا بیان، ان کی تشریح اور ان کی تطبیق (جسے شریعت کی اصطلاح میں ’تکفیر‘ کہا جاتا ہے) علمائے راہنہ کا کام ہے]۔ فلہذا، جب یہ ریاست، انسان کی طرح ہے، اگر یہ مسلمان ہوئی ہے اور بعض حضرات کے مطابق فاجر و فاسق ہی سہی لیکن مسلمان ہے تو جس طرح ایک حقیقی انسان کے لیے کچھ نواقض اسلام ہیں، اس ریاست کے لیے بھی تو کچھ نواقض ہوں گے۔ ریاست کے لیے ایمان و کفر کے معیارات کا بیان بھی تو ضروری ہے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ ریاست نیکی بھی کر سکتی ہے اور گناہ، فسق و فجور بھی، ایمان و اسلام بھی لا سکتی ہے لیکن کفر اس کے لیے ممکن نہیں؟! ہم صرف اپنے وطن کی محبت میں اس ریاست کے نظریے، اس کے دستور و قانون اور اس کی مقننہ و انتظامیہ و فوج کے ہر قسم کے اقدامات کا ساتھ تو نہیں دے سکتے؟

وطن کس کو محبوب نہیں ہوتا؟ وطن کی محبت تو چرند پرند میں بھی دکھائی دیتی ہے اور ہم تو ہوش مند، عقل والے، باحس، حساس دل انسان بنائے گئے ہیں، ہم میں محبتِ وطن کیسے نہ ہوگی؟ لیکن سنتِ انبیاء ہے کہ جب وطن میں اسلام کا بول بالا نہ ہو پائے تو ہجرت کا راستہ اختیار کیا جائے۔ رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے تو وطن ترک فرمایا، پھر مدینے والوں کو توفیق اللہ ایمان کی راہ پر لا کر انہی کے ساتھ مل کر اپنے وطن والوں پر جنگ مسلط کر کے وہاں اسلام کو غالب کر دیا۔ آج وطن کو ہجرت کے معنی میں ترک کرنا تو ضروری نہ ہو لیکن اس وطن کی تقریباً نو لاکھ مربع کلومیٹر حدود میں واقع ہر ہر نظریے، ہر ہر ادارے، ہر ہر سولین و فوجی شخص سے محبت کرنا اور اس وطن میں نافذ آئین و دستور و نظام سے یوں محبت کرنا کہ ہر شے اسلامی قرار دے دی جائے، تو یہ تو لازمی نہیں۔ وطن تو ہے، لیکن اگر وہاں کی فوج کا سپہ سالار قرآن کو مُنزَل من اللہ اور محمدؐ کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ماننے سے انکاری ہو جائے تو وہ ابو جہل میری امت کافر عوں‘ قرار پاتا ہے۔ انہی بیان کردہ پیرایوں میں وطن میں رہتے ہوئے ہی دیکھیے:

ہے ترکِ وطن سنتِ محبوبِ الہی
دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی

اللهم وفقنا كما تحب و ترضى وخذ من دماننا حتى ترضى. اللهم زدنا ولا تنقصنا وأكرمنا ولا تهنا وأعطنا ولا تحرمنا وأثرنا ولا تؤثر علينا وأرضنا وارض عنا. اللهم إنا نسئلك الثبات في الأمر ونسئلك عزيمة الرشد ونسئلك شكر نعمتك وحسن عبادتك. اللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد صلى الله عليه وسلم ولا تجعلنا منهم، آمين يا رب العالمين!

♦♦♦♦♦

مجلہ ’نوائے غزوہ ہند‘ اہل دین و دانش کے نصاب، رائے اور مشورے کا محتاج ہے
اور چاہتا ہے کہ اہل دین و دانش کے
قیمتی نصاب، رائے اور مشورے ادارے تک پہنچیں۔

editor@nghmag.com

فضائل نماز

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہ

9. عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: يُبْعَثُ مُنَادٍ عِنْدَ حَضْرَةِ كُلِّ صَلَاةٍ، فَيَقُولُ: يَا بَنِي آدَمَ! قُومُوا، فَأَطِيعُوا مَا أَوْقَدْتُمْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ، فَيَقُومُونَ، فَيَتَطَهَّرُونَ، وَيُصَلُّونَ الظُّلُومَ، فَيُغْفَرُ لَهُمْ مَا بَيْنَهُمَا، فَإِذَا حَضَرَتِ الْعَصْرُ فَمِثْلُ ذَلِكَ، فَإِذَا حَضَرَتِ الْمَغْرِبُ فَمِثْلُ ذَلِكَ، فَإِذَا حَضَرَتِ الْعَتَمَةُ فَمِثْلُ ذَلِكَ، فَيَنَامُونَ: فَمُدْلِجٌ فِي خَيْرٍ وَمُدْلِجٌ فِي شَرٍّ. (رواه الطبراني في الكبير، كذا في الترغيب)

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ اے آدم کی اولاد! اٹھو، اور جہنم کی اُس آگ کو جسے تم نے (گناہوں کی بدولت) اپنے اوپر جلانا شروع کر دیا ہے بجھاؤ؛ چنانچہ (دین دار لوگ) اٹھتے ہیں، وضو کرتے ہیں، ظہر کی نماز پڑھتے ہیں، جس کی وجہ سے اُن کے (صبح سے ظہر تک کے) گناہوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے، اسی طرح پھر عصر کے وقت، پھر مغرب کے وقت، پھر عشاء کے وقت (غرض ہر نماز کے وقت یہی صورت ہوتی ہے)؛ عشاء کے بعد لوگ سو جاتے ہیں، اُس کے بعد رات کے اندھیرے میں بعض لوگ بھلائیوں (نماز، وظیفہ، ذکر وغیرہ) کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بعض لوگ برائیوں (زنا کاری، بدکاری، چوری وغیرہ) کی طرف چل دیتے ہیں۔

فائدہ: حدیث کی کتابوں میں بہت کثرت سے یہ مضمون آیا ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے لطف سے نماز کی بدولت گناہوں کو معاف فرماتے ہیں، اور نماز میں چونکہ استغفار خود موجود ہے۔ جیسا کہ اوپر گزرا۔ اِس لیے صغیرہ اور کبیرہ ہر قسم کے گناہ اِس میں داخل ہو جاتے ہیں، بشرطیکہ دل سے گناہوں پر ندامت ہو، خود حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے: ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي الْفَهَارِ وَزُلْفَا مِنْ الْإِيلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ الشَّيْئَاتِ...﴾ جیسا کہ حدیث ۳/ میں گزرا ہے۔ حضرت سلمانؓ ایک بڑے مشہور صحابی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ جب عشاء کی نماز ہو لیتی ہے تو تمام آدمی تین جماعتوں میں منقسم ہو جاتے ہیں: ایک وہ جماعت ہے جس کے لیے یہ رات نعمت ہے اور کمائی ہے اور بھلائی ہے، یہ وہ حضرات ہیں جو رات کی فرصت کو غنیمت سمجھتے ہیں، اور لوگ اپنے اپنے راحت و آرام اور سونے میں مشغول ہو جاتے ہیں تو یہ لوگ نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں، اِن کی رات اِن کے لیے اجر و ثواب بن جاتی ہے۔ دوسری وہ جماعت ہے جس کے لیے رات وبال ہے، عذاب ہے، یہ وہ جماعت ہے جو رات کی تنہائی اور فرصت کو غنیمت سمجھتی ہے اور گناہوں میں مشغول ہو جاتی ہے، اِن کی رات اِن پر وبال بن جاتی ہے۔ تیسری وہ جماعت ہے جو عشاء کی نماز پڑھ کر سو جاتی ہے، اِس کے لیے نہ وبال ہے نہ کمائی، نہ کچھ گمانہ آیا۔ (ذکر منشور)

10. عَنْ أَبِي قَتَادَةَ بْنِ رِبْعِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: إِنِّي أَفْتَرَضْتُ عَلَى أُمَّتِكَ حَمْسَ صَلَوَاتٍ، وَعَهْدْتُ عِنْدِي عَهْدًا أَنَّهُ مَنْ حَافِظٌ عَلَيْهِنَّ لَوْفَتِيهِنَّ أَذْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ فِيْ عَهْدِي، وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهِنَّ فَلَا عَهْدَ لَهُ عِنْدِي. (كذا في الدر المنثور برواية أبي داود وابن ماجه)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے یہ فرمایا کہ میں نے تمہاری امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اور اِس کا میں نے اپنے لیے عہد کر لیا ہے کہ جو شخص اِن پانچوں نمازوں کو اُن کے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے، اُس کو اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کروں گا، اور جو اِن نمازوں کا اہتمام نہ کرے تو مجھ پر اُس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔

فائدہ: ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون اور وضاحت سے آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں، جو شخص اِن میں لا پرواہی سے کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے، اچھی طرح وضو کرے اور وقت پر ادا کرے، خشوع خضوع سے پڑھے، حق تعالیٰ شانہ کا عہد ہے کہ اُس کو جنت میں ضرور داخل فرمائیں گے، اور جو شخص ایسا نہ کرے اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد اُس سے نہیں، چاہے اُس کی مغفرت فرمائیں چاہے عذاب دیں۔ (ابوداؤد)

کتنی بڑی فضیلت ہے نماز کی کہ اِس کے اہتمام سے اللہ کے عہد میں اور ذمہ داری میں آدمی داخل ہو جاتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی معمولی سا حاکم یا دولت مند کسی شخص کو اطمینان دلادے، یا کسی مُطالبے کا ذمہ دار ہو جائے، یا کسی قسم کی ضمانت دے تو وہ کتنا مطمئن اور خوش ہوتا ہے، اور اُس حاکم کا کس قدر احسان مند اور گرویدہ بن جاتا ہے، یہاں ایک معمولی عبادت پر۔ جس میں کچھ مشقت بھی نہیں ہے۔ مالک الملک، دو جہاں کا بادشاہ عہد کرتا ہے، پھر بھی لوگ اِس چیز سے غفلت اور لا پرواہی برتتے ہیں، اِس میں کسی کا کیا نقصان ہے! اپنی ہی کم نصیبی اور اپنائی ضرر ہے۔

11. عَنْ ابْنِ سَلَمَانَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ حَدَّثَهُ قَالَ: لَمَّا فَتَحْنَا خَيْبَرَ أَخْرَجُوا غَنَائِمَهُمْ مِنَ الْمَتَاعِ وَالسَّبْيِ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَّبِعُونَ غَنَائِمَهُمْ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَقَدْ رَيْحْتُ رَيْحًا مَارِجَ الْيَوْمِ مِثْلَهُ أَحَدٌ مِنَ أَهْلِ الْوَادِي، قَالَ: وَيَخْلُكُ! وَمَارِجَتْ؟ قَالَ: مَا زِلْتُ أَبِيعُ وَأَبْتَاعُ حَتَّى رَيْحْتُ ثَلَاثَ مِائَةِ أَوْقِيَّةٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَنَا أَنْتَبْتُكَ بِخَيْرِ رَجُلٍ رَيْحَ؟ قَالَ: مَا هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: رَكَعَتَيْنِ بَعْدَ الصَّلَاةِ. (أخرجه أبو داود)

ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ لڑائی میں جب خیر کو فتح کر چکے، تو لوگوں نے اپنا مال غنیمت نکالا، جس میں متفرق سامان تھا اور قیدی تھے، اور خرید و فروخت

شروع ہو گئی، (کہ ہر شخص اپنی ضروریات خریدنے لگا دوسری زائد چیزیں فروخت کرنے لگا)، اتنے میں ایک صحابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے آج کی اس تجارت میں اس قدر نفع ہوا کہ ساری جماعت میں سے کسی کو بھی اتنا نفع نہیں مل سکا، حضور ﷺ نے تعجب سے پوچھا کہ کتنا کمایا؟ انھوں نے عرض کیا کہ حضور! میں سامان خریدتا رہا اور بیچتا رہا جس میں تین سو اوقیہ چاندی نفع میں بیچی، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں بہترین نفع کی چیز بتاؤں؟ انھوں نے عرض کیا: حضور! ضرورت بتائیں، ارشاد فرمایا: فرض نماز کے بعد دو رکعت نفل۔

فائدہ: ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے، اور ایک درہم تقریباً چار آنے کا، تو اس حساب سے تین ہزار روپیہ ہوا، جس کے مقابلے میں دو جہاں کے بادشاہ کا ارشاد ہے کہ یہ کیا نفع ہوا! حقیقی نفع وہ ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنے والا اور کبھی نہ ختم ہونے والا ہے۔ اگر حقیقت میں ہم لوگوں کے ایمان ایسے ہی ہو جائیں، اور دو رکعت نماز کے مقابلے میں تین ہزار روپے کی وقعت نہ رہے، تو پھر واقعی زندگی کا ایک لطف ہے، اور حق یہ ہے کہ نماز ہے ہی ایسی دولت، اسی وجہ سے حضور اقدس، سید البشر، فخر رسل ﷺ نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بتلائی ہے۔ (نسائی) اور وصال کے وقت آخری وصیت جو فرمائی ہے اُس میں نماز کے اہتمام کا حکم فرمایا ہے۔ متعدد حدیثوں میں اس کی وصیت مذکور ہے، مَن جُمْلَہ اُن کے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آخری وقت میں جب زبان مبارک سے پورے لفظ نہیں نکل رہے تھے، اُس وقت بھی حضور اقدس ﷺ نے نماز اور غلاموں کے حقوق کی تاکید فرمائی تھی۔ (ابن ماجہ) حضرت علیؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ آخری کلام حضور اقدس ﷺ کا نماز کی تاکید اور غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کا حکم تھا۔ (ابوداؤد، باب ماجاء فی حق المملوک، حدیث: ۵۱۵۶۔ ابن ماجہ، ابواب الوصایا، حدیث: ۲۶۹۸)

حضور اقدس ﷺ نے محمد کی طرف ایک مرتبہ جہاد کے لیے لشکر بھیجا، جو بہت ہی جلدی واپس لوٹ آیا، اور ساتھ ہی بہت سارا مال غنیمت لے کر آیا، لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ اتنی ذرا سی مدت میں ایسی بڑی کامیابی اور مال و دولت کے ساتھ واپس آگیا! حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بھی کم وقت میں اس مال سے بہت زیادہ غنیمت اور دولت کمانے والی جماعت بتاؤں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز میں جماعت میں شریک ہوں، اور آفتاب نکلنے تک اُسی جگہ بیٹھے رہیں، آفتاب نکلنے کے بعد (جب مکروہ وقت۔ جو تقریباً بیس منٹ رہتا ہے۔ نکل جائے تو) دو رکعت (اشراق کی) نماز پڑھیں، یہ لوگ بہت تھوڑے سے وقت میں بہت زیادہ دولت کمانے والے ہیں۔ (ابن حبان، حدیث: ۲۵۳۵۔ مجمع الزوائد، ۲: ۲۳۵)

حضرت شقیقؒ جو مشہور صوفی اور بزرگ ہیں، فرماتے ہیں کہ ہم نے پانچ چیزیں تلاش کیں اور اُن کو پانچ جگہ پایا: (۱) روزی کی برکت چاشت کی نماز میں ملی (۲) اور قبر کی روشنی تہجد کی نماز

میں ملی (۳) منکر نکیر کے سوال کا جواب طلب کیا تو اُس کو قراءت میں پایا (۴) اور پُل صراط کا سہولت سے پار ہونا روزے اور صدقے میں پایا (۵) اور عرش کا سایہ خلوت میں پایا۔ (نُزہۃ المجالس، ۱: ۱۳۸)

حدیث کی کتابوں میں نماز کے بارے میں بہت ہی تاکید اور بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں، اُن سب کا احاطہ کرنا مشکل ہے، تیر کا چند احادیث کا صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے:

1. حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ نے میری امت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی، اور عیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہو گا۔ (مسند ابی یعلیٰ، حدیث: ۴۱۲۴)

2. نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ (کنز العمال)

3. آدمی اور شرک کے درمیان نماز ہی حائل ہے۔ (مسلم، کتاب الایمان، حدیث: ۸۲)

4. اسلام کی علامت نماز ہے، جو شخص دل کو فارغ کر کے اور اوقاتِ مستحبات کی رعایت رکھ کر نماز پڑھے وہ مومن ہے۔

5. حق تعالیٰ شانہ نے کوئی چیز ایمان اور نماز سے افضل فرض نہیں کی، اگر اس سے افضل کسی اور چیز کو فرض کرتے تو فرشتوں کو اُس کا حکم دیتے، فرشتے دن رات کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدے میں۔ (کنز العمال، حدیث: ۱۹۰۳۸)

6. نماز دین کا ستون ہے۔ (شعب الایمان، حدیث: ۲۸۰۷)

7. نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے۔ (کنز العمال)

8. نماز مومن کا نور ہے۔ (کنز العمال)

9. نماز افضل جہاد ہے۔

10. جب آدمی نماز میں داخل ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اُس کی طرف پوری توجہ فرماتے ہیں، جب وہ نماز سے ہٹ جاتا ہے تو وہ بھی توجہ ہٹا لیتے ہیں۔

11. جب کوئی آفت آسمان سے اترتی ہے تو مسجدیں آباد کرنے والوں سے ہٹ جاتی ہے۔ (کنز العمال)

12. اگر آدمی کسی وجہ سے جہنم میں جاتا ہے تو آگ اُس کی سجدے کی جگہ کو نہیں کھاتی۔

13. اللہ نے سجدے کی جگہ کو آگ پر حرام فرما دیا ہے۔ (بخاری، باب فضل السجود، حدیث: ۸۰۶)

14. سب سے زیادہ پسندیدہ عمل اللہ کے نزدیک وہ نماز ہے جو وقت پر پڑھی جائے۔ (بخاری، کتاب المواعیت، حدیث: ۵۲۳)

15. اللہ جل شانہ کو آدمی کی ساری حالتوں میں سب سے زیادہ یہ پسند ہے کہ اُس کو اپنے سامنے سجدے میں پڑا ہوا دیکھیں، کہ پیشانی زمین سے رگڑ رہا ہے۔ (مجمع اوسط، حدیث: ۶۰۷۵)
16. اللہ جل شانہ کے ساتھ آدمی کو سب سے زیادہ قُرب سجدے میں ہوتا ہے۔ (مسلم، کتاب الصلاة، حدیث: ۴۸۲)
17. جنت کی کنجی نماز ہے۔ (ترمذی فی النسخة المصرية)، حدیث: ۴)
18. جب آدمی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں، اور اللہ جل شانہ اور اُس نمازی کے درمیان کے پردے ہٹ جاتے ہیں جب تک کہ کھانسی وغیرہ میں مشغول نہ ہو۔
19. نمازی شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، اور یہ قاعدہ ہے کہ مسلسل کھٹکھٹاتا رہے تو دروازہ کھل ہی جاتا ہے۔ (کنز العمال، حدیث: ۱۸۹۷۰)
20. نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہی ہے جیسا کہ سرکارِ جہ بدن میں۔ (مجمع اوسط، حدیث: ۲۲۹۲)
21. نماز دل کا نور ہے، جو اپنے دل کو نورانی بنانا چاہے (نماز کے ذریعے) بنا لے۔ (کنز العمال، حدیث: ۱۸۹۷۳)
22. جو شخص اچھی طرح وضو کرے، اُس کے بعد خشوع و خضوع سے دو یا چار رکعت نماز فرض یا نفل پڑھ کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے، تو اللہ تعالیٰ شانہ معاف فرمادیتے ہیں۔ (مسند احمد، حدیث: ۲۷۵۴۶)
23. زمین کے جس حصے پر نماز کے ذریعے سے اللہ کو یاد کیا جاتا ہے، وہ حصہ زمین کے دوسرے ٹکڑوں پر فخر کرتا ہے۔ (کنز العمال، حدیث: ۱۸۹۷۶)
24. جو شخص دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ وہ دعا قبول فرمالتے ہیں، خواہ فوراً ہو یا کسی مصلحت سے کچھ دیر کے بعد؛ مگر قبول ضرور فرماتے ہیں۔ (کنز العمال، حدیث: ۱۹۰۱۸)
25. جو شخص تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے کہ اس کو اللہ اور اُس کے فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے، تو اُس کو جہنم کی آگ سے بری ہونے کا پروانہ مل جاتا ہے۔ (کنز العمال، حدیث: ۱۹۰۱۹)
26. جو شخص ایک فرض نماز ادا کرے اللہ جل شانہ کے یہاں ایک مقبول دعا اُس کی ہو جاتی ہے۔ (کنز العمال، حدیث: ۱۹۰۲۰)
27. جو پانچوں نمازوں اہتمام کرتا رہے، اُن کے رکوع و سجود اور وضو وغیرہ اہتمام کے ساتھ اچھی طرح پورا کرتا رہے، جنت اُس کے لیے واجب ہو جاتی ہے اور دوزخ اُس پر حرام ہو جاتی ہے۔ (مسند احمد، حدیث: ۸۳۴۵)
28. مسلمان جب تک پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہتا ہے شیطان اُس سے ڈرتا رہتا ہے، اور جب وہ نمازوں میں کوتاہی کرنے لگتا ہے تو شیطان کو اُس پر جرأت ہو جاتی ہے اور اُس کے بہکانے کی طمع کرنے لگتا ہے۔

29. سب سے افضل عمل اوّل وقت نماز پڑھنا ہے۔ (مسند احمد، حدیث: ۲۷۷۶)
30. نماز ہر متقی کی قربانی ہے۔ (کنز العمال)
31. اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ، نماز کو اوّل وقت پڑھنا ہے۔ (بخاری، مواہب اللطائف، حدیث: ۵۲۷)
32. صبح کو جو شخص نماز کو جاتا ہے اُس کے ہاتھ میں ایمان کا جھنڈا ہوتا ہے، اور جو بازار کو جاتا ہے اُس کے ہاتھ میں شیطان کا جھنڈا ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ، ابواب التجارات، حدیث: ۲۲۳۴)
33. ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیسا کہ تہجد کی چار رکعتوں کا۔ (کنز العمال، حدیث: ۱۹۳۷۹)
34. ظہر سے پہلے چار رکعتیں تہجد کی چار رکعتوں کے برابر شمار ہوتی ہے۔ (مجمع اوسط، حدیث: ۶۳۳۲)
35. جب آدمی نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو رحمتِ الہیہ اُس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ (کنز العمال، حدیث: ۱۸۹۰۵)
36. افضل ترین نماز آدھی رات کی ہے؛ مگر اُس کے پڑھنے والے بہت ہی کم ہیں۔
37. میرے پاس حضرت جبرئیل آئے اور کہنے لگے: اے محمد! خواہ کتنا ہی آپ زندہ رہیں آخر ایک دن مرنا ہے، اور جس سے چاہے محبت کریں آخر ایک دن اُس سے جدا ہونا ہے، اور آپ جس قسم کا بھی عمل کریں (بھلا یا بُرا) اُس کا بدلہ ضرور ملے گا، اس میں کوئی تردد نہیں کہ مومن کی شرافت تہجد کی نماز ہے، اور مومن کی عزت لوگوں سے استغناء ہے۔ (مجمع اوسط، حدیث: ۴۲۷۸)
38. اخیر رات کی دو رکعتیں تمام دنیائے افضل ہیں، اگر مجھے مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو اپنی امت پر فرض کر دیتا۔
39. تہجد ضرور پڑھا کرو کہ تہجد صالحین کا طریقہ ہے اور اللہ کے قُرب کا سبب ہے، تہجد گناہوں سے روکتی ہے، اور خطاؤں کی معافی کا ذریعہ ہے، اِس سے بدن کی تندرستی بھی ہوتی ہے۔ (ترمذی، ابواب الدعوات، حدیث: ۳۵۴۹)
40. حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد! تو دن کے شروع میں چار رکعتوں سے عاجز نہ بن، میں تمام دن تیرے کاموں کی کفایت کروں گا۔
- حدیث کی کتابوں میں بہت کثرت سے نماز کے فضائل اور ترغیبات ذکر کی گئی ہیں، چالیس کے عدد کی رعایت سے اتنے پر کفایت کی گئی کہ اگر کوئی شخص اِن کو حفظ کر لے تو چالیس حدیثیں یاد کرنے کی فضیلت حاصل کر لے گا۔ حق یہ ہے کہ نماز ایسی بڑی دولت ہے کہ اِس کی قدروہی کر سکتا ہے جس کو اللہ جل شانہ نے اِس کا مزا اچھا دیا ہو، اِسی دولت کی وجہ سے حضور ﷺ نے اپنی آنکھ کی ٹھنڈک اِس میں فرمائی، اور اِسی لذت کی وجہ سے حضور اقدس ﷺ رات کا اکثر حصہ نماز میں ہی گزار دیتے تھے، یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے وصال کے وقت خاص

طور پر نماز کی وصیت فرمائی، اور اس کے اہتمام کی تاکید فرمائی۔ متعدد احادیث میں ارشادِ نبوی نقل کیا گیا: ((اتَّقُوا اللَّهَ فِي الصَّلَاةِ)) ”نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔“

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ تمام اعمال میں مجھے نماز سب سے زیادہ محبوب ہے۔

ایک صحابی کہتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد نبوی پر گزرا، حضور اقدس ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، مجھے بھی شوق ہوا، حضور ﷺ کے پیچھے نیت باندھ لی، حضور ﷺ سورۃ بقرہ پڑھ رہے تھے، میں نے خیال کیا کہ سو آیتوں پر رکوع کر دیں گے، مگر جب وہ گزر گئیں اور رکوع نہ کیا تو میں نے سوچا کہ دو سو پر رکوع کریں گے؛ مگر وہاں بھی نہ کیا تو مجھے خیال ہوا کہ سورۃ کے ختم ہی پر کریں گے، جب سورۃ ختم ہوئی تو حضور ﷺ نے کئی مرتبہ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ پڑھا، اور سورۃ آل عمران شروع کر دی، میں سوچ میں پڑ گیا، آخر میں نے خیال کیا کہ آخر اس کے ختم پر تو رکوع کریں گے ہی، حضور ﷺ نے اس کو ختم فرمایا اور تین مرتبہ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ پڑھا، اور سورۃ مائدہ شروع کر دی، اس کو ختم کر کے رکوع کیا، اور رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ پڑھتے رہے، اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھتے رہے جو سمجھ میں نہ آیا، اس کے بعد اسی طرح سجدے میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ بھی پڑھتے رہے، اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھتے تھے، اس کے بعد دوسری رکعت میں سورۃ انعام شروع کر دی، میں حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کی ہمت نہ کر سکا اور مجبور ہو کر چلا آیا۔ (مصنف عبدالرزاق، حدیث: ۲۸۳۲) پہلی رکعت میں تقریباً پانچ سیپارے ہوئے، اور پھر حضور اقدس ﷺ کا پڑھنا! جو نہایت اطمینان سے تجوید و ترتیل کے ساتھ ایک ایک آیت جدا جدا کر کے پڑھتے تھے، ایسی صورت میں کتنی طویل رکعت ہوئی ہوگی! انہی وجہ سے آپ کے پاؤں پر نماز پڑھتے پڑھتے ورم آ جاتا تھا؛ مگر جس چیز کی لذت دل میں اتر جاتی ہے اس میں مشقت اور تکلیف دشوار نہیں رہتی۔

ابو اسحاق سُبَیْحی مشہور محدث ہیں، سو برس کی عمر میں انتقال فرمایا، اس پر افسوس کیا کرتے تھے کہ بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے نماز کا لطف جاتا رہا، دو رکعتوں میں صرف دو سورتیں: سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران پڑھی جاتی ہیں، زیادہ نہیں پڑھا جاتا۔ (سیر اعلام النبلاء، ۵: ۳۹۷) یہ دوسو سورتیں بھی پونے چار پاروں کی ہیں۔ محمد بن سَکَّک فرماتے ہیں کہ کوفہ میں میرا ایک پڑوسی تھا، اس کا ایک لڑکا تھا جو دن کو ہمیشہ روزہ رکھتا اور رات بھر نماز میں اور (جنت کا شوق دلانے والے) اشعار میں مشغول رہتا تھا، وہ سوکھ کر ایسا ہو گیا کہ صرف ہڈی اور چمڑا رہ گیا، اس کے والد نے مجھ سے کہا کہ تم اس کو ذرا سمجھاؤ۔ میں ایک مرتبہ اپنے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا، وہ سامنے سے گزرا، میں نے اسے بلایا، وہ آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا، میں نے کہنا شروع ہی کیا تھا کہ وہ کہنے لگا: چچا! شاید آپ محنت کی کمی کا مشورہ دیں گے، چچا جان! میں نے اس محلے کے چند لڑکوں کے ساتھ یہ طے کیا تھا کہ دیکھیں! کون شخص عبادت میں زیادہ کوشش کرے؟ انہوں

نے کوشش اور محنت کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلالیے گئے، جب وہ بلائے گئے تو بڑی خوشی اور سرور کے ساتھ گئے، اُن میں سے میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا، میرا عمل دن میں دوبار اُن پر ظاہر ہوتا ہو گا، وہ کیا کہیں گے جب اس میں کوتاہی پائیں گے؟ چچا جان! اُن جو انوں نے بڑے بڑے مجاہدے کیے، اُن کی محنتیں اور مجاہدے بیان کرنے لگا جن کو سن کر ہم لوگ متحیر رہ گئے؛ اس کے بعد وہ لڑکا اٹھ کر چلا گیا، تیسرے دن ہم نے سنا کہ وہ بھی رخصت ہو گیا۔ رَحْمَةُ اللَّهِ رَحْمَةً وَاسِعَةً۔ (زہد البساتین، حکایت: ۳۵۲: ص ۴۰۴)

اب بھی اس گئے گزرے زمانے میں اللہ کے بندے ایسے دیکھے جاتے ہیں جو رات کا اکثر حصہ نماز میں گزار دیتے ہیں، اور دن میں دین کے دوسرے کاموں؛ تبلیغ و تعلیم میں منہمک رہتے ہیں؛ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نام نامی سے کون شخص ہندوستان میں ناواقف ہو گا؟ اُن کے ایک خلیفہ مولانا عبدالواحد لاہوریؒ نے ایک دن ارشاد فرمایا: جنت میں نماز نہ ہوگی؟ کسی نے عرض کیا کہ حضرت جنت میں نمازیوں کو! وہ تو اعمال کے بدلے کی جگہ ہے نہ کہ عمل کرنے کی، اس پر ایک آہ کھینچی اور رونے لگے، اور فرمایا: بغیر نماز کے جنت میں کیوں کر گزرے گی۔ ایسے ہی لوگوں سے دنیا قائم ہے، اور زندگی کو وصول کرنے والی حقیقت میں یہی مبارک ہستیاں ہیں۔ اللہ جل شانہ اپنے لطف اور اپنے مرثیئے والوں کے طفیل اس رُوسیاہ کو بھی نواز دے تو اس کے لطف عام سے کیا بعید ہے!

ایک پر لطف قصے پر اس فصل کو ختم کرتا ہوں؛ حافظ ابن حجرؒ نے ”مُنہبہات“ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے دنیا میں تین چیزیں محبوب ہیں: خوشبو، عورتیں، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ حضور ﷺ کے پاس چند صحابہؓ تشریف فرما تھے، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ارشاد فرمایا: آپ نے سچ فرمایا، اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں: آپ کے چہرے کو دیکھنا، اپنے مال کو آپ پر خرچ کرنا، اور یہ کہ میری بیٹی آپ کے نکاح میں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: سچ ہے، اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں: امر بالمعروف، نہی عن المنکر، (اچھے کاموں کا حکم کرنا اور بُری باتوں سے روکنا) اور پرانا کپڑا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: آپ نے سچ کہا، اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں: بھوکوں کو کھانا، تنگوں کو کپڑا پہنانا، اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا: آپ نے سچ فرمایا، اور مجھے تین چیزیں پسند ہیں: مہمان کی خدمت، گرمی کا روزہ، اور دشمن پر تلوار۔ اتنے میں حضرت جبریلؑ تشریف لائے، اور عرض کیا کہ: مجھے حق تعالیٰ شانہ نے بھیجا ہے، اور فرمایا کہ اگر میں (یعنی جبریلؑ) دنیا والوں میں ہوتا تو بتاؤں مجھے کیا پسند ہوتا؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: بتاؤ! عرض کیا: بھولے ہوؤں کو راستہ بتانا، غریب عبادت کرنے والوں سے محبت رکھنا، اور غیال دار مُفسِلوں کی مدد کرنا۔ اور اللہ جل جلالہ کو بندوں کی تین چیزیں پسند ہیں: (اللہ کی راہ میں) طاقت کا خرچ کرنا (مال سے ہویا جان سے)، اور (گناہ پر) ندامت کے وقت رونا، اور فاقہ پر صبر کرنا۔ (منہبہات ابن حجر، ص: ۲۱، ۲۲)

(باقی صفحہ نمبر 19 پر)

قیامت کی علاماتِ صغریٰ

آسمان سے کثرت سے بارش برے گے مگر پیداوار نہ ہوگی

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُمَطَّرَ النَّاسُ مَطَرًا عَامًّا وَلَا تَنْبُتَ الْأَرْضُ شَيْئًا (مسند احمد)

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک بارشیں خوب کثرت سے نہ ہوں، لیکن زمین سے پیداوار بالکل نہ ہوگی۔“

یعنی کثرت سے بارش ہوگی، ہر طرف پانی ہی پانی ہوگا مگر زمین کچھ اگانے پر تیار ہی نہ ہوگی۔ اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا لفظ بیان فرمایا جو قحط یا خشک سالی کے لیے استعمال ہوتا ہے، زمین پر بارش کی کمی نہیں ہوگی مگر زمین سے اگانے والی پیداوار، نباتات، فصلیں کم ہو جائیں گی۔ زمین پر برکت نازل نہیں ہو رہی ہوگی، یا لوگوں نے زمین پر اس قدر فساد برپا کر دیا ہوگا کہ بظاہر جو بارش نظر آرہی ہوگی وہ عام بارش نہیں بلکہ تیزابی بارش ہوگی، واللہ اعلم۔

فرات سے سونے کا پہاڑ ظاہر ہونا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ الْفُرَاتُ أَنْ يَخْشِرَ عَنْ كَنْزٍ مِنْ ذَهَبٍ فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا (بخاری)

”سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عن قریب دریائے فرات سے سونے کا خزانہ ظاہر ہوگا، جو کوئی وہاں موجود ہو وہ اس میں سے کچھ نہ لے۔“

یعنی فرات کا پانی کم ہو جائے گا اور اس کی تہ سے ایک سونے کا پہاڑ ظاہر ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ اس خزانے میں سے کوئی کچھ نہ لے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تنبیہ کی وجہ ذیل کی حدیث سے واضح ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْشِرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ يَفْتَتِلُ النَّاسُ عَلَيْهِ فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ وَيَقُولُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ لَعَلِّي أَكُونُ أَنَا الَّذِي أَنْجُو

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ دریائے فرات سونے کے ایک پہاڑ کو ظاہر کرے گا۔ اس پر (لڑتے ہوئے) ہر سو میں سے ننانوے لوگ مارے جائیں گے اور ان (لڑنے والوں) میں سے ہر کوئی کہے گا کہ شاید میں ہی بچ جاؤں (اور سارے سونے کا مالک بن جاؤں)۔“

یہ لالچی لوگوں کا معاملہ ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کسی آفت میں مبتلا نہ ہوں گے اور تمام فوائد و ثمرات سمیٹنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لوگ چوری کرتے ہوئے بھی یہی سمجھتے ہیں کہ میں تو نہیں پکڑا جاؤں گا، مگر وہ پکڑے جاتے ہیں اور مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس پہاڑ پر لڑنے والوں کو لالچ اندھا کر دے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر سو میں سے ننانوے مارے جائیں گے۔ لالچ اور خواہشات نفس کی پیروی کرنے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ جو کوئی اس خزانے کو دیکھے، اس کے قریب بھی نہ پھٹکے اور اس میں سے کچھ لینے کی کوشش نہ کرے۔

جانوروں اور بے جان چیزوں کا بولنا

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ عَدَا الذِّئْبُ عَلَى شَاةٍ فَأَخَذَهَا فَطَلَبَهُ الرَّاعِي فَانْتَرَعَهَا مِنْهُ فَأَقْفَعِيَ الذِّئْبُ عَلَى ذَنْبِهِ قَالَ أَلَا تَتَّقِي اللَّهَ تَتْرَعُ مِنِّي رِزْقًا سَاقَهُ اللَّهُ إِلَيَّ فَقَالَ يَا عَجَبِي ذَنْبٌ مُفْعٌ عَلَى ذَنْبِهِ يُكَلِّمُنِي كَلَامَ الْإِنْسِ فَقَالَ الذِّئْبُ أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَعْجَبَ مِنْ ذَلِكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيَّثُ بِخَيْرِ النَّاسِ بِأَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ قَالَ فَأَقْبَلَ الرَّاعِي بِسَوْفٍ غَنَمَهُ حَتَّى دَخَلَ الْمَدِينَةَ فَرَوَاهَا إِلَى زَاوِيَةٍ مِنْ زَوَايَاهَا ثُمَّ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتُودِي الصَّادَةَ جَامِعَةً ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ لِلرَّاعِي أَخْبِرْهُمْ فَأَخْبَرَهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُكَلِّمَ السَّبَاعُ الْإِنْسَ وَيُكَلِّمَ الرَّجُلُ عَذْبَةً سَوْطِهِ وَيَشْرَاكَ نَعْلَهُ وَيُخْبِرَهُ فِخْدُهُ بِمَا أَخَذَتْ أَهْلُهُ بَعْدَهُ (مسند احمد)

”حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ایک بھیڑیے نے ایک بکری پر حملہ کیا اور اس کو پکڑ کر لے گیا، چرواہا اس کی تلاش میں نکلا اور اسے بازیاب کر لیا، وہ بھیڑیا اپنی دم کے بل بیٹھ کر کہنے لگا کہ تم اللہ سے نہیں ڈرتے کہ تم نے مجھ سے میرا رزق، جو اللہ نے مجھے دیا تھا، چھین لیا؟ وہ چرواہا کہنے لگا: تعجب ہے کہ ایک بھیڑیا اپنی دم پر بیٹھ کر مجھ سے انسانوں کی طرح بات کر رہا ہے؟ وہ بھیڑیا کہنے لگا کہ میں تمہیں اس سے زیادہ تعجب کی بات نہ بتاؤں؟ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یثرب میں لوگوں کو ماضی کی خبریں بتا رہے ہیں۔ جب وہ چرواہا اپنی بکریوں کو ہانکتا ہوا مدینہ منورہ واپس پہنچا تو اپنی بکریوں کو ایک کونے میں چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ گوش گزار کر دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر الصلوٰۃ جامعۃ کی منادی کر دی گئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے نکلے اور چرواہے سے فرمایا کہ لوگوں کے سامنے اپنا واقعہ بیان کرو، اس نے لوگوں کے سامنے سارا واقعہ بیان کر دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے سچ کہا، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک درندے انسانوں سے باتیں نہ کرنے لگیں اور انسان سے اس کے کوڑے کا دستہ اور جوتے کا تمہہ باتیں نہ کرنے لگے اور اس کی ران اسے بتائے گی کہ اس کے پیچھے اس کے اہل خانہ نے کیا کیا۔“

کچھ جانور اور کچھ چیزیں انسانوں کی طرح گفتگو کریں گی نہ کہ تمام جانور اور چیزیں۔ ممکن ہے کہ حدیث کے الفاظ بعینہ اسی طرح ظاہر ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ نئی ایجادات کی جانب اشارہ ہو جن میں سے کوئی ایسی معلوم ہو جیسے کہ انسان کے ہاتھ کا کوڑا اور وہ باتیں کرے۔ یہ سیل فون بھی ہو سکتا ہے اور کوئی اور ایسا جاسوسی کا آلہ بھی جس کی مدد سے بیویاں اپنے شوہر اور شوہر اپنی بیویوں کی جاسوسی کریں اور یہ انسان کی ران یا اس کے جوتے میں چھپا ہوا ہو؛ آج کل ایسی مصنوعات دستیاب ہیں۔ لیکن جہاں تک جانوروں کے کلام کرنے کی بات ہے تو یہ معجزہ ہے اور جیسا کہ میں کہتا ہوں کہ ہم حدیث کا صریح معنی ہی لیں گے کہ انسان کی ران اور اس کے جوتے کا تمہہ کلام کریں گے الایہ کہ اس کے خلاف جانے کے لیے کچھ شواہد موجود ہوں۔

موت کی خواہش

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي مَكَانَهُ (صحیح بخاری)

”سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ ایک شخص دوسرے کی قبر کے پاس سے گزرے گا تو کہے گا: کاش! اس کی جگہ میں ہوتا۔“

حالات اس قدر شدید ہوں گے کہ انسان یہ حالات کی سختی کی وجہ سے کہے گا کہ کاش اس قبر میں میں ہوتا، یہ بدترین دور ہو گا جب لوگ مرنا چاہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى يَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَى الْقَبْرِ فَيَتَمَنَّعُ عَلَيْهِ وَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَكَانَ صَاحِبِ هَذَا الْقَبْرِ وَلَيْسَ بِهِ الدِّينُ إِلَّا الْبَلَاءُ (صحیح مسلم)

”ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! دنیا اس وقت تک رخصت نہیں ہوگی، یہاں تک کہ ایک شخص (کسی کی) قبر کے پاس سے گزرے گا تو اس پر لوٹ پوٹ ہو گا اور کہے گا: کاش! اس قبر والے کی جگہ میں ہوتا اور وہ دین (کے بارے میں پیش آنے والی مشکلات) کی وجہ سے ایسے نہیں کرے گا بلکہ (دنوی) مشکلات کی وجہ سے کرے گا۔“

ابن مسعودؓ کا فرمان ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اگر موت کہیں بکتی ہو تو انسان اسے خرید لے گا۔ لوگ موت کی اس قدر خواہش کریں گے کہ اگر کہیں سے قیت دے کر موت ملتی ہو تو وہ اسے خرید لیتے۔ حافظ العراقيؒ اس حدیث کی ایک دلچسپ تشریح بیان فرماتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ کسی بھی دور میں لوگوں کا موت کی خواہش کرنا کوئی عجیب بات نہیں ہے، لوگ کبھی نہ کبھی مرنا چاہتے ہی ہیں، لیکن جب وہ موت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہیں، یعنی کسی کو مرتے ہوئے دیکھتے ہیں اور جب وہ قبریں اور قبرستان دیکھتے ہیں تو موت کی خواہش ان کے اندر سر دپڑ جاتی ہے۔ سبحان اللہ! فطری طور پر انسان کو موت سے نفرت ہے۔ العراقيؒ کہتے ہیں کہ (جیسا کہ حدیث میں بیان کیا گیا) انسان کسی قبر پر جائے اور پھر اسے دیکھنے کے بعد بھی موت کی خواہش کرے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ بہت ہی بری حالت میں خود کو پاتا ہے۔ موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر، مرنے والوں کا حال اور قبروں کا مشاہدہ بھی جسے موت کی خواہش سے نہ روکے تو اس کی حالت یہ بیان کرتی ہے کہ وہ بدترین دور سے گزر رہا ہے، ہم اللہ ہی سے ہر آزمائش سے پناہ چاہتے ہیں۔ اور ضمناً یہاں یہ بات بھی آتی ہے کہ مصائب اور آلام یا آزمائش اور امتحان کے طور پر آتے ہیں یا سزا کے طور پر۔

رومیوں کی تعداد میں اضافہ

قَالَ الْمُسْتَوْدُ الْقُرَشِيُّ عِنْدَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَقُومُ السَّاعَةُ وَالرُّومُ أَكْثَرُ النَّاسِ (صحیح مسلم)

”مستورد قرشی نے حضرت عمرو بن عاص کی موجودگی میں کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت اس وقت قائم ہوگی جب نصاری تمام لوگوں سے زیادہ ہوں گے۔“

اور رومی کون ہیں؟ رومی یورپی ہیں اور پھر امریکہ، کینیڈا اور لاطینی امریکہ تک، جہاں ان کے اجداد ہیں وہ رومی ہیں۔ کاشیانی لوگ یا یورپی اقوام اپنے آپ کو رومی کہتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو یہ لوگ تعداد میں سب سے زیادہ ہوں گے۔ درحقیقت اس حدیث کا کیا معنی ہے؟ یہ منفی علامت ہے یا یہ مثبت علامت ہے، اللہ اعلم، یہ

مسلمان ہوں گے یا غیر مسلم ہوں گے، ہم نہیں جانتے۔ بہر حال یہ ایک علامت ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ فی الحال تو یورپ کی آبادی میں بہت زیادہ کمی دیکھنے میں آ رہی ہے۔ یورپ کے بعض ممالک میں شرح نمو منفی میں ہے۔ مثلاً اٹلی اور کچھ دوسرے ممالک میں افراد کی تعداد گھٹتی جا رہی ہے۔ سبحان اللہ! یہ کوئی ایسی تبدیلی ہے جو ابھی واقع نہیں ہوئی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ پوری دنیا کو جوہری ہتھیاروں سے تباہ کر دیں اور صرف یورپی ہی باقی رہ جائیں، اللہ اعلم۔ رومی ہونے کا مطلب صرف غیر مسلم نہیں ہیں، وہ مسلمان بھی ہو سکتے ہیں اور اگلے نکتے میں ہم بعض ایسی احادیث کا ذکر کریں گے جن سے معلوم ہو گا کہ اس دور میں بعض رومی مسلمان بھی ہوں گے۔

رومیوں کے ساتھ جنگیں

ہم نے بتایا کہ رومیوں سے کیا مراد ہے۔ رومی وہ سیاسی گروہ تھا جس کی حکومت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یورپ اور مشرق وسطیٰ کے اکثر حصوں پر تھی۔ دنیا اس وقت دو بڑی طاقتوں میں منقسم تھی، فارس اور روم۔ مملکت فارس کی حکومت عراق، ایران، مشرقی عرب کے بعض حصوں اور وسطی ایشیا کے بہت سے حصوں میں قائم تھی۔ اور آج کے ترکی، شام، فلسطین، اردن، لبنان، عراق کے مغربی حصوں پر نیز مشرقی یورپ پر مشرقی رومی مملکت کی حکومت تھی جو بازنطینی سلطنت کہلاتی تھی اور پھر رومی مملکت کا صدر مقام روم، یعنی اٹلی میں تھا۔ لہذا روم آج اگر کہا جائے تو اس کا معنی یورپ ہے اور جیسا کہ ہم نے کہا کہ یورپ کے جوار یا مغرب ہے۔ یہ حدیث جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں، دو باتوں کا ذکر کرتی ہے، ایک یہ کہ مسلمانوں اور رومیوں کے مابین بڑی جنگیں ہوں گی اور دوسری بات جو یہ حدیث ظاہر کرتی ہے وہ یہ کہ رومیوں میں سے بہت سے لوگ مسلمان ہوں گے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ اسلام بہت پھیل چکا ہو گا۔ یہ حدیث بخاری میں ہے۔ اس ذیل میں چند احادیث ہیں۔ پہلی وہ ہے کہ جس کے بارے میں ہم پہلے بات کر چکے ہیں اور اس کے مختلف حصوں کو دیکھ چکے ہیں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرب قیامت کی چھ نشانیوں کا ذکر فرماتے ہیں، ان میں سے ایک نشانی یہ ہے:

..... هَذَانِ تَكُونُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الْأَصْفَرِ فَيَغْدِرُونَ فَيَأْتُونَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِينَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا

”پھر (چھٹی نشانی) وہ صلح ہے جو تمہارے اور بنو اصف (نصارائے روم) کے درمیان ہوگی، لیکن وہ دغا کریں گے اور ایک عظیم لشکر کے ساتھ تم پر چڑھائی کریں گے۔ اس میں اسی جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے ماتحت بارہ ہزار فوج ہوگی (یعنی نو لاکھ ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ وہ تم پر حملہ آور ہوں گے)۔“

مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان معاہدہ ہو گا اور رومی اس معاہدے کو توڑ کر مسلمانوں پر لشکر کشی کریں گے اور مسلمانوں اور رومیوں کے بیچ جنگ شروع ہو جائے گی۔ جنگ شروع کرنے والے رومی ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جو لشکر لے کر آئیں گے اس میں اسی جھنڈے ہوں گے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اسی فوجیں ہوں گی جو اس ایک لشکر کا حصہ ہوں گی اور ہر فوج بارہ ہزار فوجیوں پر مشتمل ہوگی اور ان کی مجموعی تعداد نو لاکھ ساٹھ ہزار بنتی ہے۔ غایۃ کا معنی بتالین بھی ہو سکتا ہے یعنی اس لشکر میں اسی بتالین ہوں گی اور ہر بتالین میں بارہ ہزار سپاہی ہوں گے۔ اگلی حدیث ہے:

عَنْ نَافِعِ بْنِ عُثْبَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ قَالَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمٌ مِنْ قِبَلِ الْمَغْرِبِ عَلَيْهِمْ ثِيَابُ الصُّوفِ قَوَافِقُهُمْ عِنْدَ أَكْمَةِ فَأَتَتْهُمْ لِقِيَامٌ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ قَالَ فَقَالَتْ لِي نَفْسِي انْتَبِهِي فَنُتَبِّهْنَهُمْ وَبَيْنَهُ لَا يَغْشَاؤُنَهُ قَالَ ثُمَّ قُلْتُ لَعَلَّهُ نَجَّى مَعَهُمْ فَأَتَيْتُهُمْ فَقَعْتُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَهُ قَالَ فَحَفِظْتُ مِنْهُ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ أَعُدُّهُنَّ فِي يَدِي قَالَ تَغْزُونَ جَزِيرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللَّهُ ثُمَّ فَارِسَ فَيَفْتَحُهَا اللَّهُ ثُمَّ تَغْزُونَ الرُّومَ فَيَفْتَحُهَا اللَّهُ ثُمَّ تَغْزُونَ الدَّجَالَ فَيَفْتَحُهَا اللَّهُ فَقَالَ نَافِعٌ يَا جَابِرُ لَا تَرَى الدَّجَالَ يَخْرُجُ حَتَّى تُفْتَحَ الرُّومُ (مسلم)

”حضرت نافع بن عتبہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک غزوہ میں شریک تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مغرب کی طرف سے ایک قوم آئی جن پر سفید اونٹنی کپڑے تھے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ٹیلے کے پاس ملے۔ وہ کھڑے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ مجھے میرے دل نے کہا کہ تو بھی ان کے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جا کر کھڑا ہو جا کہ کہیں وہ دھوکے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ ہی نہ کر دیں۔ پھر میں نے سوچا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کوئی راز کی بات کر رہے ہوں۔ بہر حال پھر میں ان کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ان کے درمیان کھڑا ہو گیا اور اسی دوران میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چار کلمات یاد کیے جنہیں میں نے اپنے ہاتھوں پر شمار کر لیا۔ آپ نے فرمایا: تم جزیرہ عرب میں جہاد کرو گے، اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں فتح عطا فرمائے گا، پھر تم اہل فارس سے جنگ کرو گے، ان پر بھی اللہ تمہیں فتح عطا فرمائیں گے، پھر تم روم سے جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ اس پر بھی تمہیں فتح عطا فرمائیں گے، پھر تم دجال سے جنگ کرو گے اور اس پر بھی اللہ تمہیں فتح عطا کریں گے، تو نافع نے کہا اے جابر! پھر ہم روم کی فتح سے پہلے تو دجال کو نہ دیکھیں گے۔“

اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ یہ واقعات پے درپے ہوں گے، ممکن ہے کہ ان کے واقع ہونے کے درمیان کئی سو سال کا فاصلہ ہو۔ جزیرہ عرب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہی فتح ہو گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی پورے کا پورا جزیرہ عرب اسلام کے زیر سایہ آچکا تھا۔ پھر فارس حضرت عمرؓ کے دور میں فتح ہوا۔ پھر رومیوں کے ساتھ

کئی لڑائیاں ہوئیں جو اب تک جاری ہیں۔ ایک حدیث جو شاید سند کے اعتبار سے زیادہ قوی نہیں ہے، میں اسی کا بیان ہے:

فَارَسُنْ نَطْحَةً أَوْ نَطْحَتَانِ، ثُمَّ لَا فَارَسَ بَعْدَ الرُّومِ ذَاتَ الْقُرُونِ، كُلَّمَا ذَهَبَ قَرْنٌ خَلَفَهُمْ قَرْنٌ مَكَانَهُ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”مملکت فارس کے لیے ایک یا دو ٹکڑیں ہی کافی ہیں“، نظریہ کہتے ہیں سیگوں والے مینڈھے کی ٹکڑی، جب وہ کسی چیز کو اپنے سر سے ٹکڑا کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مملکت فارس پر ایک یا دو حملے ہی کافی ہوں گے اور وہ ختم ہو جائے گی مگر رومی، وہ بہت سے سیگوں والے ہیں۔ جب ایک سینک ٹوٹے گا تو اس کی جگہ دوسرا سینک لے لے گا۔ اور سبحان اللہ ایسا ہی ہوا۔ مملکت فارس کے خلاف مسلمانوں نے دو بڑی لڑائیاں لڑیں اور پھر اس مملکت کی قوت ختم ہو گئی۔ پہلی جنگ قادسیہ کی اور دوسری نہاوند کی اور فارسی مملکت ختم ہو گئی، مگر رومی سلطنت کے خلاف حملوں کا ایک تسلسل ملتا ہے۔ خلفائے راشدین کے پورے دور میں مسلمان رومی سلطنت کے خلاف صف آرا رہے۔ اس کا آغاز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں غزوہ تبوک سے ہوا اور پھر غزوہ موتہ ہوا۔ پھر ابو بکرؓ کے دور میں انہوں نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کا لشکر روانہ فرمایا رومی سلطنت کے خلاف، پھر عمر بن خطابؓ اور پھر عثمانؓ رومیوں کے خلاف لڑے اور پھر حضرت معاویہؓ کے دور میں پھر رومیوں سے جنگ ہوئی اور اموی خلافت کے دور میں بھی یہ جنگیں جاری رہیں، پھر عباسی خلافت کے دور میں، پھر محمد الفاتح کے ہاتھوں مشرقی رومی سلطنت یعنی بازنطینی سلطنت مغلوب ہوئی لیکن پھر مغربی رومی سلطنت نے زور پکڑا اور عثمانی خلافت کے خلاف لڑنا شروع کیا۔ عثمانی خلافت اپنے پورے دور میں ان کے خلاف لڑتی رہی اور پھر مسلمانوں کی سرزمینوں پر یورپی ممالک، برطانیہ، فرانس اور اٹلی کا قبضہ ہو گیا..... مختصر یہ ایک طویل سلسلہ ہے، جب ایک شاخ ٹوٹ کر گرتی ہے تو ایک نئی شاخ اگ جاتی ہے۔ اگلی حدیث مبارک صحیح مسلم کی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَنْزِلَ الرُّومُ بِالْأَعْمَاقِ أَوْ بِدَائِقِ فَيَخْرُجُ إِلَيْهِمْ جَيْشٌ مِنَ الْمَدِينَةِ مِنْ خِيَارِ أَهْلِ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ فَإِذَا تَصَافَوْا قَالَتِ الرُّومُ خَلُّوا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الَّذِينَ سَبَّوْنَا مِنَّا فَنَقَاتِلُهُمْ فَيَقُولُ الْمُسْلِمُونَ لَا وَاللَّهِ لَا نَخْلِي بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ إِخْوَانِنَا فَيُقَاتِلُونَهُمْ فَيَنْهَزُهُمْ ثَلَاثُ لَا يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ أَبَدًا وَيَقْتُلُ ثُلُثَهُمْ أَفْضَلُ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ اللَّهِ وَيَفْتَتِحُ الثَّلَاثُ لَا يَفْتَنُونَ أَبَدًا فَيَفْتَتِحُونَ فُسْطَاطِيْنِيَّةَ قَبِيْنَمَا هُمْ يَقْتَسِمُونَ الْغَنَائِمَ قَدْ عَلَقُوا سُيُوفَهُمْ بِالزِّيْتُونِ إِذْ صَاحَ فِيهِمُ الشَّيْطَانُ إِنَّ الْمَسِيحَ قَدْ خَلَفَكُمْ فِي أَهْلِيكُمْ فَيَخْرُجُونَ وَذَلِكَ بَاطِلٌ فَإِذَا جَاءُوا الشَّامَ خَرَجَ قَبِيْنَمَا هُمْ يُعِدُّونَ لِلْقِتَالِ يُسَوُّونَ الصُّفُوفَ إِذْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مسلم)

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ رومی اعماق (شام میں حلب اور انطاکیہ کے درمیان ایک پر فضا علاقہ جو دابق شہر سے متصل واقع ہے) یا دابق میں اتریں گے۔ ان کے ساتھ مقابلے کے لیے اس وقت

روئے زمین کے بہترین لوگوں کا ایک لشکر روانہ ہوگا؛ جب وہ (دشمن کے سامنے) صف آراء ہوں گے تو رومی (عیسائی) کہیں گے تم ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان سے ہٹ جاؤ جنہوں نے ہمارے لوگوں کو قیدی بنایا ہوا ہے، ہم ان سے لڑیں گے (یہ وہ رومی ہوں گے جو یا تو اپنی صفوں کو چھوڑ کر مسلمانوں میں شامل ہو گئے یا پھر مسلمانوں نے ان کو جنگی قیدی بنایا اور اب رومی ان کا مطالبہ کریں گے تاکہ وہ انہیں قتل کر سکیں۔ کیوں؟ کیونکہ وہ مسلمان ہو گئے۔ یہ رومی فوج کے وہ سپاہی ہوں گے جو مسلمان ہو گئے لہذا رومی فوج ان کو قتل کرنا چاہے گی)، جو اباً مسلمان کہیں گے: اللہ کی قسم! نہیں! ہم اپنے بھائیوں کو تنہا چھوڑیں گے کہ تم ان سے لڑتے رہو (اسلام نے انہیں بھائی بھائی بنا دیا۔ وہ ایک دوسرے سے جنگ کرنے آئے تھے، مگر جب ان رومی سپاہیوں نے اسلام قبول کر لیا تو مسلمانوں نے انہیں اپنا بھائی کہا اور ان کی واپسی سے انکار کر دیا)۔ چنانچہ وہ ان (عیسائیوں) سے جنگ کریں گے۔ (جنگ شروع ہو جائے گی اور یہ خوب شدید جنگ ہوگی اور رومی فوج بہت طاقتور اور مضبوط ہوگی)۔ بالآخر ایک تہائی مسلمان بھاگ جائیں گے (جنگ کی شدت کی بنا پر، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) اللہ ان کی توبہ کبھی قبول نہیں فرمائے گا (یہ ایک تہائی مسلمان جو جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، اللہ رب العزت کبھی ان کی توبہ قبول نہیں فرمائے گا کیونکہ جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھگانا کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے، الا یہ کہ جنگی حکمت عملی کے تحت پیچھے ہٹا جائے) اور ایک تہائی قتل کر دیے جائیں گے، جو اللہ کے نزدیک افضل ترین شہداء ہوں گے۔ اور ایک تہائی فتح حاصل کریں گے اور وہ کبھی فتنے میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ (ان فتح یاب ہونے والوں کو اللہ رب العزت ثبات نصیب فرمائے گا اور یہ کبھی گمراہ نہیں ہوں گے)۔ پس وہ قسطنطنیہ کو (دوبارہ) فتح کریں گے (قسطنطنیہ آج کے دور کا استنبول ہے۔ اسے ایک مرتبہ پہلے محمد الفاتح فتح کر چکے ہیں مگر وہ دوسرا دور تھا۔ لہذا رومیوں سے اس جنگ کے بعد مسلمان اسے دوبارہ فتح کریں گے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رومیوں نے مسلمانوں کے کچھ علاقوں پر قبضہ کر رکھا ہوگا)۔ (پھر) جب وہ مال غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے اور اپنے ہتھیار انھوں نے زیتون کے درختوں سے لٹکائے ہوئے ہوں گے تو اچانک شیطان چبھ کر کہے گا: مسیح دجال تمہارے بال بچوں تک پہنچ چکا ہے۔ وہ وہاں سے نکل کھڑے ہوں گے مگر یہ جھوٹ ہوگا۔ جب وہ شام پہنچیں گے تو اس وقت دجال نکلے گا (یعنی یہ تمام واقعات مسیح دجال کے خروج کے قریب کے زمانے میں پیش آئیں گے)۔ اس دوران جب وہ جنگ کے لیے تیاری کر رہے ہوں گے اور صفیں سیدھی کر رہے ہوں گے تو نماز کے لیے اقامت کہی جائے گی، اس وقت حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نازل ہوں گے۔“

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فُسْطَاطَ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَ الْمَلْحَمَةِ بِالْعُوطَةِ إِلَى جَانِبِ مَدِينَةٍ يُقَالُ لَهَا دِمَشْقُ مِنْ خَيْرِ مَدَائِنِ الشَّامِ (ابو داؤد)

”سیدنا ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنگ کے موقع پر مسلمانوں کا خیمہ (مرکز) دمشق نامی شہر کی جانب میں واقع مقام غوطہ ہو گا اور دمشق شام کے بہترین شہروں میں سے ہو گا۔“

فرسطا بڑے خیمے کو کہتے ہیں اور یہاں اس کا معنی مسلمان فوجوں کا پڑاؤ ہے۔ پس اس حدیث کے مطابق مسلمان فوجوں کا مرکز غوطہ میں ہو گا جو شام کے ایک شہر، دمشق کے قریب یا اس کے اطراف میں واقع ہو گا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دمشق شام کے شہروں میں سے اس وقت بہترین شہروں میں شمار ہو گا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُمْ بِمَدِينَةِ جَانِبِ مِنْهَا فِي الْبَرِّ وَجَانِبِ مِنْهَا فِي الْبَحْرِ قَالُوا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَغْرُوهَا سَبْعُونَ أَلْفًا مِنْ بَنِي إِسْحَاقَ فَإِذَا جَاءُوهَا نَزَلُوا فَلَمْ يُقَاتِلُوا بِسِلَاحٍ وَلَمْ يَنْمُوا بِسَهْمٍ قَالُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهِ أَكْبَرُ فَيَسْقُطُ أَحَدُ جَانِبَيْهَا قَالَ تَوَرَّ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ الَّذِي فِي الْبَحْرِ ثُمَّ يَقُولُوا الثَّانِيَةَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهِ أَكْبَرُ فَيَسْقُطُ جَانِبُهَا الْأُخْرَى ثُمَّ يَقُولُوا الثَّلَاثَةَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهِ أَكْبَرُ فَيُفْرَجُ لَهُمْ فَيَدْخُلُوهَا فَيَغْنَمُوهَا فَيَنْتَمَتَا هُمْ فَيَقْتَسِمُونَ الْمَغْنَمَ إِذْ جَاءَهُمُ الصَّرِيحُ فَقَالَ إِنَّ الدَّجَالَ قَدْ خَرَجَ فَيَتَرَكُونَ كُلَّ شَيْءٍ وَيَرْجِعُونَ (مسلم)

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے ایک شہر کا سنا ہے جس کی ایک جانب خشکی میں اور دوسری طرف سمندر ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ بنو اسحاق میں سے ستر ہزار آدمی جنگ نہ کر لیں۔ جب وہ وہاں آئیں گے تو اتریں گے، وہ نہ ہتھیاروں سے جنگ کریں گے اور نہ تیر اندازی کریں گے، وہ کہیں گے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهِ أَكْبَرُ تو اس سے اس شہر کی ایک طرف گر جائے گی۔ ثور نے کہا میں سمندر کی طرف کے علاوہ کوئی دوسری طرف نہیں جانتا۔ پھر وہ دوسری مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهِ أَكْبَرُ کہیں گے تو شہر کی دوسری طرف بھی گر جائے گی۔ پھر وہ تیسری مرتبہ کہیں گے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهِ أَكْبَرُ پس ان کی لیے کشادگی کر دی جائے گی اور وہ اس میں داخل ہو جائیں گے اور مال غنیمت لوٹ لیں گے۔ پس اسی دوران کہ وہ مال غنیمت آپس میں تقسیم کر رہے ہوں گے کہ انہیں ایک چیچ سنائی دے گی جو کہہ رہا ہو گا کہ دجال نکل چکا ہے تو وہ ہر چیز چھوڑ کر لوٹ جائیں گے۔“

اگر علمائے حدیث نے تصریح نہ فرمائی ہوتی تو کوئی یہ گمان کر سکتا تھا کہ یہ شہر یورپ کے شہروں میں سے کوئی شہر ہے مثلاً وینس جس کا کچھ حصہ خشکی میں ہے اور کچھ سمندر میں۔ مگر علمائے حدیث نے تصریح فرمائی کہ اس حدیث میں قسطنطنیہ کا ذکر ہے۔ اور اس کی تطبیق اس طرح سے ہے کہ استنبول کا کچھ حصہ ایشیا میں ہے اور باقی یورپ میں اور دونوں حصوں کو باسفورس ملاتا ہے۔ لہذا استنبول کی ایک سمت ایشیائی ہے اور دوسری یورپی اور ان دونوں حصوں میں سے ایک آبنائے گزرتی ہے۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا بعض حصہ

سمندر میں ہے اور بعض خشکی میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ بنو اسحاق کے ستر ہزار مسلمان اس شہر پر حملہ نہ کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کسی قسم کے ہتھیاروں سے جنگ نہیں کریں گے بلکہ وہ ایک مرتبہ کہیں گے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهِ أَكْبَرُ اور شہر کی ایک سمت گر جائے گی، پھر وہ دوسری مرتبہ کہیں گے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهِ أَكْبَرُ اور شہر کی دوسری سمت بھی گر جائے گی اور جب وہ تیسری مرتبہ کہیں گے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهِ أَكْبَرُ تو شہر فتح ہو جائے گا اور وہ اس میں داخل ہو جائیں گے۔ پس یہ بنو اسحاق کون ہیں؟ یہودی بھی بنو اسحاق میں سے ہیں۔ علمائے حدیث مثلاً ابن کثیرؒ اور امام نوویؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ رومی ہوں گے جو مسلمان ہو چکے ہوں گے۔ ابتدائی دور کے مسلمان تاریخ دان رومیوں کو بنو اسحاق کی نسل سے بتاتے ہیں۔ اسلام کی ابتدائی کتابیں جو مسلمان تاریخ دان حضرات نے لکھی ہیں، ان میں درج ہے کہ رومی العیس بن اسحاق کی اولاد ہیں، لہذا یہ حدیث رومی مسلمانوں کا ذکر کر رہی ہے جو مسلمان فوج کا حصہ ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو استنبول کو فتح کریں گے۔ یہ یہودی بھی ہو سکتے ہیں جو مسلمان ہو گئے ہوں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ بنو اسحاق کی نسل سے ہوں گے اور مسلمان ہوں گے کیونکہ وہ استنبول کو دعاسے، اللہ کے نام سے فتح کریں گے۔ یا یہ وہیں پر بسنے والے لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے کہا کہ ترکی کی سرزمین، ایشیائے کوچک، بازنطینی سلطنت کا حصہ ہوتی تھا، تو ممکن ہے کہ جو لوگ وہاں بستے ہیں اور اب مسلمان ہو چکے ہیں وہی اس شہر کو فتح کریں۔ ہم جب قرب قیامت کی نشانیوں کی بات کرتے ہیں تو ہم غیب کی بات کرتے ہیں، مستقبل میں آنے والے واقعات جن کا ہمیں علم نہیں ہے۔ ہم اگر کچھ جانتے ہیں تو وہ احادیث کے لغوی معنی ہیں، لہذا علمائے حدیث کی تشریح درست بھی ہو سکتی ہے اور نہیں بھی کیونکہ یہ مستقبل کے واقعات ہیں جن کا علم صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ اور ان احادیث کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہمارے لیے مستقبل میں پیش آنے والے حالات کا نقشہ بنا دیا جائے بلکہ ان احادیث کا پہلا مقصد یہ ہے کہ اسلام کا معجزہ ظاہر کیا جائے، حدیث کا معجزہ کہ یہ مستقبل میں آنے والے واقعات ہیں جن کا علم کسی کو نہیں اور یہ اسی طرح واقع ہو رہے ہیں جس طرح کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بیان فرمائے گئے ہیں، ان احادیث کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ یہ اہل ایمان کے لیے بشارت ہیں۔ ان میں سے بہت سی احادیث ہمارے لیے خوشخبریوں پر مبنی ہیں سو یہ ہمیں اپنے دین پر اعتقاد اور مضبوطی عطا کرتی ہیں اور یہ مستقبل کے لیے نشانیوں کا کام بھی کرتی ہیں کیونکہ دور فتن میں ہمیں بہر حال رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ مستقبل کے بعض ادوار میں جب حالات بہت سخت ہو جائیں گے، اس وقت یہ احادیث ہمارے لیے سنگ ہائے میل اور رہنمائی کا کام دیں گی، البتہ یقینی طور پر ہم ان احادیث میں بیان کردہ واقعات کی تطبیق اسی وقت کر سکتے ہیں جب یہ واقعات ظہور پذیر ہوں گے۔ مثلاً وہ حدیث جس میں مدینہ سے ایک آگ کے نکلنے کا ذکر ہے جس کی روشنی میں بُصرہ کے اونٹوں کی گردنیں دکھائی دیں۔ اس آگ کا کیا مطلب تھا، کوئی نہیں جانتا تھا حتیٰ کہ یہ واقعہ رونما ہوا۔ یہ

ایک آتش فشاں تھا۔ بہت سے لوگوں نے شاید کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ حدیث میں جس آگ کا ذکر ہے وہ دراصل ایک آتش فشاں ہے، کیونکہ حدیث میں مدینہ سے نکلنے والی آگ کا ذکر ہے۔ آگ آتش زدگی سے بھی ہو سکتی ہے اور بڑھ پھیل کر بہت بڑا والا بھی بن سکتی ہے، لیکن جب یہ واقعہ رونما ہو گیا تو ہمیں یقینی علم حاصل ہو گیا کہ حدیث شریف کا کیا معنی تھا۔ اسی طرح دیگر احادیث کا بھی معاملہ ہے، واللہ اعلم۔

عہد قوطانی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ زُجْلٌ مِنْ قَحْطَانَ يَسُوقُ النَّاسَ بِعَصَاةٍ (بخاری)

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم ہونے سے پہلے قحطان (کے قبیلہ) سے ایک شخص ظاہر ہو گا جو اپنی لاٹھی سے لوگوں کو ہانکے گا۔“

ایک اور حدیث جسے ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے اور جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفا کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا ”ایک شخص جو (قبیلہ) قحطان سے ہو گا اور وہ سب کے سب صالح ہیں۔“ کیونکہ پہلی حدیث سے یہ تاثر لیا جاسکتا ہے کہ مذکورہ قوطانی کوئی ظالم شخص ہو گا جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا، لیکن اس دوسری حدیث کو دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ پہلی حدیث میں مذکور شخص خلیفہ ہو گا اور وہ صالح ہو گا۔ قحطان کون ہیں؟ قحطان یعنی عربوں کے اجداد ہیں، یعنی عرب قحطانی النسل ہیں۔ لہذا یہ شخص یعنی ہو گا اور یہ خلیفہ بنے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ یہ لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا۔ یعنی وہ شخص صالح مگر سخت گیر ہو گا۔ جس کا معنی یہ ہے کہ وہ برائی کے خلاف اور سزائیں دینے میں بہت سخت ہو گا۔ حدیث کے مطابق وہ شخص قوت والا ہو گا جیسی تو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے سیدھا کرے گا مگر اس کی سختی خیر کے لیے ہوگی اور بھلائی کے لیے ہوئے ہوگی۔ ممکن ہے کہ یہ مہدی کے دور سے پہلے ہو مگر بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مہدی کے دور کے بعد ہو گا۔

یہود کے ساتھ جنگ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ الْيَهُودَ فَيَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُونَ حَتَّى يَخْتَبِئَ الْيَهُودِيُّ مِنْ وَزَائِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ فَيَقُولُ الْحَجَرُ أَوْ الشَّجَرُ يَا مُسْلِمُ يَا عَبْدَ اللَّهِ هَذَا يَهُودِيٌّ خَلْفِي فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ إِلَّا الْغَزَقَ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرِ الْيَهُودِ (صحیح مسلم)

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ مسلمان یہودیوں سے جنگ کریں اور انہیں قتل کر دیں، یہاں تک کہ یہودی پتھر یا درخت کے پیچھے چھپیں گے تو پتھر یا درخت کہے گا: اے مسلمان! اے عبد اللہ! یہ

یہودی میرے پیچھے ہے، آؤ اور اسے قتل کر دو، سوائے درخت غرقہ کے، کیونکہ وہ یہود کے درختوں میں سے ہے۔“

قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ مسلمانوں اور یہود کے مابین جنگ ہوگی اور اس کا نتیجہ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب مسلمانوں اور یہود کے بیچ جنگ ہوگی تو مسلمان یہودیوں کو قتل کریں گے اور یہودی درختوں اور پتھروں کے پیچھے چھپے پھریں گے، اور درخت اور پتھر پکار پکار کر مسلمانوں سے کہیں گے کہ اے مسلمان، اے اللہ کے بندے ہمارے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے، آؤ اور اسے قتل کر دو، سوائے غرقہ کے درخت کے۔ غرقہ جھاڑیوں کی ایک قسم ہے اور جو لوگ فلسطین سے آتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ یہود اس جھاڑی کو بڑے پیمانے پر کاشت کر رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غرقہ کا درخت مسلمانوں کو یہودی کی خبر نہیں دے گا کیونکہ یہ یہود کا درخت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہود اسے کثرت سے کاشت کر رہے ہیں۔

یہاں میں آپ کی توجہ ایک نکتے کی طرف دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ یہودیوں کے ساتھ مسلمانوں کی لڑائیاں ہوتی رہی ہیں مگر وہ واضح نہیں تھیں، قومیت یا قبائلی عصبیت کی وجہ سے تھیں، اسلام کے واضح شعار لا الہ الا اللہ کے جھنڈے تلے نہیں تھیں۔ اب تک کوئی جنگ بھی ”مسلمانوں“ کی ”یہود“ کے خلاف نہیں رہی، بلکہ یہ جنگیں سیاسی حکومتوں کے مابین تھیں جن کی وفاداریاں ان کے مفادات سے جڑی تھیں، نہ کہ اللہ تعالیٰ سے۔ امت نے بطور امت اب تک یہود کے خلاف جنگ نہیں لڑی۔ گزشتہ جنگوں کا نتیجہ محض نقصان ہی تھا، ان سب میں یہود کو کامیابی حاصل ہوئی۔ جب کہ اس حدیث میں ہمیں کچھ مختلف چیز نظر آتی ہے اور وہ یہ کہ فتح مسلمانوں کو ملے گی اور اس کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ محض اس لیے لڑ رہے ہوں گے کہ وہ مسلمان ہیں۔ اور جب شجر و حجر پکار پکار کر یہود کے خلاف بلائیں گے تو وہ فلسطینیوں کو نہیں بلائیں گے، وہ کہیں گے اے اللہ کے بندے، اے مسلمان! یہ شجر و حجر کسی ملک کسی قومیت کو نہیں جانتے ہوں گے، یہ نہیں جانتے ہوں گے کہ آپ کہاں سے آئے ہیں، یہ صرف یہ جانتے ہوں گے کہ آپ مسلمان ہیں اور آپ اللہ کے بندے ہیں۔ اگر آپ کی شناخت مسلمان نہیں ہے، اگر آپ کسی اور شناخت کے ماتحت لڑ رہے ہیں تو یہ پتھر آپ کو نہیں پہچانے گا، یہ آپ کو صرف تعبی پہچانے کا جب آپ مسلم شناخت کے تحت لڑیں اور اسی کے ذریعے وہ آپ کو پکارے گا۔

مدینہ مہذبہ کو باہر نکال دے گا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَذْغُو الرَّجُلُ ابْنَ عَمِّهِ وَقَرِيبَهُ هَلُمَّ إِلَى الرَّحَائِ هَلُمَّ إِلَى الرَّحَائِ وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَخْرُجُ مِنْهُمْ أَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا إِلَّا أَخْلَفَ اللَّهُ فِيهَا خَيْرًا مِنْهُ أَلَا إِنَّ الْمَدِينَةَ كَالْكَبِيرِ تَخْرُجُ الْخَبِيثُ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَنْفِي الْمَدِينَةَ شِرَارَها كَمَا يَنْفِي الْكَبِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ (بخاری)

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی اپنے بھتیجے اور اپنے قربت والے کو پکارے گا کہ خوشحالی کے ملک میں چلو، خوشحالی کے ملک میں چلو۔ حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہو گا کاش کہ وہ جانتے ہوتے۔ اور قسم ہے اس پروردگار کی کہ میری جان اس کے ہاتھ میں ہے! کہ کوئی شخص مدینہ سے بے زار ہو کر نہیں نکلتا مگر اللہ تعالیٰ اس سے بہتر دوسرا شخص مدینہ میں بھیج دیتا ہے۔ آگاہ رہو کہ مدینہ لوہار کی بھٹی کی مانند ہے کہ وہ میل کو نکال دیتی ہے اور قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ مدینہ اپنے شریر لوگوں کو نکال نہ دے جیسے کہ بھٹی لوہے کی میل کو نکال دیتی ہے۔“

حدیث میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو آسانی اور سہولت کی خاطر مدینہ سے نقل مکانی کرتے ہیں اور اپنے رشتہ داروں کو بھی مدینہ چھوڑ کر دوسرے علاقوں میں سکونت اختیار کرنے کی تحریض دیتے ہیں کہ یہاں معیار زندگی بہتر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے اگر وہ جانتے۔ دنیا کے مختلف حصوں سے لوگ مثلاً امریکہ آتے ہیں اور یہاں کا معیار زندگی انہیں بہتر نظر آتا ہے تو وہ اپنے بھائیوں، اپنے چچا زاد بھائیوں کو بھی یہاں آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اسی طرح مدینہ سے نکلنے والے بھی جب کہ وہ جانتے ہیں کہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی کوئی مدینہ کو اس لیے چھوڑ جاتا ہے کہ اسے مدینہ سے محبت نہیں تو اللہ اس سے بہتر کسی شخص کو وہاں لاساتے ہیں۔

کیا یہ حدیث عموم کو مخاطب ہے؟ یا یہ کسی مخصوص دور کا ذکر ہے یا مستقل ہی مدینہ کا یہ معاملہ ہے؟ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے ساتھ خاص ہے۔ جب کہ امام نووی کہتے ہیں کہ یہ حدیث دجال کے دور کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ دو آراء ہیں اور دونوں ہی دلائل پر مبنی ہیں۔ قاضی عیاض اپنی رائے کے حق میں یہ حدیث لاتے ہیں:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَأَصَابَهُ وَغَكٌ فَقَالَ أَقْلِي بَيْعِي فَأَبَى ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ أَقْلِي بَيْعِي فَأَبَى فَخَرَجَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةُ كَالْكَبِيرِ تَنْفِي حَبْنَهَا وَيَنْصَعُ طَبِيبُهَا (بخاری)

”جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر بیعت کی، پھر اسے شدید بخار آگیا تو اس نے کہا کہ میری بیعت واپس کر دیجیے۔ آپ ﷺ نے انکار کر دیا، وہ پھر آپ کے پاس آیا اور کہا کہ میری بیعت واپس کر دیجیے، آپ ﷺ نے انکار کیا، آخر وہ (خود ہی مدینہ سے) چلا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ بھٹی کی طرح ہے اپنی میل پکیل دور کر دیتا ہے اور صاف مال کو رکھ لیتا ہے۔“

مدینہ کا موسم بہت غیر موزوں ہے، حتیٰ کہ اپنے ارد گرد کے علاقوں سے مختلف ہے۔ مدینہ کا موسم بہت گرم اور بہت خشک ہے۔ جب صحابہ کرام مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ گئے، تو چونکہ وہ ایک خاص طرح کے موسم اور ماحول کے عادی تھے لہذا مدینہ جا کر وہ بیمار ہو گئے۔ اس دور

میں مدینہ میں بخار پھیلا ہوا تھا۔ مستقل بخار کی کوئی کیفیت تھی مدینہ میں، فلویا اس قسم کی کوئی بیماری۔ مہاجرین صحابہ کو مدینہ میں بہت تکلیف اٹھانی پڑی۔ انصار کا تو وہ اپنا علاقہ تھا وہاں کے موسم کے عادی تھے لہذا ان کے لیے اتنی مشکل نہ تھی مگر مہاجرین کو بہت مشکل اٹھانا پڑی۔ قریش کو بھی خبر پہنچی کہ مہاجرین بہت برے حال میں ہیں اور بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریش پر مسلمانوں کی قوت واضح کر دینا چاہتے تھے جب آپ نے عمرہ کیا۔ لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ طواف کے ابتدائی تین چکر بھاگ کر طے کریں تاکہ صحابہ کی قوت نظر آئے اور یہ معلوم ہو کہ مدینہ کے بخار نے انہیں کمزور نہیں کیا۔ یہ سنت ہے کہ طواف کعبہ کے ابتدائی تین چکر بھاگ کر طے کیے جائیں۔ اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بخار کو مدینہ سے باہر نکلنے کے لیے دعا فرمائی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے بخار مدینہ کے اطراف منتقل ہو گیا۔ لیکن پھر بھی مدینہ کی آب و ہوا غیر موزوں ہے۔ قاضی عیاض کی دلیل مذکورہ حدیث ہے کہ مدینہ میں سکونت ترک کرنے کے حوالے سے حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے ساتھ خاص ہے۔ امام نووی جو یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث دجال کے دور کے ساتھ مخصوص ہے، ان کی دلیل بھی بخاری کی ایک حدیث ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِيئُ الدَّجَالُ حَتَّى يَنْزِلَ فِي نَاحِيَةِ الْمَدِينَةِ ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِينَةُ ثَلَاثَ رَحَفَاتٍ فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ كُلُّ كَافِرٍ وَمُنَافِقٍ

”سیدنا انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال آئے گا اور مدینہ طیبہ کے ایک کنارے پر ٹھہرے گا (کیونکہ دجال مدینہ میں داخل نہیں ہو سکتا)۔ اس کے بعد مدینہ تین مرتبہ بھونچال سے دوچار ہو گا یا مدینہ میں تین مرتبہ زلزلہ آئے گا۔ اس کے نتیجے میں ہر کافر اور منافق نکل کر اس (دجال) کی طرف چلا جائے گا۔“

یہ دلیل امام نووی کی ہے کہ مذکورہ حدیث فتنہ دجال کے دور کے بارے میں ہے۔ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک اور دجال کے دور دونوں سے متعلق ہے۔ بعض دیگر علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عمومی ہے اور یہ تمام حالات کے لیے ہے مگر پھر کوئی سوال کر سکتا ہے کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ بڑے بڑے صحابہ نے مدینہ چھوڑا؟ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ معاذ بن جبل، ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم نے مدینہ چھوڑا اور حضرت علیؓ نے تو اپنا دار الخلافہ ہی مدینہ سے باہر عراق میں بنایا۔ اگر یہ حدیث عمومی ہے اور ہر دور پر منطبق ہوتی ہے تو بڑے بڑے صحابہ کرام نے یہ جانتے ہوئے کہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے مدینہ کو کیسے چھوڑا؟ واللہ اعلم۔

لہذا آنے والے ادوار میں برے لوگ، خبیث مدینہ چھوڑ دیں گے مگر پھر ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب مدینہ کو خالی چھوڑ دیا جائے گا، سب کے سب مدینہ سے چلے جائیں گے اور مدینہ بالکل خالی رہ جائے گا۔ اور یہ بالکل آخر الزمان میں ہو گا، امام مہدی کے ظہور کے بعد اور حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کے بابرکت دور کے بھی بعد۔ بخاری شریف کی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

يَقُولُ يَتْرُكُونَ الْمَدِينَةَ عَلَى خَيْرٍ مَا كَانَتْ لَا يَغْشَاهَا إِلَّا الْعَوَاقِبُ يُرِيدُ عَوَاقِبَ السَّبَاعِ وَالطَّيْرِ وَأَجْرُ مَنْ يُخْشِرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُنْتَهَى يُرِيدَانِ الْمَدِينَةَ يَنْعِقَانِ بَغْتَمَهُمَا فَيَجِدَانِهَا وَخُشًا حَتَّى إِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَا عَلَى وَجْهِهِمَا (بخاری)

”تم لوگ مدینہ کو اچھے حال میں چھوڑو گے۔ پھر وہاں وحشی جانور یعنی درندے اور چرندے ہی چھا جائیں گے اور آخر میں مزینہ کے دو چرواہے مدینہ آئیں گے تاکہ اپنی بکریاں بانک کر لے جائیں تو وہاں صرف وحشی جانور پائیں گے، پھر جب وہ ثنیۃ الوداع پر پہنچیں گے تو اپنے منہ کے بل گر جائیں گے۔“

ایک اور حدیث جسے موطا امام مالک نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَتُتْرَكَنَّ الْمَدِينَةُ عَلَى أَحْسَنِ مَا كَانَتْ حَتَّى يَدْخُلَ الْكَلْبُ أَوْ الذِّئْبُ فَيُعْذِي عَلَى بَعْضِ سَوَارِي الْمَسْجِدِ أَوْ عَلَى الْمُنْبَرِ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَلِمَنْ تَكُونُ الثَّمَارُ ذَلِكَ الزَّمَانِ قَالَ لِلْعَوَاقِبِ الطَّيْرِ وَالسَّبَاعِ (موطا امام مالک)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مدینہ کو اس کے اچھے حال میں چھوڑ دو گے یہاں تک کہ کتیا بھیڑ یا آکر مسجد کے ستونوں یا منبر پر پیشاب کرے گا۔ صحابہ نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! اس زمانے میں مدینہ کے پھلوں کا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ وہ پرندوں اور جانوروں کے لیے رہ جائیں گے۔“

یقینی بات ہے کہ مدینہ انسانوں سے بالکل خالی ہوگا جہی کتے اور بھیڑیے اور دیگر جانور مسجد نبوی میں داخل ہو سکیں گے اور وہاں گندگی کریں گے۔ اور جیسا کہ ہم نے کہا کہ یہ آخر الزمان میں ہوگا اور اس کے بعد قیامت قائم ہو جائے گی۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ مدینہ کے پھلوں کا کیا ہوگا؟ کون ان سے فائدہ اٹھائے گا کیونکہ مدینہ اپنی کھجور اور پھلوں کی فراوانی کے لیے مشہور ہے۔ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ خروج دجال تک مدینہ پھلتا پھولتا شہر ہوگا، لوگ اس میں بستے ہوں گے اور یہ بہت اچھی حالت میں ہوگا اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور تک ایسا ہی رہے گا حتیٰ کہ حضرت عیسیٰؑ مدینہ میں وفات پائیں گے اور وہیں دفن کیے جائیں گے۔ اس کے بعد مدینہ کو خالی چھوڑ دیا جائے گا اور یہ تباہ ہو جائے گا، مگر یہ آخر الزمان میں ہوگا جب نیک لوگ باقی نہیں ہوں گے۔

حافظ ابن حجر عوف بن مالکؒ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ مدینہ کتنا عرصہ خالی رہے گا؟ آپ صلی اللہ نے فرمایا، چالیس سال۔ مدینہ کے خالی ہونے کی وجہ یہ ہوگی کہ اس دور میں کوئی اللہ کی عبادت کرنے والا باقی نہیں رہے گا۔ آج مدینہ کو آباد رکھنے والی کیا چیز ہے؟ مدینہ تجارت اور کاروبار کی وجہ سے آباد نہیں ہے بلکہ اللہ کی

عبادت نے اسے زندہ رکھا ہوا ہے۔ مکہ اور مدینہ کو باقی اور آباد رکھنے والی چیز امت ہے جو ان دونوں مقدس مقامات پر مراسم عبودیت ادا کرتی ہے۔ جب کوئی عبادت کرنے والا باقی نہیں رہے گا تو یہ شہر خالی اور ویران ہو جائیں گے۔

بابرکت ہوا اہل ایمان کی روحیں قبض کرے گی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَنْعِثُ رِيحًا مِنَ الْيَمِينِ الْيَمِينِ مِنَ الْحَرِيرِ فَلَا تَدْعُ أَحَدًا فِي قَلْبِهِ قَالَ أَبُو عَلْقَمَةَ مَثْقَالُ حَبَّةٍ وَ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ مَثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ إِيْمَانٍ إِلَّا قَبِضَتْهُ (مسلم)

”ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ یمن سے ایک ہوا بھیجے گا جو ریشم سے زیادہ نرم ہوگی اور کسی ایسے شخص کو نہ چھوڑے گی جس کے دل میں (ابو علقمہ نے کہا: ایک دانے کے برابر اور عبد العزیز نے کہا: ایک ذرے کے برابر بھی) ایمان ہو گا مگر اس کی روح قبض کر لے گی۔“

تمام اہل ایمان کی روح قبض کر لی جائے گی، لہذا آخر الزمان میں باقی رہ جانے والے صرف وہ لوگ ہوں گے جن کے دلوں میں ذرہ برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔ اور یہی وقت ہوگا جب مقامات مقدسہ ویران ہو جائیں گے۔ جب زمین کی پیٹھ پر ایک بھی اہل ایمان باقی نہیں رہے گا اور دنیا میں کوئی بھی نیک اور صالح شخص نہ ہوگا۔ اور اسی دور میں کعبہ بھی تباہ ہو جائے گا جو اگلی نشانی ہے قیامت کی۔

[یہ سلسلہ مضامین ناخبرہ روزگار مجاہد وداعی شیخ انور العولقی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے انگریزی میں ارشاد کیے گئے سلسلہ دروس 'Al-Aakhirah – The Hereafter' کا اردو ترجمہ ہیں، جو یوتیوب چینل، قسط وار مجلہ 'نوائے غزوہ ہند' میں شائع کیے جا رہے ہیں۔ شیخ انور کو دعوت الی اللہ کے جرم میں امریکہ نے ایک ڈرون حملے کا نشانہ بنایا جس میں آپ اپنی ایک اہلیہ سمیت سنہ ۲۰۱۱ء کے نصف ثانی میں جام شہادت نوش کر گئے!]

بقیہ: فضائل نماز

حافظ ابن قیمؒ ’تراذ النعاد‘ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز روزی کو کھینچنے والی ہے، صحت کی محافظ ہے، بیماریوں کو رفع کرنے والی ہے، دل کو تقویت پہنچاتی ہے، چہرے کو خوب صورت اور منور کرتی ہے، جان کو فرحت پہنچاتی ہے، اعضاء میں نشاط پیدا کرتی ہے، کابلی کو رفع کرتی ہے، شرح صدر کا سبب ہے، روح کی غذا ہے، دل کو منور کرتی ہے، اللہ کے انعام کی محافظ ہے، اور عذاب الہی سے حفاظت کا سبب ہے، شیطان کو دُور کرتی ہے اور رحمان سے قُرب پیدا کرتی ہے، غرض رُوح اور بدن کی صحت کی حفاظت میں اس کو خاص دُخل ہے، اور دونوں چیزوں میں اس کی عجیب تاثیر ہے؛ نیز دنیا اور آخرت کی مضرتوں کو دُور کرنے میں اور دونوں جہاں کے منافع پیدا کرنے میں اس کو بہت خصوصیت ہے۔



امیر المومنین

شیخ ہبہ اللہ اخوندزادہ نصرہ اللہ

کی ہدایات..... مجاہدین کے نام

مجاہد کے لیے آداب

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَجَعَ النَّاسِ وَأَحْسَنَ النَّاسِ وَأَجْوَدَ النَّاسِ قَالَ فَرَزَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ لَيْلَةً قَالَ فَاَنْطَلَقَ النَّاسُ قَبْلَ الصُّبُوتِ فَتَلَقَّاهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ سَبَقَهُمْ وَهُوَ يَقُولُ لَمْ تُرَاعُوا قَالَ وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ غَزِي فِي غُنْقِهِ السَّيْفُ فَجَعَلَ يَقُولُ لِلنَّاسِ لَمْ تُرَاعُوا قَالَ وَقَالَ إِنَّا وَجَدْنَاهُ بَحْرًا، أَوْ إِنَّهُ لَبَحْرٌ يَعْنِي الْفَرَسَ.

”رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ بہادر، سب سے زیادہ خوبصورت، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ غیرت والے تھے۔ ایک دن اہل یان مدینہ نے کوئی آواز سنی اور ڈر گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ ابو طلحہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر اس آواز کے پیچھے اس حالت میں گئے کہ گھوڑے کی پیٹھ تنگی تھی اور آپ ﷺ کے گلے میں تلوار لٹکی ہوئی تھی۔ پھر (واپس آکر) فرمایا: ڈرو مت، ڈرو مت (کچھ نہیں ہے)۔ پھر مجھ سے فرمایا ’سمندر میرے ہاتھ آیا ہے‘، (یعنی گھوڑا تیز ہے)۔“

ابن ابی النیکتہ ہیں کہ حسن ابن علی رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: یا ابن آدم! اذا قنعت بما رزقناک فانت اغنی الناس۔ یعنی ”اگر تم اس پر قانع ہو جاؤ جو ہم نے تمہیں دیا ہے تو تم سب لوگوں سے زیادہ غنی اور سرمایہ دار ہو۔“

ابن امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”أظهروا اليأس فانه غنى و إياكم والطمع فانه فقر حاضر“۔ ”لوگوں کے پاس جو ہے اس کے لیے دل میں طمع مت رکھو، یہی غنی ہے اور طمع سے اپنے آپ کو بچاؤ کہ یہی فقر ہے۔“

لقی عبد اللہ بن سلام کعب الأحبار عند عمر فقال يا كعب: من أرباب العلم؟ فقال: الذين يعملون به، قال: فما يذهب العلم من قلوب العلماء بعد اذ عقلوه وحفظوه؟ قال: يذهب الطمع و شره النفس وتطلب الحاجات إلى الناس قال: صدقت.

عبد اللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ نے کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں پوچھا: ”اہل علم کون ہیں؟“۔ انہوں نے جواب دیا کہ ”وہ جو علم پر عمل کرتے ہیں۔“ پھر عبد اللہ ابن سلام نے پوچھا، ”وہ کیا چیز ہے جو علم کو اس کے حصول کے بعد دلوں سے نکالتی

۱۶۔ مجاہدین کے لیے لازم ہے کہ کسی پر کسی قسم کا ظلم نہ کریں، نہ جانی، مالی اور نہ کسی اور قسم کا، اس لیے کہ مظلوم کی دعا مقبول ہوتی ہے، جیسا کہ حدیث میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

أن النبي صلى الله عليه وسلم بعث مبعثاً إلى اليمن فقال: اتق دعوة المظلوم، فإنها ليس تبينها وبين الله حجاب.

ترجمہ: ”جب رسول اللہ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو انہیں فرمایا: مظلوم کی بددعا سے بچو، اس لیے کہ اس کے اور اللہ کے بیچ کوئی پردہ نہیں ہوتا۔“

تو مجاہد اگر ایک فرد ہو، امیر ہو یا کوئی قاضی، اسے لوگوں پر ظلم نہیں کرنا چاہیے اور ضروری ہے کہ وہ ان کے ساتھ عدل کا معاملہ رکھے اور ان کے درمیان فیصلے انصاف کے ساتھ کرے۔ علامہ شیزری کا قول ہے:

”اعلم ان العدل اشرف اوصاف الملك واقوم لدولته لانه يبعث على الطاعة، ويدعو الى الألفة، وبه تصلح الأعمال، تنمو الأموال“

فرماتے ہیں ”جان لو کہ عدل بادشاہ کی سب سے اچھی اور اس کی بادشاہت کو قوی کرنے والی صفت ہے۔ عدل لوگوں کی اطاعت کا باعث بنتا ہے اور لوگوں کے دل میں محبت پیدا کرتا ہے۔ عدل کے ذریعہ لوگوں کے اعمال کی اصلاح ہوتی ہے اور اس کے باعث اموال میں اضافہ ہوتا ہے۔“

۷۔ مجاہد کو بہادر، صاحب حمیت، اہل تقویٰ اور عفت و حیا والا ہونا چاہیے اور اس کے دل میں اداروں اور امیر لوگوں کے مال کی حرص نہیں ہونی چاہیے۔ مالتی اپنی کتاب ’الشہب اللامع‘ میں فرماتے ہیں: ”جسم الحرب الشجاعة و قلبها التدبير و عينها الحذر و جناحها الطاعة و لسانها المكيدة، قائدما الرفق و سائقها النصر!“

”جنگ کا جسم بہادری ہے، اس کا قلب تدبیر ہے، آنکھیں اس کی بیدار ہوتی ہیں، اس کے پر اطاعت کے ہیں، زبان اس کی سمجھدار ہے، نرمی اس کی رہنما ہے اور اسے آگے لے جانے والی چیز نصرت ہے۔“

ہے؟“۔ انہوں نے جواب دیا، ”وہ حرص، طمع اور لوگوں سے مانگنا ہے۔“ عبد اللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا ”آپ نے سچ کہا۔“

زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا قادیسیہ کی جنگ میں ایسی حالت میں گئیں کہ ان کے چار بیٹے بھی ان کے ساتھ تھے۔ رات کے آخری پہر انہوں نے اپنے بیٹوں کو مخاطب کیا، فرمایا ”اے میرے بیٹو! تم نے خود اپنی رضامندی سے اسلام قبول کیا ہے اور خوشی سے ہجرت کی ہے۔ اللہ کی قسم مجھے یقین ہے کہ جس طرح تم ایک عورت کی اولاد ہو، اسی طرح ایک ہی باپ سے تم پیدا ہوئے ہو۔ نہ میں نے تمہارے باپ کے ساتھ خیانت کی ہے اور نہ ہی تمہارے ماموں کے لیے کبھی باعثِ عار بنی ہوں۔ میں نے تمہارا نسب و شرف کبھی بدنام نہیں ہونے دیا۔ بیٹو! تم جانتے ہو کہ اللہ کی راہ میں لڑنے کا کتنا عظیم اجر ہے؟ جان لو کہ آخرت کی زندگی دنیا سے بہت ہی زیادہ اعلیٰ اور بہتر ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: ”اے ایمان والو! صبر سے کام لو اور صبر پر خوب استقامت دکھاؤ اور دشمن کے مقابل محاذوں پر ڈٹے رہو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔“ اگر صبح تم لوگ صحیح سلامت رہے تو دشمن سے لڑنے کے لیے چلا جانا، اللہ سے دشمن کے خلاف فتح مانگو! اور جب میدان جنگ گرم ہو جائے، اس کی آگ کے شعلے بلند ہو جائیں تو پھر اس میں کود جانا، خوب بے جگری کے ساتھ لڑنا، یا تو فتح تمہیں ملے اور غنیمت لاؤ گے یا ہمیشہ کی زندگی سے اللہ تمہیں سرفراز کریں گے۔“ ان کے شہزادے اس نصیحت کے ساتھ میدان جنگ میں نکل گئے، ان کی زبانوں پر جنگ کے ترانے تھے، انتہائی بہادری کے ساتھ لڑے اور سب کے سب شہید ہو گئے۔ جب حضرت خنساءؓ کو ان کی شہادت کی خبر ملی تو اللہ کا شکر ادا کیا کہ اللہ نے اس احسانِ عظیم کا انہیں قابل سمجھا اور ان کے تحفوں کو قبول کیا اور دعا کی کہ اللہ مجھے بھی اپنی رحمت سے ان کے ساتھ ملوادیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی وفات تک ان کے چاروں بیٹوں کا وظیفہ جو ایک فرد کے سر پر دوسو درہم تھا، دیتے رہے۔ رضی اللہ عنہم وارضاهم!

(وما علينا إلا البلاغ المبين!)

بقیہ: مجاہد جہاد کیوں چھوڑ جاتا ہے؟

لیکن آزمائش اس راستے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ تاکہ ناپاک اور پاک جدا ہو جائے۔ یہ ایسا راستہ ہے جو خواہشات نفس اور اقتدار کے حریص کو پسند نہیں آتا۔ کیونکہ یہ ان کے حقیقتِ حال کے بالکل برعکس ہے۔ اور ان کے معبودوں اور شرک سے واضح براءت ہے۔ اس راستے کے علاوہ دیگر راستوں والوں کو تم دیکھو گے کہ ان کے اکثر عیش و عشرت والے ہیں۔ دنیا پر ٹوٹ مرنے والے۔ ان پر آزمائش کا کوئی اثر نظر نہیں آتا۔ کیونکہ بندہ اپنے دین کے برابر آزمایا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ

مصیبت جھیلنے والے انبیاء ہیں۔ اور ان کے بعد ان سے قریب تر پھر قریب تر۔ اور ملتِ ابراہیمی کے پیروکاروں کو سب سے زیادہ سخت آزمایا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کی طرف دعوت دیتے ہوئے انبیاء اللہ کے منہج پر گامزن رہتے ہیں۔“

☆☆☆☆☆

بقیہ: خیری علقم شہید

ریس المنا فقین عبد اللہ ابن ابی سلول کے بعض وارث تو اسی طرح منافقانہ انداز سے غم مناتے رہے جن میں سر فہرست سعودی عرب کا ابن سلمان ہے۔ اور بعض نے یہود کی حمایت میں منافقت کا قلابہ اتار پھینکا (علمائے سوء بھی جس کو جہاد کہے بنا نہیں رہ سکتے یعنی جہادِ فلسطین اس کی مذمت کی) اور کھلم کھلا اس جہادی کارروائی کو دہشت گردی کہا۔ محبت و اخوتِ یہود میں منافقوں کے بجائے کھلے کافروں کی صف میں کھڑے ہونے والوں میں حکومتِ ترکی، حکومتِ اردن اور حکومتِ متحدہ عرب امارات شامل ہیں (غلہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ)! اللہم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منهم!

☆☆☆☆☆

اپنی تاریخ مرتب کیجیے!

”قوموں کی تاریخیں ان جری جوانوں کے خون سے رقم ہوتی ہیں جو زمانے کا رخ موڑ دینے کا عزم اور حوصلہ رکھتے ہیں۔ افغانستان کے کوساروں میں رقم ہونے والی تاریخ ایسے ہی بلند حوصلہ نوجوانوں کی داستان ہے۔ آج احیائے اسلام کے لیے تن من دھن وقف کرنے کی ریت قائم کرنے کا سہرا ان کے سر ہے، جنہوں نے اپنے خون، ہڈیوں اور گوشت سے اس عمارت کی از سر نو تعمیر کی ہے۔ اُمت کے دورِ زوال میں ایسے نوجوانوں کا وجود معجزے کا درجہ رکھتا ہے اور یہ معجزہ امت کی نشاۃ ثانیہ کی نوید ہے۔ قومیں اپنی تاریخ کو رقم کرنا فرض گردانتی ہیں تاکہ آنے والی نسلیں ان اقدار کی پاسبان ہوں جن کی خاطر ان کے بہادر سپہوتوں نے جان کے نذرانے پیش کیے۔ نئی نسلوں کے کردار کی بہترین تعمیر ان کے رہ نماؤں اور ابطال کی زندگیوں کی داستان سنائے بغیر ممکن نہیں۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت سے ہمیں یہی رہ نمائی ملتی ہے اور صحابہ کرامؓ کا طرزِ عمل اس روش کی پابندی سکھاتا ہے۔“

(مجدد جہاد، شیخ عبد اللہ عزام شہید رحمہ اللہ)

مجاہد چھوڑ جاتا ہے؟

تالیف: **أبو البراء الإبي**
وجہ نمبر: **سولہ (16)**

یہ تحریر تنظیم قاعدۃ الجہاد فی جزیرۃ العرب سے وابستہ یمن کے ایک مجاہد لکھاری ابو البراء الإبی کی تالیف تبصرة المساجد فی أسباب انتكاسة المجاهد کا ترجمہ ہے۔ انہوں نے ایسے افراد کو دیکھا جو کل تو مجاہدین کی صفوں میں کھڑے تھے، لیکن آج ان صفوں میں نظر نہیں آتے۔ جب انہیں تلاش کیا تو دیکھا کہ وہ دنیا کے دیگر دھندوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا؟ اور اس سے کیسے بچا جاسکتا ہے؟ یہ تحریر ان سوالوں کا جواب ہے۔ (ادارہ)

سولہویں وجہ: اپنے آپ کو آزمائش کے لیے آمادہ نہ رکھنا

بعض لوگ یہ تصور کرتے ہیں کہ جہاد کا راستہ سنگ مرمر سے آراستہ اور گل و گلزار سے مزین ہے۔ جبکہ یہ الہی سنت کے مخالف ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سورہ عنکبوت میں فرماتے ہیں:

أَحْسِبِ النَّاسَ أَنْ يُفْتَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۚ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ۝ (سورۃ العنکبوت: ۲، ۳)

کیا لوگ یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ صرف یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی اور جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں ہم نے ان کو بھی آزمایا تھا (اور ان کو بھی آزمائشیں گے)۔ سو خدا ان کو ضرور معلوم کریں گے جو (اپنے ایمان میں) سچے ہیں اور ان کو بھی جو جھوٹے ہیں۔

یعنی کہ: کیا لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ یہ بات کر لیں گے اور پھر یونہی چھوڑ دیے جائیں گے۔ نہ ان کی آزمائش ہو نہ امتحان لیا جائے۔ جو یہ گمان کرے گا وہ پھسل جائے گا۔ لیکن جو اپنے آپ کو تیار رکھے۔ سختی کے مقابلے کے لیے آمادہ کرے۔ اسے توقع ہو کہ وہ گرفتار ہو سکتا ہے۔ وہ بیمار پڑ سکتا ہے۔ وہ غریب ہو سکتا ہے۔ یہ توقع ہو کہ اس کی بیوی اس کے گھر سے نکل کر اس سے خلع کا مطالبہ کرے اور اس سے براءت کا اعلان کرے۔ اسے توقع ہو کہ اس کا خاندان اس سے براءت کرے گا۔ اسے توقع ہو کہ اسے قتل کیا جاسکتا ہے۔ رب کی رضا حاصل کرنے کے راستے میں اسے ہر قسم کی آزمائش کی توقع ہو۔ وجہ توقع کے مطابق کوئی معاملہ پیش آجائے تو دیکھے گا کہ اس کا آپ اس بات کے لیے تیار ہے۔ اسے آزمائش آسان اور ہلکی محسوس ہوگی۔ اس کے اثرات کم پڑیں گے۔ لیکن اگر اس کی ذات اس کے لیے تیار نہ تھی تو خود تصور کریں کہ آزمائش کے اثرات کیا ہو سکتے ہیں؟! ۱

اسے چاہیے کہ جانے کہ دنیوی زندگی امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے۔ روئے زمین پر جتنی بھی آزمائش کے اسباب ہیں سب امتحان اور آزمائش کے لیے ہیں۔ پھر آخر کار سب نے فنا ہو جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَهَا لِيَبْلُوَهُمْ فِيهِمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۝ (سورۃ الکہف: ۷)

جو چیز زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین کے لیے آزمائش بنایا ہے تاکہ لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو قسم قسم کی آزمائشوں سے پرکھتا ہے تاکہ وہ اس دین کی طرف لوٹیں جو اس فطرت کے مطابق ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا۔ لیکن بعد میں انس و جن کے شیاطین نے اس کو دین فطرت سے پھیر دیا۔ اور تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو پاک صاف کر دے اور سچے اور جھوٹے، اور مومن اور منافق کے درمیان فرق واضح کر دے۔ یہ بندوں کے لیے الہی سنت ہے۔

اور آزمائش ایمان کی قوت کے مطابق آتی ہے۔ تاکہ مومن بندہ اس کے ذریعے بندگی کے مقامات میں اونچا بڑھتا جائے۔ جیسا کہ ہمیں محمد ﷺ نے بتایا:

أَمْسَدُ النَّاسِ بَلَاءُ الْأَنْبِيَاءِ ثُمَّ الصَّالِحُونَ، ثُمَّ الْأَمَنَةُ فَالْأَمْنَةُ، وَأَنَّ الْعَبْدَ لَيُبْتَلَى عَلَى حَسَبِ دِينِهِ، فَإِنْ كَانَ فِيهِ شِدَّةٌ زِيدَ فِي بَلَائِهِ

”سب سے زیادہ سخت مصیبت انبیاء کرام علیہم السلام پر آتی ہے، پھر صالحین پر، پھر درجہ بدرجہ عام لوگوں پر۔ بندے پر آزمائش اس کے دین کے اعتبار سے آتی ہے۔ اگر اس کے دین میں پختگی ہو تو اس کے مصائب میں مزید اضافہ کر دیا جاتا ہے۔“

کہ رہائش کے اعتبار سے کسی کیسی مشکل آسکتی ہے، ذرائع آمد و رفت نہ ہوں، سخت موسمی حالات ہوں، دشمن کے چھاپے ہوں، گرفتاری کا اندیشہ ہو، وغیرہ وغیرہ۔ کیا کھنے اور پینے والا اس سب کے لیے تیار ہے؟ (مدیر)

۱ مجاہدین عالی قدر! آئیے تھوڑی سی دیر کے لیے مراقبہ کرتے ہیں کہ ہمیں اس دنیا میں کیا کیا پسند ہے؟ گھر، جائیداد، گاڑیاں، پیسہ، اولاد، بیوی، اہل خاندان، دوست، معاشرے کا لالچ سٹائل، سہولیات زندگی۔ تصور کیجیے

نبی ﷺ کو جب ورقہ بن نوفل نے بتایا کہ:

کاش میں آپ کے ساتھ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو نکالتی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:
أَوْ مُخْرِجِيْهُمْ؟

”کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟“

ورقہ نے کہا: ہاں، جو بھی اپنی قوم کی طرف وہ لے کر آیا جیسا کہ آپ لے کر آئے ہیں تو لوگوں کی طرف اس سے دشمنی برپا ہو گئی ہے (اور اذیت دی گئی)۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اللَّهُ الْمُسْتَعَانُ

”اللہ ہی میرا مددگار ہے۔“

اسی طرح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا تھا۔ صحیحین کی حدیث میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ

قَالَ فَجِئْتُ فَقُلْتُ اَدْخُلْ وَبَشِّرْكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلَوَى تُصِيبُكَ قَالَ فَدَخَلَ فَوَجَدَ الْخُفَّ قَدْ مَلِئَ فَجَلَسَ وَجَاهَهُمْ مِنَ الشَّقِيقِ الْآخِرِ قَالَ شَرِيكَ فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فَأَوَّلَتْهَا فَبُورُهُمْ

جب رسول اللہ ﷺ مسجد سے نکل کر (مدینہ کے باغ) اریس میں داخل ہوئے تو اس کے کنارے پر بیٹھ کر اپنے پاؤں مبارک کنویں میں لگا دیے۔ اور فرمایا:

لَا تَأْذَنَ لِأَحَدٍ إِلَّا بَعْدَ أَنْ تَخْبِرَنِي

”کسی کو مجھے بتائے بغیر اجازت نہ دینا۔“ میں نے کہا: الحمد للہ، آج میں رسول اللہ ﷺ کا دربان ہوں۔ اسی دوران حضرت ابو بکر تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ ابو بکرؓ ہیں اجازت مانگ رہے ہیں۔

اُذْنُ لَهُ وَبَشِيرُهُ بِالْجَنَّةِ

”ان کو اجازت دے دو اور ان کو جنت کی خوشخبری دے دو۔“ پھر میں نے دیکھا کہ ایک انسان نے دروازہ کو ہلایا، میں نے کہا: کون؟ انہوں نے کہا: عمر۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور میں نے عرض کیا یہ حضرت عمرؓ آپ سے اجازت مانگتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اُذْنُ لَهُ وَبَشِيرُهُ بِالْجَنَّةِ

”ان کو اجازت دے دو اور ان کو جنت کی خوشخبری دے دو۔“ حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں: کاش ابو عامر آجائیں۔ (یعنی کہ ان کے بھائی۔ ان کا گمان تھا کہ جو بھی آئے گا اسے اجازت ملے گی۔ حالانکہ ایسا نہ تھا۔ یہ تو خاص خاص لوگوں کے لیے تھا)۔ پھر فرماتے ہیں کہ تیسرا انسان آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے کہا: کون؟ جواب دیا: عثمان۔ میں نے کہا: اے رسول اللہ، عثمان اجازت مانگ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

اُذْنُ لَهُ وَبَشِيرُهُ بِالْجَنَّةِ عَلَى بَلَوَى تُصِيبُهُ

”ان کو اجازت دے دو اور ان کو جنت کی خوشخبری دے دو، اس آزمائش پر جس سے وہ دوچار ہوں گے۔“ حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں میں نے انہیں ان کو آزمائش پر جنت کی بشارت دی تو حضرت عثمان نے فرمایا:

اللَّهُ الْمُسْتَعَانُ

”اللہ ہی میرا مددگار ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے درحقیقت انہیں تیار کیا۔ یعنی کہ حضرت عثمان کو آزمائش قبول کرنے کے لیے تیار کیا۔ چنانچہ جس دن وہ شہید ہوئے ان کے پاس چار سو غلام پہرہ داری پر مامور تھے۔ کیونکہ حضرت عثمان تاجر تھے۔ غلاموں نے کہا: آیا ہم آپ کا دفاع کریں۔ حضرت عثمان نے فرمایا: جس نے اپنا ہتھیار ڈال دیا تو وہ آزاد ہے۔ تو سب نے غلامی سے آزادی کے حصول کے لیے ہتھیار ڈال دیے۔ حضرت عثمان نے ان سب کو اللہ کی رضا کی خاطر آزاد کر دیا۔ پھر مدینہ کے صحابہ ان کی حفاظت کے لیے آئے۔ تو انہوں نے انکار کیا اور حکم دیا کہ وہ واپس چل جائیں۔ اور خود اپنے قرآن کریم کے نسخے سے تلاوت کرنے بیٹھ گئے۔ نہ کہ اپنے دفاع کے لیے کھڑے ہوئے۔ یہاں تک کہ بلوائی داخل ہوئے اور انہیں شہید کیا اور ان کا خون قرآن کے نسخے پر بہہ گیا۔ اللہ ان سے راضی ہو اور انہیں راضی کر دے۔ خون کا پہلا قطرہ اس آیت پر ٹپکا:

فَسَيَكْفِيكَهُمْ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ (سورة البقرة: ۱۳۷)

(تمہارے مخالف کے مقابلے میں) تمہیں خدا کافی ہے۔ اور وہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ آپ آزمائش کی توقع بھی رکھیں اور اس کے لیے اپنے آپ کو تیار بھی رکھیں۔ لیکن آزمائش کا سوال نہ کریں۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے عافیت ہی مانگیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُّوْا اللَّهَ نَعَالِي الْعَافِيَةِ فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا

”دشمن سے ملنے (مقابلہ) کی تمنامت کرو۔ بلکہ اللہ سے عافیت طلب کرو۔

لیکن جب ان سے مقابلہ کرنا ہی پڑے تو (تکالیف پر) صبر کرو (اور ایک روایت میں ہے کہ ثابت قدم رہو)۔“

مجاہد کے لیے لازمی ہے کہ وہ انتہائی صبر والا ہو، دور اندیش ہو، اپنے آپ کا محاسبہ کرتا رہے۔ راستے کی صعوبتوں کو جان لے۔ یہ بھی جان لے کہ اپنے آپ کو خراب کرنا بنانے سے بہت آسان ہے۔ خراب ہونا اس سے بہت آسان ہے کہ شخص اپنے آپ کو شکست برداشت کرنے کے لیے تیار کرے۔ اور شکست کے بعد پھر بھی جدوجہد جاری رکھنے کے لیے پر عزم رہے۔ کیونکہ انجام کار متقیوں کے لیے ہی ہے۔ یہ بخوبی جان لے کہ حقیقی کامیابی مبادی پر ثابت قدم رہنا ہے۔ رہامبادی کو عام کرنا تو اس کے لیے ساتھ ساتھ بھرپور کوشش اور محنت کرے۔ لیکن اپنے مبادی میں کامیابی حاصل کرنا یہ اس کے ذمہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کا کام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَلُوا بِمَنكُمُ وَيَعْلَمُ الظَّالِمِينَ ○ (سورة آل عمران: ۱۴۲)

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (بے آزمائش) بہشت میں جا داخل ہو گے حالانکہ ابھی خدا نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو تو اچھی طرح معلوم کیا ہی نہیں اور (یہ بھی مقصود ہے) کہ وہ ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کرے۔

مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ ○ (سورة آل عمران: ۱۷۹)

(لوگو) جب تک خدا ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے گا مومنوں کو اس حال میں جس میں تم ہو ہرگز نہیں رہنے دے گا۔ اور اللہ تم کو غیب کی باتوں سے بھی مطلع نہیں کرے گا البتہ خدا اپنے پیغمبروں میں سے جسے چاہتا ہے انتخاب کر لیتا ہے۔

یہ کتنی عظیم حکمت ہے..... تاکہ لوگوں کا فرق معلوم ہو جائے۔ فضیلت والے اور اندھے سر والے آپس میں جدا ہو جائیں۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

وَنَبَلُّوْهُمْ بِالْإِسْلاَمِ وَالْحَيٰوةِ النَّاصِحَةِ وَالْإِنۡشَاقِ جَعُوْنَ ○ (سورة الانبياء: ۳۵)

اور ہم تو لوگوں کو سختی اور آسودگی میں آزمائش کے طور پر مبتلا کرتے ہیں۔ اور تم ہماری طرف ہی لوٹ کر آؤ گے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے فوائد میں فرمایا ہے:

”اے عزیمت کے کھولے! تم کہاں اور راستہ کہاں۔ ایسا راستہ جس کی خاطر حضرت آدم تھکے۔ حضرت نوح چپے۔ حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے۔ حضرت اسماعیل ذبح ہونے کے لیے لیٹائے گئے۔ حضرت یوسف کو ستے دامنوں میں دیا گیا۔ اور قید میں چند سال گزارے۔ حضرت زکریا کو آرے سے چیرا گیا۔ پاکباز حضرت یحییٰ کو ذبح کیا گیا۔ حضرت ایوب نے تکلیفیں اٹھائیں۔ حضرت داود روتے رہے۔ حضرت عیسیٰ وحش کے ساتھ چلے۔ اور قسم قسم کی اذیتیں حضرت محمد ﷺ نے جھیلیں۔ اور تم کھیل کود میں لگے ہوئے ہو۔“

سید قطب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”نفس انسانی کی آزمائشوں کے ذریعے تربیت کرنا ناگزیر ہے۔ اور حق کی جنگ پر عزم کا خوف، مشکلات، بھوک، مال و جان میں کمی اور فصلوں اور میوہ جات کی کمی سے امتحان لیا جاتا ہے۔ یہ آزمائش ناگزیر ہے تاکہ مومن عقیدے کی رو سے اپنے اوپر عائد ذمہ داریاں ادا کر سکیں۔ تاکہ عقائد اتنے ہی دل میں راسخ ہوتے جائیں جتنا انہوں نے اس کے راستے میں تکالیف برداشت کیں۔ پہلے جھٹکے پر ہی عقیدے کو نہ چھوڑ دیں۔ یہاں تکالیف ہی وہ قیمتی دام ہے جس سے عقیدہ خود انسان میں مضبوط ہو اس سے قبل کہ دوسروں کے دلوں میں۔ جتنا وہ اس کی خاطر انہیں درد جھیلنے پڑتے ہیں اور جتنا اس کی خاطر انہیں قربانی دینا پڑتی ہے اتنا ہی یہ عقیدہ ان کے لیے قیمتی ہو جاتا ہے۔ اور اتنا ہی وہ ایسے عقیدے کے حق دار بن جاتے ہیں۔ آزمائش اس لیے بھی ناگزیر ہے تاکہ اصحاب عقیدہ کی کمر مضبوط ہو جائے۔ سختیوں سے چھپی طاقت اور قوت کے خزانے ابھر آتے ہیں۔ دلوں کی ایسی کھڑکیاں اور دروازے کھل جاتے ہیں جو کہ مومن کو صرف سختیوں کی ان ضربوں کے بعد ہی معلوم ہونے تھے۔“

شیخ ابو محمد مقدسی فرماتے ہیں:

”یہ کوئی نہ گمان کرے کہ یہ راستہ گل و گلزار سے آراستہ ہے۔ اور نہ ہی آرام اور آسائشوں سے بھرا ہے۔ بلکہ، واللہ، یہ سختیوں اور آزمائشوں سے بھرا ہے۔ لیکن اس کا خاتمہ مشک و عنبر ہے۔ اور رب کی رضا ہے۔ ہم نہ اپنے لیے آزمائش چاہتے ہیں اور نہ مسلمانوں کے لیے۔

(باقی صفحہ نمبر 21 پر)

کیا سائنٹا کلاز نے القاعدہ میں شمولیت اختیار کر لی؟

ادارہ المساب (مرکزی القاعدہ)

برسی کے موقع پر آنے والی نسلوں کو تحریض دلانے اور ان کے اندر قربانی کا جذبہ اجاگر کرنے کے لیے اس امت میں موجود صلاحیت اور قابلیت واضح کر سکیں۔

ماہ دسمبر میں کی گئی ان تائبانہ کارروائیوں کی یاد مناکر ہم ابطال اسلام کے کارناموں اور ان کی قیمتی قربانیوں کو یاد کرتے ہیں، جو انہوں نے ان جرائم اور مظالم کے رد عمل میں پیش کیں جن میں مغربی دنیا میں ہونے والے ہر جشن کے موقع پر اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ کرسمس کی شام اور نئے سال کی رات غاصب فوجیں ضرور بدترین جنگی جرائم کا ارتکاب کرتی ہیں۔

اسلام کی معاصر عسکری تاریخ میں وہ زمینی کارروائیاں جو مغربی دنیا میں کرسمس اور نئے سال کی تیاریوں کے موقع پر کی گئیں، بہترین کارناموں میں شمار ہوتی ہیں۔ زمانی ترتیب کے اعتبار سے بھی ان حملوں اور پہلے کیے گئے فضائی اور بحری حملوں میں مطابقت ہے، مثلاً یو ایس ایس کول کارروائی اکتوبر ۲۰۰۰ء میں کی گئی اور فضائی حملے ستمبر ۲۰۰۱ء میں۔

معاصر جہاد کا ایک امتیازی نشان یہ ہے کہ یہ مستقل مسلمانوں کو متحرک رکھتا ہے اور اہل ایمان کو جنگ میں اور صف اول کے مجاہدین میں شامل ہونے کی تحریض دلاتا ہے۔ تحریک کا یہ عمل لڑائی کے موسم میں خاص اہمیت کا حامل ہو جاتا ہے اور ایسے وقت میں مجاہدین عموماً فرضیت جہاد کی ادائیگی کی طرف خصوصی توجہ دیتے ہیں، اسی طریقے سے جیسے اللہ نے اسے واجب کیا ہے اور جس طریقے سے اللہ کی رضا حاصل ہو سکتی ہے۔

ایک ایسے وقت میں جب قطر اور امارات کے گمراہ کن اور مخرب فورمز سے ملحق ہوتی، ریمسوئی اور ابن یاہ جیسے جدت پسند، نام نہاد علماء پھسلواں فقہ تیسیر کی جانب مائل کرنے میں مصروف تھے، اس کوشش میں کہ قرآن و حدیث کے متون کی وسعت کو محدود کر سکیں اور ان کی حیثیت متن کی بجائے حاشیے کی سی کر دیں، اور جب وہ شہریت کی بنیاد پر مساوی حقوق کی فقہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور عیسائیوں کو ’خدا کے بیٹے‘ کی ساگرہ کے موقع پر مبارکباد کے پیغام دینے کے جواز کے بارے میں فتاویٰ جاری کر رہے تھے (اور ہم اس گستاخی پر اللہ ہی کی پناہ چاہتے ہیں) تاکہ بزعم خود، بدلتے ہوئے دور کے ساتھ قدم ملا کر چلا جاسکے اور اسلام کی روشن تر تصویر پیش کی جائے..... عین اسی وقت میدان جہاد سے وابستہ فقہاء اور علماء کی رائے ان کی رائے سے یکسر مختلف تھی اس بارے میں کہ امریکہ نواز علماء کے فتاویٰ کا مقابلہ کرنے کا بہترین طریقہ کیا ہے اور کس طرح امریکی اسلام کے حامیوں کو خاموش کروایا جاسکتا ہے۔ اہم ترین ہے

کہاوت ہے کہ شرک اور تثلیث کی علامت، گول مٹول سائنٹا، جسے عرف عام میں سائنٹا کلاز (Santa Claus) اور عرب دنیا میں بابا نویل کہا جاتا ہے، قطب شمالی میں رہتا ہے اور وہاں کھلونے اور شیرینی تیار کرنے کی ایک بڑی سی فیکٹری چلاتا ہے۔ کرسمس کی رات سائنٹا اپنی گھٹی پر سوار ہو کر دنیا کے سفر پر نکلتا ہے۔ اس کی گھٹی کو اڑنے والے آٹھ رین ڈیز (قطبی ہرن یا بارہ سگے) کھینچتے ہیں۔ اپنی اس بڑی سے گھٹی پر سوار ہو کر وہ ہر گھر کی چھت پر اترتا ہے اور اپنی مخصوص سرخ ٹوپی پہنے چینی سے گھر کے لاؤنج میں اترتا ہے اور آتش دان کے ساتھ بچوں کے لیے خاص طور پر بنایا ہوا شیرینی اور کھلونوں کا تھیلا لٹکا دیتا ہے۔

ممکن ہے کہ مغربی دنیا میں والدین کو بچوں کے معصوم جذبات کے ساتھ کھیلنے کی عادت ہو، اسی لیے کرسمس کی شام جب بچے سوئے چلے جاتے ہیں تو والدین آتش دان کے ساتھ ان کے لیے کھلونے وغیرہ رکھ دیتے ہیں اور بچے جب صبح بیدار ہو کر یہ سب دیکھتے ہیں تو ان کے تصور میں موجود یہ الف لیلوی داستان ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔

بچوں کے نگراں بزرگ سائنٹا کلاز کی لوک کہانی نے بڑوں کی دنیا میں داخل ہو کر اس وقت ایک دلچسپ موڈ اختیار کیا جب اس فرضی کردار نے افغانستان اور عراق میں امریکی فوج کے محافظ کا کردار ادا کرنا شروع کر دیا۔ لہذا کرسمس کی رات سائنٹا کلاز اپنی لمبی سفید داڑھی اور مخصوص سرخ ٹوپی کے ساتھ اکثر افغانستان میں موجود امریکی کیمپوں میں مہمان خصوصی (guest of honour) بننے لگا۔ کبھی کبھار وہ خط اول پر بھی نمودار ہوتا تاکہ ان فوجیوں کے حوصلے بلند کر سکے جن کے اعصاب مسلسل جنگ کی وجہ سے جھچکے تھے۔

اسی سلسلے میں کرسمس کی رات افغانستان میں صلیبی غاصب فوج کے بعض افراد سائنٹا کا بے چینی سے انتظار کرتے تاکہ وہ چپکے سے ان کی چھاؤنی میں گھس آئے اور ان کے لیے تحائف، شیرینی اور مشروبات لائے۔

شومی قسمت کہ بجائے سائنٹا کلاز کے محمد بن مسلمہؓ کے بیٹے نئے سال کی رات اکثر امریکی چھاؤنیوں کا دورہ کرتے ہیں تاکہ امریکیوں کو سائنٹا کے پسندیدہ سرخ رنگ میں رنگ سکیں۔ پس کیا سائنٹا نے القاعدہ کی بیعت کر لی ہے اور وہ نئے سال کی رات القاعدہ کے لیے جاسوس کا کردار ادا کرتا ہے؟ یا سائنٹا القاعدہ اور غاصب صلیبی فوجوں کا ڈبل ایجنٹ ہے؟

گزشتہ سالوں میں مسلسل جاری جنگ کی وجہ سے ہم محمد بن مسلمہؓ کے بیٹوں کی قربانیوں اور ان کی دلچسپ کہانیوں پر کماحقہ روشنی نہیں ڈال سکے۔ جنگ کی فطرت ہے کہ اس میں وقت، قوت اور زندگیاں سب کھپ جاتی ہیں۔ تاہم اب ہم موقع سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں تاکہ ان واقعات کی

کہ بنیادی طور پر کرسمس اور نئے سال کی رات منانے کے صحیح طریقے کے بارے میں ان کا ایک مختلف نقطہ نظر ہے۔

افغانستان کے مجاہد کمان دان ملا داد اللہ مجاہدین کو حکم دیتے تھے کہ صلیبیوں پر حملے کر کے، غنیم کفار کا خون بہا کر اور کرسمس کے جشن کو ان کے لیے ایک بھیانک خواب بنا کر دسمبر کے آخری دس دن منائیں۔ مجاہدین افغانستان میں یہ ایک معروف روایت بن گئی تھی۔ جنگ کے پورے دور میں نئے سال کی رات صلیبیوں کے خلاف حملوں کا ایک خاص اہتمام ہوتا تھا۔ مجاہدین اس موقع کو دشمن کے دلوں میں خوف بٹھا کر اور ان کی صفوں میں عدم تحفظ اور دہشت کا احساس پیدا کر کے مناتے تھے۔

جس وقت غنیم بوکھلایا ہوا نئے سال کی تقریبات منارہا ہوتا، مجاہدین اپنے حملوں کی کامیابی اور صلیبیوں کی ممکنہ اموات کا جشن منارہے ہوتے۔ تاہم نئے سال کی ایک رات ایسی ہے جو ہماری یادداشتوں میں ہمیشہ ثبت رہے گی، وہ رات جو خراسان میں ایک انوکھے طریقے سے منائی گئی، اور وہ ہے اکتیس دسمبر ۲۰۰۹ء کی رات۔

۲۰۱۰ء کا رسمی آغاز ہونے سے پہلے کے چند دن ایسی جہادی استخباراتی کارروائیوں سے مزین تھے، جن کی جاسوسی کی پیشہ ورانہ دنیا میں نظیر کم ہی دیکھنے کو ملتی ہے۔ اوائل جنوری میں سی آئی اے نے تسلیم کیا کہ دو فدائی مجاہدین کامیابی کے ساتھ امریکہ کے دفاعی نظام میں نقب لگا کر داخل ہو گئے۔ ان میں سے پہلے ایک نانچیرین شہری عمر فاروق ہیں (اللہ انہیں ربائی عطا فرمائے) جو امریکی ہوائی اڈوں کے سخت حفاظتی اقدامات سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ ڈیلنا ایئر لائن کے ایک جہاز کو فضا میں تباہ کرنے کی کوشش کے مراحل میں وہ ہوائی اڈوں کے حفاظتی اقدامات سے بچ نکلے، عسکری معیار کا بارود جہاز کے اندر لے جانے میں کامیاب ہو گئے اور اس سے پہلے کہ جہاز ڈیٹرائٹ (Detroit) کے ہوائی اڈے پر اترتا، وہ بارود کو کامیابی سے پھاڑ چکے تھے۔ گو کہ یہ کارروائی اپنا اصل مقصد حاصل نہ کر سکی، یعنی جہاز کو فضا ہی میں تباہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی تاہم اس سے امریکی معیشت، بالخصوص ایئر لائن کی صنعت کو بہت بڑا دھچکا ضرور لگا۔ نقصانات کا تخمینہ ۴۱ ملین ڈالر تک لگایا گیا، علاوہ اس نقصان کے جو امریکہ میں عدم تحفظ کی ایک نئی لہر کی صورت میں سامنے آیا۔

دوسرے فدائی مجاہد ابو دجانہ خراسانی (تقبلاً اللہ) خوست افغانستان میں سی آئی اے کی Forward Operating Base میں اپنی بارودی جیکٹ کے ساتھ داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ نیز سی آئی اے کے بہترین دماغوں کو بے تاثیر کرنے اور ایجنسی کو اس کے اسلام کے خلاف جنگ میں اس کے بہترین ماہرین سے محروم کرنے کے قابل بھی ہوئے۔ یہ حملہ اس طویل جنگ کا آخری معرکہ تھا جو القاعدہ نے سی آئی اے کے اعلیٰ ترین حکام کے خلاف دھوکے کی چال سے لڑی۔ قریباً سال بھر سے زیادہ عرصہ تک القاعدہ سی آئی اے کے

بعض بہترین دماغوں کو مہارت سے تیار کردہ اپنے شکنجے میں کسے کے لیے مستقل دھوکہ دیتی رہی اور اسے بے وقوف بناتی رہی۔

یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ سینسا کو لافضائی اڈے فلوریڈا میں کیا گیانڈر محمد الشمرانی کا حملہ بھی دسمبر (۲۰۱۹ء) کے مہینے میں ہی ہوا۔ یہ اولو العزمی، محنت، سوچے سمجھے منصوبے اور غیر معمولی جرأت سے عبارت ایک شاندار کارروائی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم محمد الشمرانی کی جتنی بھی تعریف کریں، وہ ان کے جواں مردانہ اور بے لوث عمل کی عظمت کا احاطہ نہیں کر سکتی۔

کرسمس کے قریب ہونے والی زمینی کارروائیوں کا خاتمہ ایک ایسی کارروائی پر ہوا جو معاصر جہاد میں قریباً بے نظیر ہے۔ یہ کارروائی بحر ہند میں سمباکمپ پر حملے کی کارروائی ہے جو الشباز سے منسلک پانچ فدائی مجاہدین نے کی اور اس کے نتیجے میں ہوائی اڈے پر ہنگروں (hangars) میں کھڑے سات امریکی جہاز تباہ ہوئے۔ پس اللہ رب العزت ان پانچ ابطل کو بہترین اجر سے نوازے کہ اس کارروائی کی درخشندگی لفظوں میں بیان نہیں کی جاسکتی۔

اس تحریضی مقالے میں ہم دور حاضر میں امت مسلمہ کی ایک یادگار جنگ کی متاثر کن یادوں میں آپ کو شریک کریں گے۔

بالکل اسی طرح جیسے ۱۱/۹ امریکہ کی تاریخ میں انقلاب کی حیثیت رکھتا ہے، اسی طرح ۱۲/۳۱ کی کارروائی سی آئی اے کی تاریخ میں نقطہ تغیر ہے۔ اس کارروائی کے روح رواں ڈاکٹر ابو ہمام البلاوی کی زندگی کی کہانی بہت منفرد ہے۔ یہ ہمیں فرعون کے دربار میں پرورش پانے والے موسیٰ علیہ السلام کی یاد دلاتی ہے۔ ہمام کو پہلے اردنی اور پھر امریکی استخباراتی اداروں نے بھانپا اور پھر انہیں القاعدہ میں نقب لگانے کے لیے تیار کیا۔ اس کہانی کا انجام البتہ دشمن کے لیے چشم کشا بھی ہے اور عبرت انگیز بھی اور جو اللہ رب العزت کے اس فرمان کی یاد دلاتا ہے:

فَالْتَقَطْهُ أَلْ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِينَ ○ (سورة القصص: ۸)

”تو اسے اٹھا لیا فرعون کے گھر والوں نے تاکہ وہ بن جائے ان کے لیے دشمن اور پریشانی (کا باعث) یقیناً فرعون، ہامان اور ان کے سب لشکر (اپنی تدبیر میں) خطا کار تھے۔“

آخر کار آخری حملہ جو انہوں FOB Chapman میں کیا اور جو کشت و خون اس میں ہوا، سی آئی اے اسے کبھی نہیں بھلا سکتی۔ سی آئی اے کے سابق افسر جیک رائس کے مطابق اس حملے کا شکار ہونے والا افسروں کا ایک چنیدہ گروہ تھا جن میں سے ہر ایک اپنے فن کا ماہر سمجھا جاتا تھا۔ ایک لمحے کے لیے اس حملے کے کامیابی کے پہلو کو نظر انداز کریں، مبادا کوئی ہمیں دشمن پر

جنگوں کے دوران ہونے والے معمول کے ایک چھوٹے سے حملے پر غایت مبالغہ اور بناوٹی جشن منانے کا سزاوار نہ ٹھہرائے، اور دشمن ہمیں یہی یقین دلانا چاہیے گا۔

فی الوقت ماضی کو ایک طرف رکھتے ہیں تاکہ معاملے کی اصل سے توجہ بنانے والے ہمیں گئے دور کے ستمبر اور دسمبر کی یادوں میں زندہ رہنے اور ان حملوں کی عام سی یادوں پر آنسو بہانے کا الزام نہ دے سکیں۔ ہمارا پہلا اور اولین مقصد یہاں یہ ہے کہ نوجوانوں کو تحریض دلائی جائے اور یہ سادہ سا پیغام انہیں پہنچایا جائے کہ امت کو بلند عزائم رکھنے والے رجال کی ضرورت ہے۔ امت کو ضرورت ہے صالح، زیرک اور ہوشیار نوجوانوں کے لشکر کی جن کے مقام و مرتبہ کا تعین ان کے جہادی فہم کا معیار اور ان کی عسکری ذکاوت و فراست کی تیزی کرتی ہو۔ ایسے لوگ جو اپنے ساتھیوں میں ایمان اور عزم کی آگ بھڑکائیں۔ اس جنگ کے ہر میدان میں یہی وہ عسکری دماغ ہیں جو دشمن کی صفوں کے عقب میں کام کرتے ہوئے اپنی بہترین صلاحیتوں کا اظہار کرتے ہیں۔

ابود جانہ ہام البلاوی شہید (تقبلہ اللہ) ان تمام اور کئی دیگر صفات سے متصف تھے۔ اس عالی ہمت فدائی کارروائی کے پیچھے انہی کا دماغ تھا؛ وہی اس شاندار کارروائی کے منصوبہ ساز، مرتب اور عامل تھے۔ یہ ایک انوکھی تجارت تھی جو انہوں نے اپنے رب کے ساتھ کی۔ بلند ہمت لوگوں کی یہ قسم، جو ناممکن کے حصول کا خواب دیکھتے ہیں اور پھر ثابت کرتے ہیں کہ کچھ بھی ناممکن نہیں ہوتا، یقیناً بہت قیمتی اور کسی بھی قوم کے لیے نادر روزگار ہوتی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمْ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (سورة التوبة: ۱۱۱)

”یقیناً اللہ نے خرید لی ہیں اہل ایمان سے ان کی جانیں بھی اور ان کے مال بھی اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے، وہ جنگ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں، پھر قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں، یہ وعدہ اللہ کے ذمے ہے سچا، تورات، انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کو وفا کرنے والا کون ہے؟ پس خوشیاں مناؤ اپنی اس بیع پر جس کا سودا تم نے اس کے ساتھ کیا ہے۔ اور یہی ہے بڑی کامیابی۔“

ابود جانہ جیسے کرداروں کے ممتاز ہونے کی وجہ دشمن کو اس کے اپنے کھیل میں بار بار دھوکہ دینے، جُل دینے اور ہرانے کی کامل صلاحیت ہے۔ ان کی کہانی کو جو چیز مزید خاص بناتی ہے وہ یہ کہ انہوں نے دشمن کا مکمل اعتماد حاصل کیا اور اسے قائل کیا کہ وہ ان کے لیے اس سفر کا انتظام کرے اور اس کے تمام اخراجات بھی برداشت کرے جس کی خواہش کب سے ان کے

سینے میں پل رہی تھی، یعنی وزیرستان کا سفر۔ مزے کی بات یہ ہے کہ انہوں نے اردنی استخبارات اور ان کے امریکی آقاؤں کو دو مرتبہ اس حماقت کی قیمت چکانے پر مجبور کیا جس کا ارتکاب انہوں نے کیا۔ پہلی مرتبہ اس دام کی تیاری کے لیے نقد کی شکل میں جو انہوں نے انہی (دشمن کے استخبارات) کے لیے تیار کیا اور دوسرا ان کی زندگیوں کی صورت میں۔ یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ کس طرح ہوشیاری سے انہوں نے اردنی استخبارات کا اعتماد حاصل کیا اور انہیں ایک پل کے طور پر اپنے اصل ہدف، یعنی سی آئی اے کی انسداد دہشت گردی ٹیم کے بڑے افسران تک پہنچنے کے لیے استعمال کیا۔

ابود جانہ نے ثابت کیا کہ وہ دشمن کو دھوکہ دینے اور انہیں اپنے دام میں پھنسانے کا خوب تجربہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے واشنگٹن سے خوست تک سی آئی اے کے ان بہترین دماغوں کو کامیابی سے ورغایا جن کا کام ہی اسلام کے خلاف جنگ لڑنا ہے۔ اللہ سے کیے ہوئے اپنے عہد کے تکمیلی مراحل تک وہ دشمن کو دھوکہ دیتے رہنے میں کامیاب رہے۔ انہوں نے امریکیوں کے ساتھ شطرنج کے اس طویل کھیل میں آخری چال چلنے کے لیے درست وقت اور درست جگہ کا انتخاب کیا۔ کارروائی کا منصوبہ انہوں نے اس طرح سے بنایا کہ وہ نئے سال کی رات سے متصل ہو گیا۔ یوں دشمن کے نئے سال کے جشن کو انہوں نے ایک عظیم جنازے میں تبدیل کر دیا۔

دسمبر کی کارروائیوں کو سرانجام دینے والوں کی کچھ نمایاں مشترک صفات ہیں۔ ممکن ہے کہ آنے والی نسلیں ان دلیر ابطال کی مثالوں سے سبق حاصل کریں۔ ابود جانہ جیسوں کو افتخار عطا کرنے والی چیز ان کے ایمان کی قوت اور گہرائی، اللہ کے ساتھ ان کا اخلاص، غیر معمولی ذکاوت اور بذلہ سخاوت ہے۔ اسی وجہ سے یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے کہ ان کارروائیوں کے کرنے والے اکثر افراد ڈاکٹر، انجینئر یا پائلٹ تھے؛ اور یہ شعبہ عموماً بہترین صلاحیتوں کے مالک افراد ہی اختیار کرتے ہیں۔

ان کارروائیوں کے مرد میدان ثبات، حوصلہ و ہمت، بہادری اور قوی دل رکھنے والے تھے۔ انہیں اللہ رب العزت نے دقت نظر اور ذہانت کا اعلیٰ درجہ عطا کیا تھا۔ انہوں نے خود کو ایسا باہمت ثابت کیا جو جان جو کھوں میں ڈالنے میں بھی تامل نہیں کرتا، جو ایسے مقام پر پیش قدمی کرتا ہے جہاں دوسرے جھجک کر پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ اہم تر یہ کہ یہ سب کے سب جانتے تھے کہ راز کی حفاظت کیسے کرنی ہے، کس طرح اپنے آپ کو نمایاں ہونے سے بچانا ہے اور اپنے کام کے دوران حفاظتی اصولوں کی پاسداری کس طرح کرنی ہے۔ انہوں نے اہداف کے چنناؤ سے اپنے کام کا آغاز کیا اور پھر منصوبہ سازی کے تمام مراحل سے ہموار طریقے سے گزرتے ہوئے فدائی کارروائی کو سرانجام دیا۔ مواقع کو پہچاننے کی صلاحیت، اس کے لیے پیش قدمی کا حوصلہ اور موجود مواقع کو بہترین طریقے سے استعمال کرنا کامیابی اور جہادی عمل کی اشد پذیر کی ضمانت ہے۔ حضرت سلیمانؑ کے ہمد کی طرح یہ تنہا مجاہد کی سنت ہے جس نے حضرت سلیمانؑ کو مطلع کرنے سے بھی پہلے از خود ایک جہادی کام کا بیڑا اٹھایا۔

یہ ابطال مجاہد کی بہترین اور اہم ترین صفات عطا کیے گئے تھے، یعنی وہ جو اپنے آپ میں ایک امت ہو، تنہا ہی ایک چڑھائی کرنے والے لشکر کی مانند ہو، دشمن کو دھوکہ دینے کی صلاحیت رکھتا ہو، دشمن کے دماغ میں داخل ہو کر اس کی سوچ کی گہرائی کو پہنچ سکتا ہو، دشمن کا مکمل اعتماد حاصل کرے، وسیع معاشرتی تعلقات بنائے، دشمن کے معاشرتی ماحول سے ہم آہنگ ہو جائے اور تفویض کردہ کردار کو اس طرح سے نبھائے کہ آخر تک کسی کو شک بھی نہ ہو سکے۔ استخبارات کی عالمگیریت کے اس دور میں یقیناً یہ تنہا مجاہد کے لیے اہم ترین صفات ہیں۔

یہاں یہ بتانا بے فائدہ نہیں ہے کہ آج دنیا کے تمام ممالک سمیت اپنے استخباراتی اداروں کے اسلام کے خلاف جنگ میں متحد ہو چکے ہیں۔ اس تمام عمل کی رہنمائی اور نگرانی سی آئی اے کرتا ہے جس نے عالمگیریت کے اس دور میں از خود معلومات کا ٹھیکہ اٹھایا ہے۔ گزشتہ تین دہائیوں میں ہم نے استخبارات اور محافظت کی دنیا میں انقلاب کا مشاہدہ کیا ہے۔ اہل کفر کی فوجوں کے خلاف ہماری سعی کسی ایک ملک کی سیکورٹی، یعنی ہر ملک کے جداگانہ استخبارات اور حفاظتی اصولوں کے خلاف مزاحمت سے منتقل ہو کر عالمی سیکورٹی کے خلاف ہو چکی ہے۔ بیشتر عالمی قوتوں اور ان کے مقامی گماشتوں کے استخبارات اور حفاظتی نظام ایک ہی زنجیر سے مربوط ہو گئے ہیں۔ اس نئے مشترکہ نیٹ ورک کے پیچھے عالمی سرمایہ داری کی سلطنت ہے۔ یہ سلطنت کی بنی اور انوکھی قسم ہے، تاریخ میں جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس سلطنت کے ایک رکن کی حیثیت سے سی آئی اے قومی استخباراتی ادارے سے نیم عسکری مشترکہ عمل کے ادارے میں تبدیل ہو گیا ہے جو عالمی سطح پر کام کرتا ہے۔ آج سی آئی اے خفیہ جنگوں میں ملوث ہے، ملکی اور غیر ملکی (نان سٹیٹ) کرداروں سے معاملات طے کرتی ہے، خفیہ جیلوں کا نظام چلاتی ہے اور حتیٰ کہ اپنی ماتحت حکومتوں کے معاملات بھی دیکھتی ہے۔ یہ ایسا واشنگٹن میں ہونے والے سیاسی فیصلوں کی بنیاد پر نہیں کرتی نہ ہی امریکی صدر کی ہدایات پر ایسا کرتی ہے، بلکہ یہ ان کے حکم پر ایسا کرتی ہے جو اس بنی عالمی سرمایہ دارانہ سلطنت کے ڈوریں ہلانے والے ہیں۔

لہذا یہ ضروری ہے کہ اس نئے چیلنج کا سامنا تخلیقی صلاحیتوں کے ساتھ کیا جائے۔ محض اللہ رب العزت کی توفیق سے تنظیم القاعدہ میں ایمان کے لشکر دور حاضر میں ان حفاظتی چیلنجوں پر قابو پانے، دنیا کے مضبوط ترین استخباراتی گٹھ میں داخل ہونے اور ایک پیچیدہ ترین جہادی استخباراتی کارروائی کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔

یہاں یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ ہماری جنگ کے لیے معیاری نمونہ جس کا امتیازی نشان جدت اور اختراع ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی محافظ، مجاہد صحابی محمد بن مسلمہؓ کا مدرسہ ہے۔ اس مدرسے کی روایت دھوکے اور فریب کی حکمت عملی استعمال کرنا ہے اور پیچیدہ عملیات کی تکمیل کے لیے کاٹھ کے گھوڑے (ٹرو جان ہارس) پر اعتماد ہے جس کے ذریعے دشمن کی کمر اس جگہ اور اس وقت توڑی جائے جہاں اسے بالکل توقع نہ ہو۔ القاعدہ نے اب تک اس

حکمت عملی کو استعمال کرتے ہوئے جتنی کارروائیاں کی ہیں وہ زمینی حملوں تک محدود نہیں ہیں، مثلاً جیسی کارروائی ابو دجانہ خراسانی اور محمد الشرائفی نے کی یا ۱۹۹۸ میں سفارت خانے میں کی جانے والی بمباری..... بلکہ اس قسم کی کارروائیاں فضائی اور بحری حملوں کو بھی مشتمل ہیں، جن میں سے اہم ترین ۱۱/۹ کارروائی اور یو ایس ایس کول کارروائی ہے جس کے نتیجے میں سترہ امریکی بحری ملاح ہلاک ہوئے۔ معاصر تاریخ میں الامشاء اللہ ہی کوئی مسلح تحریک ایسی ملتی ہے جو اس قدر مختلف النوع عملیات پر فخر کر سکے۔ ایک سابقہ سینئر روسی افسر نے اپنی کتاب 'The World after 9/11' میں درست تجزیہ کیا ہے کہ القاعدہ نے معاصر اسلامی تحریکوں کی تاریخ میں کامیابی کے ساتھ ایک اہم تاریخی تبدیلی کی ہے۔ اس نے گول پوسٹ (ہدف) کو افسران اور سربراہان مملکت کے قتل سے خود مملکت کے قتل کی طرف منتقل کر دیا ہے۔ اس کے مطابق القاعدہ پہلے غیر ملکی (نان سٹیٹ) کردار کی حیثیت سے عالمی جنگ میں داخل ہوئی۔ اس نے کہا کہ حفاظتی چیلنجوں پر قابو پانے میں تنظیم کی کامیابی کا سہرا اس کی معاشی خود مختاری اور ملکی اداروں سے کم سے کم تعلق کے سر پر ہے جس کی وجہ سے معلومات فاش نہیں ہوتیں۔ یہی وجہ ہے کہ استخباراتی ادارے جن کی تاریخ ہی اسلامی تحریکوں میں دخول کی ہے، عموماً القاعدہ کے منصوبوں اور اہداف سے مکمل طور پر بے خبر ہی رہتے رہے ہیں (وللہ الحمد)۔

اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں، ہمارے شہید ہمام البلاوی کی نمایاں ترین صفت اللہ کے ساتھ کیے گئے ان کے عہد میں ان کے منصوبے کا معیار تھا۔ انہوں نے پہلے جہادی حلقوں میں اپنی ساکھ ایک ذریعہ دماغ لکھاری اور نامور مفکر کی حیثیت سے بنائی۔ اس نے اردنی استخبارات کی توجہ کھینچی اور یہی ان کی گرفتاری اور قید کی وجہ بنی۔ تاہم ہمام نے جہاد کی خدمت میں اپنے بلند ترین عزم کا اقرار کرتے ہوئے قید کی آزمائش کو ایک انوکھے موقع میں تبدیل کر لیا۔ ان کی قید اس عہد کا پہلا مرحلہ تھی جو وہ اللہ سے کرنے چلے تھے۔ ٹارچر سیلوں میں یہ ذکی شخص اردنی استخبارات کو دھوکے سے یہ باور کرانے میں کامیاب ہو گیا کہ اس کے پاس ان کے سامنے پیش کرنے کے لیے کوئی اہم چیز ہے جو ان کے امریکی آقاؤں کی نگاہ میں ان کے مرتبے اور مقام میں بہت اضافہ کر دے گی۔ انہوں نے اپنی شخصیت، صلاحیتوں اور عزائم کے بارے میں جان بوجھ کر ایک خاص تاثر چھوڑا۔ محض اللہ رب العزت کی توفیق سے اردنی استخبارات نے اس تاثر کا مثبت جواب دیا جو ان کے ذہنوں میں ابودجانہ نے قائم کیا تھا۔ وہ قائل ہو گئے کہ ابودجانہ ان کے ساتھ غدار کی حیثیت سے نہیں بلکہ بعض جہادی مفادات کے حصول کے لیے باہمی دلچسپی کے امور میں تعاون کریں گے۔

اردنی استخبارات کے سربراہ، شریف علی بن زید، نے اپنی ایک ای میل میں ابودجانہ کو بتایا، جب کہ ابودجانہ وزیرستان میں تھے، ”اے ہمام! اے شیر اسلام! میری پیشہ ورانہ زندگی کا مستقبل، میری ترقی اور میری زندگی تمہارے ہاتھ میں ہے۔ شاہ عبد اللہ ذاتی طور پر تمہارے

کام اور تفصیلات پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ تم نے ہمارا امریکیوں کے سامنے فخر سے بلند کر دیا ہے اور ہمیں تمہاری کامیابیوں پر فخر ہے۔“ ابودجانہ نے اسے یقین دہانی کرائی اور تسلی دی۔ بن زید کیا جانتا تھا کہ اس نے اپنی زندگی واقعی ابودجانہ کے ہاتھ میں دے دی ہے!

اردنی افسران کو قائل کرنے کے بعد کہ انہوں نے اسے اپنے مقصد کے لیے بھرتی کر لیا ہے، انہوں نے خراسان کے لیے ایک ڈاکٹر کے طور پر نکت خریداجوزخیوں اور بیماروں کے علاج میں تعاون کرنا چاہتا ہے۔ مجھے میادین جہاد میں انہیں دیکھنا یاد ہے، معسکرات میں تربیت لیتے ہوئے، مریضوں کا علاج کرتے اور انہیں طبی مشورے فراہم کرتے ہوئے۔ وزیرستان میں ان کی آمد کے بعد ابودجانہ نے اپنے اصل پراجیکٹ (یعنی اللہ سے اپنے عہد) پر کام شروع کیا؛ مرحلہ وار، نہایت ذہانت، سرگرمی اور مکمل رازداری کے ساتھ۔ انہوں نے القاعدہ کی مرکزی قیادت کو اپنے منصوبوں سے آگاہ کیا اور ایک استخباراتی ٹاسک فورس ترتیب دی، تاکہ سی آئی اے کی اہم معلومات تک رسائی کی حرص سے بھرپور طریقے سے فائدہ اٹھایا جاسکے اور یوں سی آئی اے کے بہترین دماغوں کو ان کی خلاف قیاس قسمت کی طرف ورغلا کر FOB Chapman لایا جائے۔

سی آئی اے کے ان دماغوں کو بے اثر کرنے اور میدان سے ان کی غیر حاضری سے توقع تھی کہ افغانستان میں ایجنسی کا کام تعطل کا شکار ہو گا اور یہ افغانستان سے امریکہ کی جلد واپسی میں معاون ثابت ہو گا۔ ابودجانہ نے جس اہم بات کا بہت زیادہ خیال رکھا وہ یہ کہ بیک وقت ایجنسی کے دو افسران سے زیادہ لوگوں کا اپنے بھرتی کردہ ایجنٹ کے ساتھ اکٹھا ہونا سی آئی اے کے اصولوں کے خلاف تھا۔ ۱۹۸۲ء میں بیروت حملے کے بعد سے ایجنسی ان اصولوں کی سختی سے پابندی کر رہی تھی۔ پس اس پورے منصوبے میں سب سے بڑا چیلنج یہی تھا کہ کس طرح سی آئی اے کے بڑے اور ماہر افسران کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو ابودجانہ کے ساتھ ملاقات میں اکٹھا کیا جائے۔ یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ اسلام کے خلاف جنگ میں ان کی اہم معلومات کے حصول کی حرص کا اس قدر بھرپور طریقے سے استحصال کیا جائے کہ وہ اپنی تمام تر امیدوں کا مرکز ان معلومات کو بنالیں جو ابودجانہ نے انہیں فراہم کرنی ہیں۔

محض اللہ رب العزت کی مدد و رہنمائی کے ذریعے ایک انتہائی گمراہ کن کھیل کی بساط نہایت احتیاط کے ساتھ بچھائی گئی۔ اگر یہ کامیاب ہو گیا تو یہ امریکہ کا خود پر سے اعتماد ختم کر دے گا۔ ایک ایسے دام کے لیے تیاریاں کی گئیں جس میں سی آئی اے کے چند بڑے افسران کو ورغلا کر پھانسا تھا، بالکل اسی طرح جیسے امریکی فوجوں کو ورغلا کر موت کے شکار افغانستان میں گھیر کر لایا گیا۔ اللہ کی رحمت سے معاملات اسی طرح ہموار طریقے سے چلتے گئے جیسا کہ منصوبہ تھا۔ ابودجانہ نے اپنے رب سے کیا اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنی روح اپنے خالق کے سپرد کر دی۔ انہوں نے اپنی زندگی پر ان الفاظ کی مہر لگا دی جو وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ گفتگو میں اکثر دہرایا کرتے تھے کہ کب میرے الفاظ میرے خون سے سیراب ہوں گے؟۔

مکمل سکون، اطمینان اور پرفریب مسکراہٹ کے ساتھ وہ FOB خوست کے لیے روانہ ہوئے۔ سال بھر انہوں نے خود کو مکمل طور پر پرسکون، مجتمع اور خود پر مکمل طور پر قابو رکھا۔ ان کی جسمانی حرکات نے کبھی بھی ان کے اصل مقصد کو اردنیوں یا امریکیوں پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔ ان کے ساتھ تعامل کے پورے دور میں کہیں بھی انہیں کسی اضطراب یا جھجک کی علامت ان کے اندر نظر نہیں آئی جس سے انہیں ان کے اصل عزائم کے بارے میں شک بھی گزرتا۔ ان کی شخصیت، ان کے ذہن اور ان کے ارادوں کو پرکھنے میں یہ سی آئی اے کی بدترین ناکامی تھی۔ اور اسی ناکامی نے ان کے منہ پر Chapman مرکز میں بھرپور طمانچہ مارا۔ یہ ذکر بھی یہاں بے فائدہ نہیں کہ حملے کے دن جس لمحے انہوں نے دشمن کے ساتھ تعامل شروع کیا اس وقت سے لے کر سی آئی اے کے ان غیر مشکوک افسران کے ساتھ بیٹھنے تک، جو واشنگٹن سے بالخصوص ان سے ملاقات کی خاطر آئے تھے، ان کی کسی جسمانی حرکت سے ان کے اصل ارادوں کا اظہار نہیں ہوا تھا۔ غیر معمولی استقلال، جرأت اور عزم کے ساتھ انہوں نے وہ کارروائی سرانجام دی جسے اس بدترین بھیانک خواب کی طرح ہمیشہ یاد رکھا جائے گا جس سے ایجنسی کو اپنی پوری تاریخ میں واسطہ پڑا۔

حملے کے بعد بہت سی فلموں اور خبروں نے سی آئی اے کے منہ پر پڑنے والے اس بلند آہنگ طمانچے کی تفصیلات نشر کیں۔ تاہم امریکیوں نے بعض اہم چیزوں سے جان بوجھ کر صرف نظر کرنے کی کوشش کی اور وہ یہ کہ ابودجانہ نے اس کارروائی کو سرانجام دینے کے لیے سب سے حساس وقت چنا تھا۔ نہایت احتیاط کے ساتھ ایسے موزوں وقت کا چناؤ کیا گیا جس سے درانداز غاصبوں اور پیچھے ان کے خاندانوں کو بے انتہاد کھ اور تکلیف پہنچے۔ ”نیویارک ٹائمز“ کے الفاظ میں ”یہ ایک ناقابل فراموش سانحہ تھا۔ یہ پورا معاملہ ہی وائٹ ہاؤس کے چہرے پر بدترین چھپر اور اوباما، اس کے نائب بائیڈن اور موساد کے ایجنٹ شاہ اردن کے لیے انتہائی شرمناک تھا، جو نہایت بے چینی کے ساتھ اس قیمتی معلومات کے منتظر تھے جو نئے سال کی رات ابودجانہ نے انہیں فراہم کرنی تھیں۔ اس کے بجائے وہ ہو جس کی توقع انہوں نے کبھی خواب میں بھی نہ کی تھی۔

اپنے تصورات کے گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی کرتے ہیں اور ایک لمحے کے لیے ابودجانہ کے جذبات کا تصور کرتے ہیں جب کہ وہ ان فیصلہ کن لمحات میں دشمن کے سامنے کھڑے تھے۔ پس ان آخری لمحات میں، جس کے بعد سی آئی اے نے اس مبارک حملے میں اپنے بہترین دماغوں کو کھویا، کیا افشا ہوا؟

ہمارے شہید، ہمام ایک خاندانی شخص تھے۔ ان کے بھائی بہنیں اور والدین تھے۔ پس ایسا شخص کس طرح اپنی زندگی ایک فدائی کارروائی کی نذر کر سکتا ہے؟ اور انہوں نے اپنی بارودی جیکٹ

پھاڑنے سے پہلے امریکیوں سے کیا کہا؟ اپنے خالق کے سپرد اپنی روح کرنے سے پہلے ان کے آخری الفاظ کیا تھے؟

یہ وہ سوال ہیں کہ شاید ان کا کوئی یقینی جواب نہیں ہے اور صرف وہ لوگ جنہوں نے ابودجانہ کی جہادی زندگی میں ان کے ساتھ وقت گزارا ہے، وہی کچھ اندازہ کر سکتے ہیں۔ اس مضمون کے لکھاری کے لیے ابودجانہ جیسے شخص کی دوستی ایک اعزاز کی بات ہے۔ اور ان کی شخصیت سے واقفیت کی بنیاد پر ہی مجھے اس بات پر کوئی شک نہیں کہ ان آخری لمحات میں ان کی اپنے رب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جنت سے محبت دنیا کی ہر محبت پر غالب آگئی ہوگی۔ انہیں یقین تھا کہ وہ اس دنیا کی عارضی زندگی سے ایک بہتر زندگی کے طرف سبقت کر رہے ہیں اور دشمن کے بیچوں بیچ اپنی بارودی جیکٹ پھاڑ کر وہ اپنی روح کو اس کی عارضی قیام گاہ سے، اس جسم سے آزاد کر دیں گے اور اللہ اس کے رسول اور اہل ایمان کی رضا حاصل کر کے بیشگی کی زندگی اختیار کریں گے۔ پس اللہ ابودجانہ پر ابدی زندگی میں رحمتیں نازل فرمائیں!

سیاسی تجربہ کار، عسکری ماہرین اور بڑے استخباراتی افسران سب کا ہی اس بات پر اتفاق ہے کہ ابودجانہ نے جو کارروائی کی وہ پیشہ ورانہ مہارت رکھتی تھی اور اس نے سی آئی اے کی ساکھ کو بہت نقصان پہنچایا۔ اس کے نتیجے میں امریکہ میں سی آئی اے کی عملی صلاحیتوں پر اعتماد متزلزل ہو گیا اور یہی وہ بات ہے جس نے اس کارروائی کو کامیابی کی ایک مکمل تصویر بنا دیا۔ اس حملے کے مابعد اثرات نے سی آئی اے کا اپنے گماشتوں (ایجنٹس) اور جواسیس پر سے اعتماد اٹھا دیا۔ دیگر استخباراتی ایجنسیوں مثلاً اردنی استخبارات کے ساتھ شراکت کے بارے میں تحفظات کھڑے ہونے لگے۔

اس پورے مرحلے کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ القاعدہ کا ایک مجاہد پورے ایک سال سے زیادہ عرصے تک دنیا کے بہترین آزمودہ کار استخباراتی افسران کے ساتھ تہمتا تعامل کرتا رہا۔ وہ تنہا ہی انہیں دھوکہ دینے اور ورغلانے میں کامیاب رہا۔ محض ایک ہٹن دبا کر نہ صرف اس نے ان کی اس پوری ٹیم کو اڑا دیا جسے وہ دھوکہ دیتا رہا بلکہ اہم ترین یہ عالمی اکھاڑے میں امریکہ کی ساکھ کو بھی بری طرح تباہ کیا۔ اس کے نتیجے میں ایجنسی میں بہت سوں نے استعفیٰ دیا جس کی وجہ سے ادارے کا کام تعطل کا شکار ہوا اور ایجنسی کا اپنے جواسیس اور ملحقہ اداروں کے ساتھ تعامل میں اعتماد ختم ہو گیا۔

سی آئی اے کا ایک سابقہ افسر، گیری برنٹسن کہتا ہے:

”پرانے دور میں جب ہم روسی عملیات کر رہے تھے، اگر آپ کا کوئی ڈبل ایجنٹ ہوتا تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوا کہ وہ آپ کو غلط معلومات فراہم کرے۔ لیکن آج اگر آپ کا کوئی ڈبل ایجنٹ ہوتا ہے تو وہ آپ کے منہ پر بارود پھاڑ دیتا ہے۔“

سی آئی اے کے بنیادی یونٹ کا سابق سربراہ مائیکل شوئیر اس کارروائی کو استخباراتی معیار سے انتہائی شاندار قرار دیتا ہے۔ اس نے نشاندہی کی کہ مرنے والوں میں پانچ سی آئی اے کے بہترین افسران تھے جو القاعدہ کے موضوع پر ماہر تھے اور مستقبل قریب میں اس نقصان کا بھرنا تقریباً ناممکن ہے۔

نیوٹ کے ایک بلند منصب ذریعے کے حوالے سے نیویارک ٹائمز نے خبر دی کہ اس حملے کے فوراً بعد افغانستان میں وہ FOB بند کر دیا گیا جسے طویل عرصے سے سی آئی اے کے گماشتے استعمال کر رہے تھے۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا کہ اس کارروائی سے جو نقصان ہوا ہے وہ ناقابل تلافی ہے۔ ابامانے سی آئی اے کے عملے کو تعزیتی پیغامات بھیجے۔ گارڈین اخبار کے مطابق اس نے اس حملے کو ایجنسی کے لیے ایک غیر معمولی سانحہ قرار دیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایجنسی کی تاریخ کا یہ سب سے بڑا حادثہ ہے۔ اول و آخر اس عظیم کامیابی کا سہرا انتہا اللہ رب العزت کے سر ہے اور پھر دلیر مجاہد بھائی ڈاکٹر ہمام خلیل البلاوی اور القاعدہ کے ان حلقوں کے سر ہے جنہوں نے اس کارروائی کے انتظامی امور سنبھالے۔ ہم اللہ رب العزت سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ان مخلصانہ کوششوں کو قبول فرمائے اور شہید ہمام البلاوی کو روز قیامت بلند مقام عطا فرمائے۔

اس کارروائی اور اس میں سی آئی اے کو دھوکہ دینے کے لیے استعمال ہونے والی تکنیک کی بیشتر تفصیلات راز ہیں کہ یہ تنظیم کے استخباراتی ریکارڈ کا حصہ ہے اور اگر اللہ نے چاہا تو آئندہ بھی اسی قسم کی کارروائیوں کے سلسلے میں اس مواد کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس میں ابودجانہ اور امریکیوں اور ان کے اردنی گماشتوں کے درمیان مرسلت ہے، ابودجانہ کی امریکیوں کے ساتھ ملاقات کی تفصیلات پر مبنی ویڈیوز ہیں اور کارروائی کے لیے ان کی تیاریوں کی تفصیلات شامل ہیں۔ ممکن ہے کہ مستقبل میں کسی مناسب وقت پر ہم اس میں سے کچھ مواد نشر بھی کر دیں۔

یہاں ہمارا مقصد نئی نسل کے ایمان کو جلا بخشنے کے لیے انہیں جرأت اور بے غرضی کے ان متاثر کن افعال کی یاد دہانی کرانا ہے۔ ان کے دینی بھائیوں کی سچی کہانیاں بیان کر کے ہم اپنی نوجوان نسل کے دلوں میں اعتماد اٹھیلنا چاہتے ہیں اور انہیں شجاعت اور بہادری کے اعمال کی تحریض دینا چاہتے ہیں۔ اللہ رب العزت کے درج ذیل حکم کی پیروی کرتے ہوئے اہل ایمان کو ظلم اور نا انصافی کے خلاف لڑنے اور اس کا مقابلہ کرنے پر اکسانے کے ساتھ ساتھ کفار کو بھڑکانا اور غصہ دلانا بھی ہماری یکساں ذمہ داری ہے:

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسُكَ وَحَرِّضَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى اللَّهِ
أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا (سورة النساء: ۸۴)

”پس (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) آپ جنگ کریں اللہ کی راہ میں! آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے سوائے اپنی ذات کے البتہ اہل ایمان کو آپ اس کے لیے اکسائیں، بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ جلد ہی ان کافروں کی قوت کو روک دے.....“

مسلمانوں کی نوجوان نسل سے ہم کہتے ہیں: تمہارے دینی بھائیوں نے پچھلی نشستوں کی زندگی قبول کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ جلد طرز زندگی اہل ایمان، باصلاحیت اور باہمت لوگوں کو سزاوار نہیں۔ وہ اپنی زندگیوں کے قصے اپنے خون سے تحریر کرتے ہیں۔ پس ان کے الفاظ اور افعال کی وراثت کا حق ادا کرو۔ وہ کہاں ہیں جو اپنے رب کے ساتھ سود مند تجارت کریں اور ایسی شاندار کارروائیاں کر کے اپنی جان اور اپنا مال اللہ رب العزت کے ہاتھ بیچ دیں جنہیں آنے والی نسلیں ہمیشہ یاد رکھیں؟ کہاں ہے مستقبل کی قیادت جو اپنے اجداد کی وراثت کا حق ادا کرے؟

آج امت کو پھر ایک بار ضرورت ہے اس پائلٹ اور انجینئر کی فراست و ذکاوت کی، وہ شہید جس نے ۹/۱۱ کارروائیوں کی سربراہی کی، محمد عطا (اللہ ان کی شہادت قبول فرمائے اور آخرت میں ان کے درجات بلند فرمائے)۔ ضمناً اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ محمد عطا نے امریکہ کے نسلی مسئلے اور نسلی امتیاز سے متعلق اس کی لامتناہی مصیبت کو ایک عملی اور مؤثر حل عطا کیا۔ ۹/۱۱ صبح انہوں نے تمام امریکیوں کو گرد اور دھوئیں کے سرمئی بادلوں سے ڈھک دیا جس سے گورے اور کالے کے درمیان تفریق ختم ہو گئی۔

ہماری امت کو نڈر بطل، عبد اللہ العسیری کی مانند ہوشیار عامل کی ضرورت ہے، جس نے امریکہ کے لے پاک محمد بن نائف پر اس کے محل کے اندر حملہ کیا جبکہ وہ اپنے محافظین اور ملازمین کی حفاظت میں تھا۔ بے لوث قربانی کے اس عمل نے ناصر آل سعود کے دلوں میں خوف کا بیج بو دیا بلکہ اہم تر یہ کہ انہیں ان کے اپنے محلوں کے اندر بھی مکمل طور پر غیر محفوظ ہونے کا احساس دیا۔ اللہ نے چاہا تو ہم سعودی عرب کے دیوثوں، جن میں سرفہرست محمد بن سلمان خود ہے، کے محلوں میں بھی ایسے ابطال کو پائیں گے۔

ہماری امت کو ضرورت ہے شہید ڈاکٹر ہمام البلاوی (تقبلہ اللہ) جیسے ذہین افراد کی، جنہوں نے قلم اور تلوار دونوں سے جہاد کیا اور ایسا حملہ کیا جس نے امریکہ کی تمام کی تمام استخباراتی یادداشتوں کو محو کر دیا۔ انہوں نے دشمن کے معلومات کے خزانے اور اسلام کے خلاف جنگ کے میدان میں اس کے ماہر ترین افراد کو مؤثر طریقے سے تباہ کر دیا۔ سی آئی اے اور اس کے شریکوں نے جو تے کھا کر جو سبق حاصل کیا اس کا حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں کا جہادی ذہن، کفری دنیا اور ان کے حلفاء کے تمام اذہان کو بیک وقت شکست دے سکتا ہے۔

اسلام کو آج ضرورت ہے زندان میں قید نضال حسن جیسے بطل کی، جنہوں نے امریکی فوج کو وہ سبق سکھایا جو وہ کبھی نہ بھولیں گے۔ امت کو ضرورت ہے آج نائیجیریا کے دلیر فدائی مجاہد عمر فاروق (اللہ انہیں جلد رہائی عطا فرمائیں) جیسوں کی جن کی کارروائی نے امریکہ کو بہت بڑے معاشی نقصان سے دوچار کیا۔ یہ نقصانات نہ ہوتے اگر اللہ مجاہدین کے منصوبے کو پورا ہونے دیتا۔ اللہ رب العزت نے اپنی کامل حکمت سے چاہا کہ بارودی مواد صحیح طریقے سے نہ پھٹے، کیونکہ اگر کارروائی اسی طرح مکمل ہو جاتی جیسا کہ منصوبہ تھا تو امریکی بہت آرام سے یہ کہتے کہ یہ جہاز کسی تکنیکی خرابی کی وجہ سے تباہ ہو گیا۔ بظاہر جو کارروائی کی کامیابی نظر آتی وہ دراصل اس کی ناکامی ہوتی۔ یہ محض اللہ رب العزت کی حکمت بالغہ ہی تھی کہ یہ کارروائی اپنے منصوبے کے مطابق مکمل نہ ہو سکی۔ اس نے دنیا کو دکھا دیا کہ مجاہدین امریکی دفاعی نظام میں کس حد تک داخل ہو سکتے ہیں۔

اس رسوائی نے امریکیوں کو مجبور کیا کہ وہ ناصر امریکہ بلکہ پوری دنیا میں اپنے حفاظتی اصولوں پر نظر ثانی کریں جس کے لیے انہیں کئی بلین ڈالر زکا خرچہ اٹھانا پڑا۔ اہم تر یہ کہ دنیا نے یہ دیکھا کہ اب بھی ایمان اور حکمت کی سرزمین یمن میں ایسے لوگ موجود ہیں جو کہ ستمبر ۲۰۰۱ء کی کارروائی کے مثل کارروائیاں دسمبر کے مہینے میں کر سکتے ہیں۔ ”اور اللہ اپنے ارادے کی تفسیر پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

اسلام کو یکساں ضرورت ہے محمد الشترانی (تقبلہ اللہ) جیسے پائلٹ اور شہید کی جس نے امریکی فضائیہ کو زبردست مزا چکھایا اور ان سے افغانستان، عراق، شام اور صومالیہ میں گھروں اور مساجد میں مسلمانوں پر کی گئی بمباریوں کا ویسا ہی تلخ انتقام لیا جیسا ان کا حق بنتا تھا۔

نسل اسلامی اور موحد نوجوانوں سے ہم کہتے ہیں: ابطال اسلام کو ایک مرتبہ پھر امریکہ کا رخ کرنا چاہیے تاکہ ظلم کی اس سلطنت کو تہذیب سکھاسکیں اور اسے وہ سبق سکھاسکیں جو تاحال اس نے نہیں سیکھا۔ (امریکہ کی طرف) واپسی کا یہ سفر ضرور ہوائی جہازوں کے ذریعے ہی ہونا چاہیے مگر غیر متوقع طریقے سے، مختلف ذائقے اور رنگ کا ایک اور طمانچہ۔ ہماری آئندہ کارروائیوں کو امریکہ اور وسیع تر مغربی صیہونی صلیبی دنیا کو مجاہد اسلامی قوم کی نفسیاتی اور ذہنی ساخت کو سمجھنے کا ایک اور موقع دینا چاہیے۔ اہم تر یہ کہ امریکہ کے ظالموں اور مغربی صیہونی صلیبی دنیا کو اسلامی دنیا پر قبضے اور اس کے داخلی معاملات میں دخل اندازی کا خمیازہ بھگتنا چاہیے۔

امریکہ اور اس کے حواریوں سے ہم یہ کہتے ہیں: یہ ہیں القاعدہ کے سپاہی۔ یہ تمہارے لیے اجنبی نہیں ہیں کیونکہ تم نے ان کا مشاہدہ کیا ہے اور تم ان سے واقف ہو..... یہ معتدل، قد امت پسند، شادی شدہ ہنسی بستی زندگی رکھنے والے نوجوان ہیں..... مردان جنگ اور بچوں کے والدین ہیں۔ تمہارے جھوٹے دعووں کے برعکس ان میں سے کوئی بھی شکستہ حال اور مصیبت

زود پس منظر سے نہیں ہے۔ یہ محبت، رحم، جرأت، اولوالعزمی اور عالی اخلاق رکھنے والے ہیں۔ ہر ایک ان کی علو استعداد اور ذہانت کی گواہی دیتا ہے۔ ان میں سے بہت سے وہ ہیں جو مشہور و معروف یونیورسٹیوں کے سند یافتہ ہیں۔ یہ غور و فکر کرنے والے، انتہائی شائستہ اور مہذب لوگ ہیں۔ ان کی مثال اس چشمے کی سی ہے جو کبھی خشک نہیں ہوتا، ایسا زرخیز ذخیرہ جو کبھی ختم نہیں ہوتا اور مستقل صف اول کے جہاد کے تسلسل میں اپنا حصہ ڈالتا رہتا ہے۔

دشمن بھی یہ تسلیم کرتا ہے۔ combating terrorism center (دہشت گردی کے خلاف لڑنے والے مرکز) کی تحقیق جسے ویسٹ پوائنٹ میں امریکی ملٹری اکیڈمی، جسے امریکہ میں سب سے جدید تصور کیا جاتا ہے، نے نشر کیا۔

”پال گل اور اس کے معاون لکھاریوں نے تنہا کام کرنے والے دہشت گردوں کے معاشرتی آبادیاتی (sociodemographic) اوصاف اور سابقہ رویوں کی نظریاتی طیف (ideological spectrum) کے آر پار سے پڑتال کی اور یہ پایا کہ القاعدہ سے متاثر ہونے والے تنہا عاملین میں دائیں بازو کے شدت پسندوں (۵۰ فیصد) کے مقابلے میں مجرمانہ رسوخ کم ہے (۲۶،۹ فیصد)، اور یہ ان سے عمر میں دس سال چھوٹے اور بہتر تعلیم یافتہ ہیں، اور ان کے پیشہ ورانہ نوکریوں سے منسلک ہونے کا امکان قوی تر ہے۔ تنہا دہشت گردوں سے متعلق ایک تجربے میں مارک ہم اور ریمین سبج نے ثابت کیا کہ گوروں کے تفوق کی تحریکوں نے تاریخی طور پر نچلے طبقے کے دہشت گرد پیدا کیے، جبکہ ”مذہبی“ دہشت گرد گروہوں جیسا کہ القاعدہ نے ہر درجے سے لوگ لیے اور وہ ممکنہ طور پر زیادہ تعلیم یافتہ تھے۔ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی شدت پسندوں اور دائیں بازو کے شدت پسندوں کے مابین سماجی، اقتصادی اور تعلیمی تفاوت سابقہ مجرمانہ تاریخ کی ترویج پر اثر رکھتا ہے۔“

اے دشمنان اسلام! اگر امت اسلام اور اس کے معزز نوجوانوں کے خلاف تمہاری سعی کی فطرت سمجھنے کے لیے تمہاری محدود ذہنی صلاحیتیں کافی نہیں ہیں تو جان لو کہ اس امت کی پہنچ بہت وسیع ہے اور اب بھی ہمارے درمیان وہ موجود ہیں جو تمہارے صریح دشمن ہیں۔ اللہ نے چاہا تو ہم پہلے والے کام دوبارہ کریں گے کیونکہ تم ہماری پہنچ سے دور نہیں ہو۔

تمہارے ایک تجربہ کار نے صحیح مشاہدہ کیا کہ اسلامی دہشت گردی ملکی دہشت گردی پر پلٹی ہے، اور جب دوسرا ختم ہوتا ہے تو پہلا خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ نے چاہا تو ستمبر اور دسمبر کی کارروائیاں نہ اس قبیل کی پہلی تھیں اور نہ آخری۔ ہم مستقل عزم اور پکے ارادے کے ساتھ اپنی سعی جاری رکھیں گے۔ تم ان چیزوں کو بہتر جانتے ہو جنہیں ہم نے چھپا رکھا ہے اور جان

بوجھ کر جن کی ذمہ داری قبول نہیں کی؛ اور تم نے خود بھی خاموشی اور انکار کو ہی اقرار پر ترجیح دی۔ پس انتظار کرو اس کا جو ہم نے سنبھال رکھا ہے اور جو اللہ کی مدد اور اذن سے آنے والا ہے اور جو پہلے سے بھی زیادہ تلخ ہے۔

بطور اختتامیہ، ڈیوڈ کلک نے اپنے مختصر مشاہدے میں ہماری تمام تر سعی کا نچوڑ فصاحت کے ساتھ بیان کیا، ”جہاد اسلامی میں کوئی ناکامی نہیں ہے، بس کامیابی مؤخر ہو سکتی ہے۔“ پس اللہ شہدائے اسلام پر رحم فرمائے اور امت کو ان کی مثل مزید ابطال عطا فرمائے۔ اور ہماری آخری دعا یہی ہے کہ تمام تر تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

☆☆☆☆☆

اس وقت تو لگتا ہے کہیں کچھ بھی نہیں ہے
مہتاب، نہ سورج، نہ سیرا، نہ اندھیرا
آنکھوں کے درپوں میں کسی حسن کی چلن
اور دل کی پناہوں میں کسی درد کا ڈیرا
شاخوں میں خیالوں کے گھنے پیڑ کی شاید
اب آکے کرے گا نہ کوئی خواب بسیرا
شاید وہ کوئی وہم تھا، ممکن ہے سنا ہو
گلیوں میں کسی چاپ کا اک آخری پھیرا
اب بیر، نہ الفت، نہ کوئی ربط، نہ رشتہ
اپنا کوئی تیرا، نہ پرایا کوئی میرا
مانا کہ یہ سنان گھڑی سخت گھڑی ہے
لیکن مرے دل یہ تو فقط اک ہی گھڑی ہے!
ہمت کرو جینے کو تو اک عمر پڑی ہے!

یہ اشعار ایک سیکولر شاعر کے ہیں، لیکن اگر ان کو درد دعوت دین کے پیرائے میں پڑھا اور سمجھا جائے تو اہل دین کے لیے بھی سبق سے خالی نہیں!

ستوط ڈھاکہ کا ذمہ دار کون؟

ابو انور الہندی

برادر محترم، ابو انور الہندی کا تعلق حاجی شریعت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی سر زمین بنگال سے ہے، جس کے مشرقی حصے کو بنگلہ دیش کے نام سے جانا جاتا ہے۔ برادر ابو انور نے یہ تحریر بنگلہ دیش ہی میں قلم بند کی ہے۔ (ادارہ)

مجیب الرحمن کا کردار

پاکستان میں مجیب الرحمن کو ایک غدار سمجھا جاتا ہے۔ اسے پاکستان توڑنے کا مرکزی مجرم بھی سمجھا اور کہا جاتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف بنگلہ دیش میں مجیب کو قومی ہیرو اور قائد گردانا جاتا ہے، بلکہ کئی لوگوں کے نزدیک وہ 'بابائے قوم' کی حیثیت رکھتا ہے۔

مگر ہماری عاجزانہ رائے یہ ہے کہ مجیب کے بارے میں یہ تمام خیالات و آراء اس کے کردار کو مکمل طور پر بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مجیب ایک ظالم طاغوت تھا۔ بنگلہ دیش میں مسند اقتدار پر بیٹھ کر اس نے انسانی ساختہ قوانین اور نظریات کے بل پر حکومت کی۔ ۷۲ء سے ۷۵ء تک، اس نے اور اس کی پارٹی نے ملک پر خوف و دہشت کی حکمرانی قائم کی۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ۱۹۶۳ء سے لے کر ۱۹۷۱ء کے عرصے تک، وہ بہر لحاظ بنگلہ دیش کا مقبول ترین لیڈر تھا۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں منتخب ہونے سے بہت پہلے مشرقی بنگال کی عوام نے اسے اپنا لیڈر منتخب کر لیا تھا۔ مگر پاکستان توڑنے میں واحد ہاتھ مجیب الرحمن کا تھا اور نہ ہی وہ اس کا مرکزی مجرم ہے، گو کہ اس نے اس عمل میں ایک نمایاں کردار ضرور ادا کیا۔

تمام سیاستدانوں کی طرح مجیب کو بھی طاقت و اقتدار سے محبت تھی۔ اس کا کردار بیک وقت مشتبہ، دور رخ، نرجسیت کا شکار اور میکاویائی^۱ تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ تھا کہ وہ اقتدار کی خاطر بیک وقت متکبر و غاصب فطرت پاکستانی جرنیلوں سے لے کر اپنی پارٹی میں موجود باؤلے بنگالی قومیت پرستوں اور آزادی کے حامی عناصر تک، سب کو خوش کرنے اور رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ باہم متضاد صفات کا مجموعہ تھا۔ مگر بنیادی طور پر وہ ایک موقع پرست سیاستدان تھا۔ لہذا ۱۹۶۰ء سے ۷۵ء تک کے دس سالہ دور میں ہمیں مجیب میں متضاد رجحانات دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ایک طرف وہ ۶۰ء کی دہائی کے آغاز میں پاکستان سے علیحدگی حاصل کرنے کی خاطر سازشی منصوبے تیار کر کر تا نظر آتا ہے جبکہ دوسری طرف ۱۹۶۹ء کے بعد ہم اسے ایک بے حد مختلف کردار ادا کرتے دیکھتے ہیں۔

مجیب..... ایک غدار

بھارت سے تعلق رکھنے والے ایک بنگالی لکھاری منوج باسو کی روایت کے مطابق ۱۹۵۶ء میں شیخ مجیب الرحمن نے اس سے بیجنگ میں کہا کہ وہ بالآخر مشرقی پاکستان آزاد کرانے کا^۲ ۱۹۷۲ء میں کلکتہ میں دوبارہ ملاقات کے موقع پر مجیب نے باسو کو بیجنگ میں کہی یہ بات یاد دلائی^۳، مگر یہاں قاری کے لیے یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ اس دور میں کئی بنگالی سیاستدانوں میں یہ طرز فکر عام تھی۔ گزشتہ گفتگو میں ہم اس کی کئی مثالیں پیش کر چکے ہیں۔

۱۹۶۳ء میں مجیب نے مشرقی پاکستان کو بھارت کی مدد سے پاکستان کے بائیں بازو سے علیحدہ کرنے کے خیالی پلاؤ پکاتے ہوئے اگر تلہ (بھارت) کا ایک خفیہ دورہ کیا۔ مجیب کے بھتیجے شیخ شاہد الاسلام کے مطابق، مجیب الرحمن کے ساتھ علی رضا بھی اس سازش میں شامل تھا۔ شاہنادر لال سنگھ، جو اس وقت بھارتی ریاست تریپورہ کا وزیر اعلیٰ تھا، نے بنگلہ دیش کے ایک مشہور و معروف صحافی اور لکھاری فیض احمد کو ۱۹۹۱ء میں دہلی میں ایک دستخط شدہ بیان دیا، جس میں اس نے کہا کہ:

”۱۹۶۳ء میں شیخ مجیب الرحمن دس افراد کے ساتھ..... اگر تلہ میں میرے بنگلے پر آئے۔ مجیب بھائی کی درخواست پر میں اپنے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو سے ملا..... مگر وہ مجیب الرحمن کو تریپورہ سے کسی قسم کا پروپیگنڈہ کرنے کی اجازت دینے پر رضامند نہ ہوئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ چین سے جنگ کے بعد وہ (نہرو) اتنا بڑا خطرہ مول لینے پر تیار نہ تھے۔ لہذا ۱۵ دن ٹھہرنے کے بعد وہ (مجیب) تریپورہ سے چلے گئے۔“^۴

ان دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ ۱۹۶۳ء میں مجیب بھارتی امداد کے ساتھ مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنا چاہتا تھا۔ مگر نہرو کو اس منصوبے میں خطرے کا عنصر بہت بڑھا ہوا محسوس ہوا۔ مجیب کی معاشی اور فوجی امداد کرنے میں نہرو کے تامل نے مجیب کی حوصلہ شکنی کی۔ اس کے باوجود مجیب مقامی ہندو علیحدگی پسندوں سے رابطے میں رہا، بالخصوص چنار نجن سوترے،

^۱ Ek Abhijukter Bayane Agartala Mamla (اگر تلہ معاملے پر ایک ملزم کا بیان) از محفوظ الباری

^۲ The Emergence of Bangladesh: Vol 2, Rise of Bengali Nationalism از بدر الدین

^۱ اطالوی سیاست دان اور ادیب گولائی میکاویولی سے نسبت رکھنے والا، جو سیاست و اقتدار کی خاطر ہر قسم کے جائز و ناجائز ہتھکنڈے اپنانے کو روا سمجھتا تھا۔

^۲ Fifty Years of Bangladesh, 1971-2021: Crises of Culture, Development, Governance, and Identity از تاج ہاشمی

جس کی خواہش و ارادہ مشرقی پاکستان میں سے چار پانچ اضلاع کو ’سوادھن بگا بھومی‘ (یعنی خود مختار ہندو علاقے) کے طور پر آزاد کرانا تھا۔ مزید برآں مجیب نے ڈھاکہ میں موجود بھارتی کاروباری شخصیتوں اور بھارتی قونصلیٹ سے بھی روابط برقرار رکھے۔

ان حقائق کا انکار کرنا ممکن نہیں۔ مگر اس کہانی کا ایک دوسرا رخ بھی ہے۔

مجیب..... ایک محبوب وطن

کہا جاتا ہے کہ ۱۹۶۶ء میں عوامی لیگ اور دیگر بنگالی پارٹیوں کی جانب سے پیش کیا جانے والا چھ نکاتی مطالبات کا چارٹر اپنی فطرت و اساس کے اعتبار سے علیحدگی پسندانہ تھا۔ ایوب خان اور بھٹو سمیت مغربی پاکستان کے تقریباً تمام سیاستدانوں نے اس پر شدید تنقید اور نکتہ چینی کرتے ہوئے اسے قوم مخالف اور علیحدگی پسند قرار دیا۔ مگر ان کے برعکس مجیب نے ہمیشہ یہ دعویٰ کیا کہ اس کے چھ نکاتی مطالبات اپنی فطرت میں علیحدگی پسندانہ نہیں تھے۔ علاوہ ازیں، وہ ان مطالبات میں ترمیم و تخویف اور رد و بدل کرنے پر بھی تیار تھا۔

مئی ۱۹۶۶ء میں حکومت نے مجیب کو یہ ’علیحدگی پسندانہ‘ چھ نکات پیش کرنے پر گرفتار کر لیا، اور اس کے کچھ ہی عرصہ بعد اسے اگر تملہ سازش کے معاملے میں ملزم قرار دے دیا۔ ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۵ء کے دوران وہ متعدد بار جیل گیا اور ۲۲ فروری ۱۹۶۹ء تک مجیب نے طویل عرصہ جیل میں گزارا، بعض دفعہ چند دنوں کے لیے اور بعض دفعہ سالوں کے حساب سے۔

مگر مجیب کے چھ نکات کے خلاف پاکستان حکومت کی اس درشت انتقامی کارروائی کا نتیجہ بالآخر ان کی خواہشات و توقعات کے برعکس نکلا۔ مجیب پہلے سے بھی زیادہ مقبول ہو گیا۔ ۱۹۶۹ء کے آغاز میں ۱۷ جنوری کو ڈھاکہ یونیورسٹی کے طلبہ نے ایک تحریک کا آغاز کیا جس کا مطالبہ اگر تملہ سازش کے مقدمے کو واپس لینا تھا۔ یہ تحریک بالآخر ایوب خان کو مجبور کرنے میں کامیاب ہو گئی اور اس مقدمے کے تمام ملزمان، بشمول شیخ مجیب الرحمن کو رہا کر دیا گیا۔

رہائی کے بعد شیخ مجیب الرحمن نے علیحدگی یا آزاد بنگلہ دیش کے حوالے سے کوئی بات نہیں کی۔ بلکہ معاملہ اس کے برعکس تھا، ۱۳ مارچ ۱۹۶۹ء کو اسلام آباد میں ایک نجی عشاء کے دوران، مجیب نے ایوب خان کو ذاتی طور پر یقین دہانی کرائی کہ اس کے چھ نکات پاکستان کو متحد و متفق اور مضبوط بنانے میں معاون ثابت ہوں گے بلکہ اس کو یقینی بنائیں گے۔ مجیب کے نائب مودود احمد بھی اس موقع پر موجود تھے، انہوں نے بعد ازاں بتایا کہ:

”مجیب اس عشاء کے بعد بہت خوش اور مطمئن نظر آرہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ شاید فوج کو معاملے کی حساسیت و نزاکت اور سنجیدگی کا احساس

ہو گیا ہے..... اور وہ پاکستان کی حفاظت (عوام کی) رضامندی کے ساتھ کرنا

چاہتے ہیں نہ کہ بزور قوت۔“^۱

اسلام آباد سے مجیب کی مشرقی پاکستان واپسی کے فوراً بعد عوامی لیگ نے ۱۹۶۲ء کے دستور میں ترمیمی بل کا مسودہ تیار کیا، جس میں دیگر چیزوں کے ساتھ، ان نکات پر بھی اتفاق کیا گیا کہ

• ملک کا نام ’اسلامی جمہوریہ پاکستان‘ برقرار رکھا جائے گا

• مملکت کے صدر کے لیے مسلمان ہونے کی شق کو برقرار رکھا جائے گا جیسا کہ ۱۹۶۲ء کے دستور میں کہا گیا

• ملک میں ایک ہی کرنسی جاری رکھی جائے گی۔^۲

اس مسودے میں سیکولر ازم یا علیحدگی کے بارے میں کوئی نقطہ شامل نہیں تھا۔

بعد ازاں مجیب نے بیگی خان کے لیگل فریم ورک آرڈر (جس میں پاکستان کو یکساں متحد رکھنے کی شرط رکھی گئی تھی) کی پاسداری کرنے کا وعدہ کرتے ہوئے ۱۹۷۰ء کے پارلیمانی الیکشن میں بھی شرکت کی تاکہ آئین کا مسودہ تیار کیا جاسکے۔ ۱۹۷۰ء کی الیکشن کمپین کے دوران بھی مجیب یا عوامی لیگ نے بنگلہ دیش کی آزادی کی بات نہیں اٹھائی۔ لہذا یہ دعویٰ کرنا درست نہیں کہ مجیب کا مقصد وہدف پاکستان کو دو لخت کرنا تھا اور اس کے چھ نکات بالآخر پاکستان توڑنے کا سبب بنے۔

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں عوامی لیگ بھاری اکثریت کے ساتھ جیت گئی۔ یہ وہ وقت تھا جب مجیب متحدہ پاکستان کا وزیراعظم بننے کے لیے سردھڑکی بازی لگائے ہوئے تھا۔ اگرچہ اس نے ۶۰ء کی دہائی کے شروع میں مشرقی پاکستان کو اس کے مغربی بازو سے علیحدہ کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی، مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ۱۹۶۳ء میں نہرو کی سردمہری نے مجیب کو اپنی فکر تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا۔ پھر ۱۹۶۳ء سے ۱۹۷۱ء کے عرصے میں بنگلہ دیش کی مکمل آزادی کے بارے میں بھی اس کا موقف نرم پڑ گیا۔ اور دسمبر ۱۹۷۰ء میں پاکستان کے قومی الیکشن جیتنے کے بعد اسے کوئی ضرورت نہ تھی کہ وہ مغربی پاکستان سے علیحدگی حاصل کرنے کے لیے جنگ اور مار دھاڑ کا مشکل اور دشوار گزار راستہ اپناتا۔ اس کے پاس پاکستان کا اگلا وزیراعظم بننے کی توقع کرنے کی بے حد جائز وجوہات تھیں۔ ازلی موقع پرست مجیب الرحمن کی تمام تر کوششوں کا محور اپنے آپ کو متحدہ پاکستان کے مستقبل کے وزیراعظم کے روپ میں دیکھنا تھا۔ پھر صدر بیگی خان نے الیکشن کے بعد ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کے اپنے پہلے دورے میں، ڈھاکہ میں برسر عام مجیب الرحمن کا تذکرہ پاکستان کے مستقبل کے وزیراعظم کے طور پر کیا۔

امریکی سیٹ ڈیپارٹمنٹ کی ایک خفیہ ڈاکومنٹ میں یہ اشارہ موجود ہے کہ مجیب اور یحییٰ خان کے درمیان ایک ڈیل طے پاگئی تھی جس کے مطابق یحییٰ خان پاکستان کا صدر، جبکہ مجیب الرحمن اس کا وزیر اعظم ہو گا¹۔ ان دونوں کے درمیان مفاہمت اتنی اچھی تھی کہ مجیب یحییٰ کو اپنی قیادت میں عوامی لیگ کی حکومت میں بطور صدر برقرار رکھنا چاہتا تھا۔ سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ آرچر بلڈ (۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان میں امریکہ کا قونصل جنرل) ۲۹ جنوری ۱۹۷۱ء کو امریکی سیٹ ڈیپارٹمنٹ کو بھیجے گئے اپنے طویل خفیہ خط میں لکھتا ہے کہ عوامی لیگ کی حکومت میں ممکنہ افسران کی فہرست میں مندرجہ ذیل افراد انتظامیہ کے اہم عہدوں کے حامل ہوں گے؟

عہدہ	نام
وزیر اعظم	شیخ مجیب الرحمن
صدر	اے۔ ایم یحییٰ خان
سپیکر نیشنل اسمبلی	ظہیر الدین احمد (عوامی لیگ ایم این اے)
وزیر خارجہ	ڈاکٹر کمال حسین (عوامی لیگ ایم این اے)
اہم وزارت	سید نذر الاسلام (عوامی لیگ ایم این اے)
وزیر مالیات یا چیف برائے معاشی منصوبہ بندی	رحمن سبحان، (ڈھاکہ یونیورسٹی میں بائیں بازو کے ماہر اقتصادیات)
وزیر کامرس	مطیع الرحمن یا ایم آر صدیقی (دونوں عوامی لیگ کے ایم این ایز)

اس تمام منصوبے کو خراب کرنے والے ذوالفقار علی بھٹو اور وہ پاکستانی جرنیل تھے جنہوں نے مارچ ۱۹۷۱ء یا کسی بھی دوسرے وقت میں مجیب کو اقتدار و اختیار منتقل کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کے لیے یہ تصور ہی محال تھا کہ ایک بنگالی پاکستان کا لیڈر بن جائے۔ ۲۸ فروری ۱۹۷۱ء کو یحییٰ خان نے ذوالفقار علی بھٹو کی پیپلز پارٹی کے دباؤ میں آکر مارچ میں ہونے والی نیشنل اسمبلی کی میٹنگ ملتوی کر دی۔ یہ میٹنگ ملتوی کرنے کا مقصد یہ تھا کہ مجیب اور بھٹو کو پاکستان کی حکومت کا ڈھانچہ بنانے کے لیے کسی اتفاق رائے پر لایا جاسکے۔

کیم مارچ کو یحییٰ کی تقریر کے بعد ڈھاکہ یونیورسٹی کے طلبہ کی جانب سے مجیب پر شدید دباؤ ڈالا گیا کہ وہ آزادی کا اعلان کر دے۔ مگر یہ کہنے کے بجائے کہ وہ ایک آزاد و خود مختار بنگلہ دیش چاہتا ہے، مجیب نے یحییٰ سے اپنی درج ذیل چار شرائط پوری کرنے کا مطالبہ کیا۔

¹ Department of State, Airgram, Confidential, From Archer Blood, US Consul General, Dacca, January 29, 1971, The American Papers: Secret and Confidential, India-Pakistan-Bangladesh Documents 1965-1973, Compiled and Selected by Roedad Khan

² ایضاً

”مارشل لاء کا فوری خاتمہ؛ فوج کی بیرکوں میں واپسی؛ فوجی مداخلت کے سبب ہونے والے جانی نقصان کی مصفاہ تحقیق اور قوت و اقتدار کی (مجیب کی جانب) فوری منتقلی..... یعنی اسمبلی کے ملنے اور آئینی ڈھانچہ تیار کرنے سے پہلے..... (یہ شرائط پوری کی جائیں)۔“³

اس کے علاوہ بھی بہت سے ایسے شواہد موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس موقع پر مجیب کا ہدف و مقصد پاکستان کو دو لخت کرنا نہیں، بلکہ ایک متحدہ پاکستان کا وزیر اعظم بننا تھا۔ آئیے ان شواہد پر ایک مختصر نظر ڈالتے ہیں۔

صدر یحییٰ خان کی تقریر جس میں اس نے نیشنل اسمبلی کے پہلے سیشن کو ملتوی کرنے کا اعلان کیا، مشرقی پاکستان کے طول و عرض میں انتہائی تند و تیز عوامی رد عمل کا سبب بنی۔ ۷ مارچ ۱۹۷۱ء کو مجیب کی تقریر اسی عوامی رد عمل کا نتیجہ تھی اور اگرچہ اس میں بہت سے مبہم اشارے کیے گئے، اس کے باوجود یہ آزادی یا خود مختاری کا اعلان نہیں تھی۔

۷ مارچ کو مجیب نے یحییٰ حکومت کے خلاف ایک پرامن اور غیر تشددی تحریک عدم تعاون کا آغاز کیا۔ اس نے یہ الفاظ ادا کیے:

”اس بار ہم نجات حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ اس بار ہم آزادی کی جدوجہد کر رہے ہیں۔“

تاہم مجیب نے ۷ مارچ کی اس تاریخی تقریر کا اختتام دو نعروں پر کیا: ”جے بنگلہ!“ اور ”جے پاکستان!“۔ اس امر کی تصدیق و توثیق بہت سے افراد نے کی ہے جن میں ایئر وائس مارشل اے کے خوند کر، شاعر شمس الرحمن، صحافی نیرمل سن، ڈاکٹر ظفر اللہ چودھری اور دیگر حضرات شامل ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مجیب الرحمن نے اپنی تقریر کا خاتمہ پاکستان اور بنگلہ دیش، دونوں کے چیتنے کی تمنا پر کیا⁴۔

مارچ ۱۹۷۱ء میں مجیب نے پاکستان میں موجود امریکی سفیر (فارلینڈ) سے درخواست کی کہ وہ اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے یحییٰ خان پر دباؤ ڈالے کہ وہ طاقت و اقتدار مجیب کو منتقل کرنے پر تیار ہو جائے۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو پھر اس (یعنی مجیب) کی زندگی اس کی پارٹی میں موجود علیحدگی پسندوں سے بچانے کے لیے اسے اپنی تحویل میں لے لے۔ کہا جاتا ہے کہ مجیب نے اوائل مارچ میں امریکی سفیر فارلینڈ سے کہا کہ وہ ایک آزاد و خود مختار بنگلہ دیش نہیں بنانا چاہتا، بلکہ بنگالیوں کے لیے ایک وفاقی پاکستان (فیڈریشن آف پاکستان) بنانا چاہتا ہے، جس میں وہ

⁴ “7 Marcher Bhashon, کے خوند کر، 1971: Bhetore Baire, Prothoma Prakashan” (۷ مارچ کی تقریر اور سراج العالم خان)

(Bengali Daily) Noya Diganta (۷ اپریل ۲۰۱۸ء)

برابر شہریوں کی طرح عزت سے رہ سکیں نہ کسی کالونی یا نو آبادی میں بسنے والے محکوم لوگوں کی مانند۔¹

حتیٰ کہ ۲۵ مارچ ۱۹۷۱ء کو پاکستان کی جانب سے سخت بہیمانہ فوجی ایکشن کے آغاز سے عین پہلے بھی مجیب کی طرف سے پاکستان اور بنگلہ دیش کے بارے میں اس کے اصل عزائم کے بارے میں ملے جلے اشارے مل رہے تھے۔ ۲۴ مارچ کو پریس کو دیے گئے بیان میں سہ فریقی مذاکرات (جو مجیب، یگچی اور بھٹو کے درمیان جاری تھے) کے آگے بڑھنے میں امید کا اظہار کرنا، مجیب کے خلوص اور امیدوں کو ظاہر کرتا ہے کہ فوجی انتظامیہ سے اقتدار کی سول انتظامیہ کو منتقلی کا ایک پر امن حل نکالا جاسکتا ہے۔ اس کی یہ امید تب بھی قائم تھی کہ وہ ایک متحدہ پاکستان کا وزیر اعظم بننے میں کامیاب ہو جائے گا۔

جبکہ دوسری جانب اس نے اپنے قریبی لوگوں کو ڈھاکہ سے نکلنے کو کہا، اور ایک طرفہ اعلان آزادی کرنے سے انکار کر دیا۔ ممکنہ طور پر وہ اب بھی یہی سوچ رہا تھا کہ اسلام آباد کے ساتھ متحدہ پاکستان کے تحت اس کے دونوں بازوؤں کے مابین کسی سمجھوتے پر پہنچا جاسکتا ہے۔

حتیٰ کہ مجیب نے تاج الدین احمد کے تیار کردہ مسودے پر دستخط کرنے سے بھی انکار کر دیا اور ۲۵ مارچ کو آزادی کا اعلان ریکارڈ کروانے سے بھی، کیونکہ مجیب کو پاکستان کی جانب سے غداری کے مقدمات کا سامنا کرنے کا خوف تھا۔ تاج الدین نے مجیب سے آزادی کے اعلان پر دستخط کرنے یا آزادی کا اعلان ریکارڈ کروانے کا مطالبہ کیا، اور اپنے ساتھ کسی محفوظ مقام پر چلنے کو کہا، مگر مجیب نے صرف یہی جواب دیا کہ:

”گھر جاؤ اور آرام سے سو جاؤ، میں نے ۲۷ مارچ کو عام ہڑتال کا اعلان کر دیا ہے۔“²

دلچسپ بات یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ مجیب نے بنگلہ دیش بنانے کا الزام تاج الدین کے سر ڈالا۔ ۱۰ جنوری ۱۹۷۲ء کو پاکستان سے ڈھاکہ انٹرپورٹ پہنچنے کے فوراً بعد، مجیب الرحمن نے تاج الدین سے کہا:

”تاج الدین! آخر تم لوگوں نے پاکستان توڑ ہی دیا!“³

میجر جنرل خدام حسین راجہ (جو کہ اس وقت مشرقی پاکستان میں جنرل آفیسر کمانڈ تھا) بھی یہی رائے رکھتا ہے کہ مجیب ایک خود مختار بنگلہ دیش کے حق میں نہ تھا۔ مجیب نے میجر جنرل راجہ (جی اوسی، 14th ڈویژن پاکستان آرمی، ڈھاکہ) کی طرف ۶ مارچ کو اس درخواست کے

ساتھ قاصد بھیجے کہ اس کی زندگی بچانے کے لیے اسے حفاظتی تحویل میں لے لیا جائے۔ خدام حسین راجہ لکھتا ہے:

”۶ مارچ کی سہ پہر کو ایک بنگالی جنٹلمین میری رہائشگاہ پر تشریف لائے اور مجھ سے ملنے کی درخواست کی۔ انہوں نے کہا کہ وہ مجیب کے ایک قریبی معتمد ہیں اور مجیب نے انہیں مجھ سے ایک گزارش کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ شیخ مجیب کا پیغام مختصر آئیہ تھا کہ وہ اپنی پارٹی میں موجود شدت پسندوں اور طلبہ لیڈروں کی جانب سے شدید دباؤ کا شکار ہیں اور ان کا مطالبہ یہ ہے کہ ۷ مارچ کے عوامی خطاب میں ایک طرفہ طور پر آزادی کا اعلان کر دیں۔ شیخ مجیب کا دعویٰ تھا کہ وہ ایک محب وطن ہیں اور پاکستان توڑنے میں کوئی کردار ادا کرنا نہیں چاہتے۔ لہذا وہ چاہتے تھے کہ میں انہیں اپنی حفاظتی تحویل میں لے لوں اور انہیں کینٹ کی حدود تک محدود کر دوں۔ اس کے لیے وہ چاہتے تھے کہ میں انہیں ان کی دھانمندی رہائش سے لانے کے لیے ایک فوجی دستہ روانہ کروں۔“⁴

لیکن مجیب کی یہ درخواست رد کر دی گئی۔ جنرل راجہ کے مطابق شیخ مجیب نے پھر بھی ہار نہ مانی۔ انہوں نے ۷ مارچ کو رات کے دو بجے پھر دو قاصد بھیجے جنہوں نے دوبارہ یہی التجا کی۔ مجیب پاکستانی فوج کی حفاظتی تحویل میں آنا چاہتا تھا۔ مجیب کی اس خواہش کی تصدیق پاک فوج کے ایک دوسرے افسر کے بیان سے بھی ہوتی ہے جس نے جنرل راجہ اور امریکی سفیر فارلینڈ کے بیانات کی بھی تصدیق کی۔⁵

ایک پاکستانی خفیہ پولیس انسپکٹر راجہ انارخان، جس نے مجیب کی پاکستان میں گرفتاری کے دنوں میں مجیب کے باورچی اور ذاتی خدمتگار کا کردار ادا کیا، نے مجیب اور بھٹو کے درمیان ہونے والی گفتگو کے بارے میں دلچسپ معلومات فراہم کیں۔ بنگلہ دیش بننے کے کچھ ہی عرصہ بعد بھٹو مجیب سے ملنے کے لیے آیا تو مجیب اپنی گرفتاری کے دوران ہونے والے واقعات سے قطعی بے خبر تھا۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء کو بھٹو کی زبانی یہ سن کر کہ مشرقی پاکستان کے سقوط اور بھارت کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے بعد وہ (بھٹو) صدر پاکستان اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بن چکا ہے، وہ حیرت زدہ رہ گیا اور اس نے کہا:

”تم صدر کیسے بن سکتے ہو؟ اکثریتی پارٹی کا لیڈر ہونے کی حیثیت سے صدر بننے کا حق میرا ہے، تمہارا نہیں..... مجھے فوراً کسی ریڈیو یا ٹی وی سٹیشن پر لے

⁴ A Stranger in My Own Country, East Pakistan, 1969-1971 از میجر جنرل (ریٹائرڈ) خدام حسین راجہ

⁵ میں نے ڈھاکہ ڈوبتے دیکھا از صدیق سالک

¹ The Last Days of United Pakistan از بی ڈبلیو چودھری

² Tajuddin Ahmed: Neta O Pita (تاج الدین احمد: قائد اور باپ) از شریں احمد

³ Bangladesh: Sheikh Mujib's Stance on "Independent Bangladesh":

Sensational Revelations! از آر۔ چودھری

کر جاؤ تاکہ میں مشرقی پاکستان کو (بچھلی حیثیت میں) بحال کروں اور سب کچھ ٹھیک کروں۔“¹

ان شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ مجیب الرحمن ایک خود مختار مشرقی بنگال یا بنگلہ دیش بنانے کے جس کا علم لیے عوامی لیگ کے بہت سے علیحدگی پسند رہنما اور سٹوڈنٹ لیڈر کھڑے تھے۔۔۔۔۔ کے لیے نصرت و حمایت فراہم کرنے سے زیادہ ایک متحدہ پاکستان کا وزیر اعظم بننے میں دلچسپی رکھتا تھا۔ تاہم اس کھیل میں اور بھی کھلاڑی موجود تھے جنہوں نے کھیل کا پورا نقشہ ہی تبدیل کر دیا۔

سراج اور نیو کلئیس

مجیب الرحمن کی قید اور گرفتاری کے عرصے (۱۹۶۶ء تا ۱۹۶۹ء) میں، بنگالی نوجوانوں اور طلبہ نے مشرقی پاکستان میں سیاسی میدان پر فی الحقیقت مکمل قبضہ ہمالیا۔ ۱۹۶۹ء میں سراج العالم خان، اے ایس ایم عبدالرب اور دیگر کی اقتدا میں عوامی لیگ کے طلبہ ونگ میں بائیں بازو سے تعلق رکھنے والے اور بنگلہ دیش (بنانے) کے حامی نوجوانوں کی انتہائی تیز رفتار اٹھان نے سٹوڈنٹ لیگ کے ممبران کی اکثریت کو مسحور کر دیا۔ اس دوران جبکہ مجیب جیل میں تھا، ان سٹوڈنٹ لیڈروں نے ایک مکمل طور پر خود مختار اور آزاد بنگلہ دیش کے لیے نہ صرف عوامی حمایت حاصل کی بلکہ اس تحریک کو منظم اور فعال بھی کیا، اور ۱۹۶۹ء کے اوائل سے ہی وہ مشرقی پاکستان یا بالفاظ دیگر بنگلہ دیش کے لیے کھلے عام آزادی کا مطالبہ کرنے لگے۔ ۱۹۷۰ء کے نیشنل اسمبلی کے الیکشن میں عوامی لیگ کی زبردست کامیابی میں بھی انہوں نے ناگزیر کردار ادا کیا۔

یہ تمام صورتحال پیدا کرنے اور بنانے میں ایک نہایت اہم کردار سراج العالم خان کی پراسرار شخصیت کا تھا۔ سراج ایک پگ لفٹسٹ (بائیں بازو کے نظریات کا حامی) تھا جو قصداً عوامی توجہ اور نگاہوں سے دور رہتا تھا۔ وہ جلد ہی مجیب کی حامی سٹوڈنٹ لیگ کے چوٹی کے قائدین میں شامل ہو گیا اور دیگر سٹوڈنٹ لیڈر اسے ’دادا‘ یا ’بڑے بھائی‘ کے لقب سے جاننے پہچاننے لگے۔

اگرچہ وہ چھاترا لیگ کا ایک اہم رکن تھا اور مجیب کا قریبی معتمد بھی، مگر سراج نے اپنا ایک خفیہ سیل، المعروف ’نیو کلئیس‘ بھی قائم کر رکھا تھا۔ ۱۹۶۰ء کی دہائی کے آغاز سے ہی، یہ ’نیو کلئیس‘ خفیہ طور پر بنگالی طلبہ کو بھرتی کرتا، ان کی فکری تربیت کرتا اور مشرقی پاکستان میں جاری

علحدگی پسند تحریک کے مرکزی اراکین کے طور پر تیار کرتا۔ سن ۱۹۶۹ء کے لگ بھگ اس نیو کلئیس کے ارکان نے انتہا پسند بنگالی قوم پرستی اور ’سائنسی سوشلزم‘ کے نظریات کی تائید کرنا شروع کر دی۔

یہ نیو کلئیس ہی تھا جس نے بنگلہ دیش کے قومی پرچم کا ڈیزائن تیار کیا، اسے سب سے پہلے بلند کیا، ٹیگور کے ’امار سونار بنگلہ‘ کو بطور قومی ترانہ منتخب کیا اور ’پاکستان زندہ باد‘ کی جگہ ’بے بنگلہ‘ کا نعرہ لگایا۔ جنگ کے دوران سراج اور اس کے ساتھی بھارتی حکومت اور جرنیلوں کے بے حد قریب رہے، جنہوں نے آزادی کے لیے جدوجہد کرنے والوں میں سے چن چن کر اسے افراد تیار کیے جنہیں بعد ازاں ’مجیب باہنی‘ کا رکن بننا تھا²۔ بھارتی ایجنٹ چٹارنجن سوترا (جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے) کے ساتھ بھی سراج کے بے حد قریبی تعلقات تھے۔ بنگلہ دیش کی پیدائش کے بعد بھی سراج اکثر سوترا سے ملنے ملکتے جاتا اور اس کے پاس قیام کرتا۔ ۱۹۷۵ء میں جس روز مجیب کو قتل کیا گیا، تب بھی سراج سوترا کی کلکتہ رہائشگاہ میں موجود تھا۔ سراج اس امر کی تصدیق کرتا ہے کہ مجیب ۱۹۶۹ء کے اوائل میں جیل سے اپنی رہائی تک نیو کلئیس کے مقاصد و اہداف سے واقف نہیں تھا۔ مزید برآں، وہ یہ بھی کہتا ہے کہ مجیب ’بے بنگلہ‘ کے خلاف تھا اور بنگلہ دیش کے لیے ایک قومی پرچم بنانے پر بھی اس کے تحفظات تھے³۔

بہر کیف، باوجود اس کے کہ مجیب سراج اور اس کے انتہا پسند ’قومی سوشلسٹوں‘ سے کثرت رائے کی بنیاد پر شکست کھا گیا، وہ ان کے دباؤ میں نہیں آیا اور آزادی کا ایک طرفہ اعلان کرنے سے بچنے میں کامیاب رہا۔ درحقیقت اس نے اپنی ذہانت سے ان سب کومات کیا۔ مجیب لوگوں کو وہی بات بتانے میں ماہر تھا جو وہ اس سے سننا چاہتے تھے یا سننے کی توقع رکھتے تھے۔ اس نے ان پاکستانیوں کے سامنے جو پاکستان توڑنے کے خلاف تھے خود کو ایک وفادار و محبوب وطن پاکستانی کی صورت پیش کیا۔ جبکہ اپنی پارٹی میں موجود بنگلہ دیش کے حامی انتہا پسند عناصر کے سامنے وہ اکثر ایک کٹر بنگالی قوم پرست کا کردار ادا کیا کرتا تھا۔

بھٹو

۱۹۷۱ء کے واقعات کی ذمہ دار، ایک اور کلیدی شخصیت ذوالفقار علی بھٹو کی تھی۔ راقم کی عاجزانہ رائے کے مطابق سقوط ڈھاکہ کی ذمہ داری مجیب کی نسبت کہیں زیادہ پاکستان کی فوجی قیادت اور بھٹو پر عائد ہوتی ہے۔

اہداف و عزائم رکھتی تھی اور اس کی وفاداریاں مکمل طور پر مجیب کے ساتھ وابستہ تھیں۔ جنرل ابان نے بنگلہ دیشی حریت پسندوں میں موجود مجیب مخالف عناصر کا تدارک کرنے کے لیے اسے تشکیل دیا۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: “The irregular forces of Bangladesh Liberation War”, Daily Star, March, 2020, 26 از میجر جنرل سرور حسین۔

Sirajul Alam Khan, Ami Sirajul Alam Khan: Ekti Rajnaitik Jibanalekhyā³ (یہ سراج العالم خان ہے: ایک سیاسی سوانح حیات) تدوین و تالیف: شمس الدین بیارا

¹ دنیائوز، ٹاک شو منظر، ۱۶ ستمبر ۲۰۱۵ء

² ’مجیب باہنی‘ بنگال کی آزادی کی جدوجہد کرنے والوں (جو کہ بنگال لبریشن فورس کے نام سے جانے جاتے تھے) پر مشتمل ایک خاص دستہ تھا جسے باغیوں اور انتہا پسندوں سے بننے میں مہارت رکھنے والے، بھارتی ’را‘ کے میجر جنرل سوجن سنگھ ابان نے سراج العالم خان، (مجیب کے بھانجے) شیخ فضل الحق موہنی اور طفیل احمد کی مدد اور تعاون سے تیار کیا۔ بنگلہ دیش کے حریت پسندوں کے چیف جنرل ایم اے جی عثمانی کو اس گروہ کی تشکیل اور اس کے مقاصد و اہداف کے بارے میں کوئی خبر نہیں تھی۔ اس کی تشکیل جون ۱۹۷۱ء میں بھارت میں ہوئی۔ یہ مضبوط سیاسی

۱۹۷۰ء کے ایکشن میں بھٹو کی پارٹی کو ۸۸ سیٹیں ملیں، جبکہ عوامی لیگ کو ۱۶۰۔ اس کے باوجود بھٹو اور غاصب فطرت پاکستانی جرنیلوں نے مارچ ۱۹۷۱ء یا اس کے بعد کسی بھی دوسرے وقت میں مجیب کو طاقت و اقتدار منتقل کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ وہ بنیادی سبب تھا جس کے بعد حالات و واقعات از خود بھارت کے اصل منصوبے..... یعنی تیز رفتار فوجی ایکشن کے ذریعے پاکستان کو دو لخت کرنے..... کی طرف بڑھنے لگے۔ انہی حالات سے مجبور ہو کر پاکستان نے ۳ دسمبر کو بھارت کے خلاف اعلان جنگ کیا، اور پھر جو وہ تاریخ کا حصہ ہے۔

یہی وہ اسباب تھے جن کے باعث یگی نے مجیب اور نیشنل اسمبلی کو اقتدار کی منتقلی کو ملتوی کیا۔ وہ چاہتا تھا کہ پاکستان کی اگلی حکومت قائم کرنے کے لیے مجیب اور بھٹو کو کسی اتفاق رائے پر لایا جا سکے۔ مگر جب التوا کی یہ خبر یکم مارچ ۱۹۷۱ء کو ریڈیو سے نشر کی گئی تو اس کا فوری نتیجہ چھاترا لیگ (عوامی لیگ کا طلبہ فرنٹ) کے سڑکوں پر نکل آنے کی صورت میں نکلا۔

۱۹۷۸ء میں ضیاء الحق کی طرف سے اپنی نظر بندی ختم کیے جانے پر یگی خان نے ایک خفیہ بیان حلفی لاہور ہائی کورٹ میں جمع کروایا جس میں اس نے پاکستان توڑنے کا ذمہ دار مجیب کو نہیں، بلکہ بھٹو کو قرار دیا:

”پاکستان کو دو لخت کرنے والا مجیب نہیں، بلکہ بھٹو تھا۔ ۱۹۷۱ء میں بھٹو کے موقف اور اس کی ہٹ دھرمی نے پاکستان کی یکجہتی کو شیخ مجیب کے چھ نکاتی مطالبے سے کہیں زیادہ نقصان پہنچایا۔ یہ اس کی جاہ طلبی اور اس کا بے لچک موقف تھا جس کی وجہ سے مشرقی پاکستان میں بغاوت اٹھی۔ اس نے بنگالیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی اور پاکستان کی یکجہتی ختم کر ڈالی۔ مشرقی پاکستان ٹوٹ کر علیحدہ ہو گیا۔“¹

یگی خان نے اپنے اس بیان میں کہا کہ اسے پاکستانی جرنیلوں نے ’شطرنج کی بساط پر مہرے کی طرح استعمال کیا‘۔ ۱۹۷۱ء کے آغاز سے لے کر دسمبر ۱۹۷۱ء میں بھٹو کی طرف سے ہٹائے جانے تک، اسے مشرقی پاکستان کے مستقبل کی بابت کسی کے ساتھ کوئی مصالحتی گفت و شنید کرنے کا کوئی اختیار حاصل نہیں تھا۔

مجیب پاکستان کو دو ٹکڑوں میں بٹنے کے عمل سے بچانے میں ناکام رہا جبکہ بھٹو عمدہ و قصداً اسی عمل کی رفتار بڑھاتا رہا۔ مجیب اس لیے ناکام ہوا کیونکہ وہ اپنی انتہا پسند قوم پرست نوجوان قوت کو قابو میں نہ رکھ سکا، اور بھٹو اس لیے کامیاب ہوا کیونکہ پاکستان کے حاکم طبقے..... جس کی وہ نمائندگی کرتا تھا..... کے نسلی و استعماری عزائم کے لیے یہی تدبیر کارگر تھی۔ پاکستان کو حسب سابق ایک مضبوط مرکزی حکومت کے تحت ہی رہنا تھا جس میں مشرقی پاکستان کو محض ایک

منڈی کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا، اور اگر ایسا ممکن نہ ہوتا تو اسے ٹوٹنا ہی تھا۔ ان دو کے مابین ان کے نزدیک تیسرا کوئی راستہ نہ تھا۔²

سو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مارچ ۱۹۷۱ء میں یہ مجیب نہیں بلکہ بھٹو اور باؤلے پن کی حد تک بنگالیوں کے مخالف پاکستانی جرنیل، اور تاج الدین اور سراج العالم خان کے پیروکار تھے جنہوں نے پاکستان توڑنے میں اپنا اپنا حصہ ڈالا۔ اس عمل میں بعض بیرونی عوامل بھی کار فرما تھے، جیسے سوویت یونین اور بھارت جنہوں نے فیصلہ کن کردار ادا کیا۔

ذمہ دار کون؟

جیسا کہ قاری کے لیے واضح ہے، ۱۹۷۱ء کے واقعات کے رونما ہونے کے پیچھے متعدد مختلف اسباب و عوامل کار فرما تھے۔ جانتے بوجھتے مشرقی پاکستان کا اس کے مغربی بھائی کے ہاتھوں حقیقی استحصال، فوجی قیادت، زمینی سیاسی وجوہات کی بنا پر بھارت و روس کی پاکستان کو دو ٹکڑے کرنے کی خواہش، متعصب و جارح پاکستانی جرنیلوں اور سیاستدانوں کی مشرقی پاکستان کو جدا کرنے کی خواہش، مغربی پاکستان کی اسٹیبلشمنٹ کی جانب سے بنگالی مسلمانوں کی تحقیر و تذلیل، شدت پسند طلبہ تنظیمیں اور ان کا بنگالی قومیت کا تصور..... یہ سب وہ عوامل تھے جنہوں نے بنگلہ دیش کے قیام کو ناگزیر بنادیا۔ بھارت کی تیز وزیرک مشترک سیاستدان، اندرا گاندھی نے بھی فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۱ء میں اس نے وہ سب کرنے کی جرأت کی، جس کو کرنے سے اس کے باپ نہرو نے ۱۹۶۳ء میں انکار کیا۔

مجیب الرحمن بھی اس سارے عمل کا حصہ اور ایک سبب تھا۔ مگر وہ اس کا واحد سبب نہیں تھا، نہ ہی سب سے بڑا بنیادی سبب تھا۔ مجیب ایک پیشہ ور سیاستدان تھا، جو اپنے ہدف کی طرف بڑھتے ہوئے تمام فریقین کو خوش اور راضی رکھنا چاہتا تھا۔ وہ ایوب اور یگی کو یہ یقین دلانے میں کامیاب رہا کہ وہ ایک محب وطن پاکستانی ہے۔ مگر ساتھ ہی وہ اگر تلہ سازش بننے والوں کے ساتھ بھی مراسم قائم کیے رہا اور اپنے انتہا پسند آزادی کے حامی سٹوڈنٹ لیڈروں کو بھی خوش و مطمئن رکھنے میں کامیاب رہا۔ اس نے اپنی مہم اور غیر واضح، عوام کے جذبات و تعصبات کو اپنے مقاصد کے لیے انتہائی عمدگی سے استعمال کرنے والی سیاسی پالیسی کے ذریعے مشرقی بنگال میں اپنی حیثیت اہم ترین قائد کے طور پر مستحکم کی۔

دو نئے ممالک..... پاکستان اور بنگلہ دیش..... کی تخلیق کے اعتبار سے مجیب کا تقابل جناح صاحب سے کیا جاسکتا ہے۔ جیسے جناح اپنی حکمت عملی میں تبدیلیاں لائے اور ۱۹۴۶ء کے وسط تک، وہ تقسیم ہند کے مطالبے پر کوئی سمجھوتہ کرنے کے لیے بخوبی آمادہ و رضامند تھے، اسی طرح مجیب نے بھی پاکستان کے وزیر اعظم کی حیثیت سے پاکستان کو اپنے تحت متحد اور جوڑے رکھنے کی

² Bangladesh: Constitutional Quest for Autonomy از مودود احمد

¹ Creation of Bangladesh: Myths Exploded (“Affidavit of General (ret) Agha Muhammad Yahya Khan, In The Lahore High Court, Lahore, 29th May 1978”;

Annexure-10.) از جنید احمد

بھرپور کوشش کی۔ اگر نہرو اور کانگریس پارٹی کے دوسرے لیڈر ایک متحدہ وفاقی ہندوستان کی تجویز پر متفق ہو جاتے، ایسا وفاق کہ جس میں مسلم اکثریتی صوبوں کے پاس بھی مناسب مقدار میں خود مختاری ہوتی..... تو آج دنیا کے نقشے پر کوئی پاکستان نہ ہوتا۔

جناح ہندوستانی مسلمانوں کے واحد ترجمان تھے، جبکہ مشرقی پاکستان میں مجیب بنگالیوں کا واحد نمائندہ نہیں تھا۔ ۲۵ مارچ ۱۹۷۱ء کو پاک فوج کا آپریشن شروع ہونے سے پہلے بھی، مجیب کے بہت سے قریبی ساتھی اور مولانا بھاشانی جیسے بڑے سیاستدان بھی مشرقی پاکستان یا بنگلہ دیش کے لیے مکمل آزادی اور خود مختاری کے حق میں تھے۔ ان کے مقابلے میں مجیب مشرقی پاکستان کے لیے ایک متحدہ پاکستان میں محض مکمل خود مختاری اور مساوی مواقع کا حصول چاہتا تھا۔

جبکہ بھٹو اور غاصب فطرت پاکستانی جرنیل، جو کبھی بھی یہ نہیں چاہتے تھے کہ پاکستان پر بنگالی اکثریت کی حکومت قائم ہو، اور طرح کے عزائم رکھتے تھے۔ ۲۵ مارچ کے فوجی آپریشن اور مشرقی پاکستان میں نسل کشی سے مماثل جنگ برپا کر کے انہوں نے پاکستان کے دونوں بازوؤں کے درمیان کسی بھی قسم کے سمجھوتے اور مصالحت کے امکانات پر پانی پھیر دیا۔ بعد ازاں، پانی سر سے گزر چکا تھا اور واپس مڑنے کی کوئی صورت ممکن نہ تھی۔

نتیجہ

۱۹۴۷ء تا ۱۹۷۱ء کے واقعات اپنے دامن میں ہمارے لیے بہت سے اسباق رکھتے ہیں۔ یہ حقیقت سمجھنا نہایت ضروری ہے کہ کسی بھی قوم کو رنگ و نسل اور اپنے نقطہ نظر کی بنیاد پر مغلوب کرنے کی کوشش کرنا کبھی بار آور ثابت نہیں ہوتا۔ آپ اپنے رسم و رواج، اپنی زبان اور اپنے تصورات دوسروں پر نہیں تھوپ سکتے۔ کسی کو بھی یہ پسند نہیں آتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایمان اور توحید کی بنیاد پر جڑنے اور متحد ہونے کا حکم دیا۔ اور یہی وہ شناخت ہے جو دوسری ہر شناخت اور علامت پر بھاری ہے۔ اور جب ہم ایمان کی بنیاد پر اکٹھے و متحد ہوتے ہیں تو ہم ایک دوسرے کی تہذیب و رواج، زبان و عادات اور قوم و نسل کا احترام کرنا اور اسے قبول کرنا سیکھتے ہیں (جب تک کہ شریعت الہی سے ٹکرانے والا کوئی امر نہ ہو)، یوں ہم ایک دوسرے سے مستفید ہوتے ہیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (سورة الحجرات: ۱۳)

”اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور تمہیں مختلف قوموں اور خاندانوں میں اس لیے تقسیم کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر سکو، درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔ یقین رکھو کہ اللہ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز سے باخبر ہے۔“

اور ہمارے محبوب ﷺ نے فرمایا: (خطبہ حجۃ الوداع)

”فلیس لعربي علی عجمي فضل ولا لعجمي علی عربي فضل ولا لاسود علی ابيض ولا لأبيض علی أسود فضل إلا بالتقوى۔“^۱

”کسی عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، گورے کو کالے پر، کالے کو گورے پر کوئی امتیاز و فضیلت نہیں، سوائے تقویٰ کے امتیاز کے۔“

کس قدر خوبصورت ہیں اسلام کی تعلیمات! وہ اسلام کہ جس نے حبشہ کے بلالؓ اور قریش کے مصعبؓ کو متحد کر دیا۔ جس نے فارس کے سلمانؓ اور روم کے صہیبؓ کو ملا لیا۔ جس نے اوس اور خزرج کے جانی دشمنوں کو ایک مواعظ کی لڑی میں پرو دیا۔ کس قدر دلنشین ہے اسلام، جس نے پوری دنیا میں پھیلے بے شمار قبائل اور مشرق و مغرب کی قوموں کو اخوت کے ایک پرچم تلے متحد کر دیا۔ کتنا خوبصورت ہے اسلام، جس نے ایک ایسا نظام وضع کیا کہ جس میں ہر قسم کے پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد، ایمان، انصاف اور عدل کی بنیاد پر متحد ہو گئے۔ افسوس کہ آج ہم اپنی جدید ریاستوں، اپنے جدید تصور قومیت اور جدید نظریات کے باعث اس کامل و مثالی نمونے سے کس قدر دور چلے گئے۔

پاکستان کے ساتھ غداری مجیب کے آنے سے بہت پہلے ہو چکی تھی۔ ۷۱ء کے ہاپونے سے بھی پہلے۔ پاکستان سے بے وفائی اور غداری تو مسلم لیگ نے کی، جس نے مسلمانان برصغیر کو اسلامی سرزمین کے خواب تو دکھائے، مگر اس خواب کو تعبیر دینے کا کبھی ارادہ نہ کیا۔ اسلام کے نام پر انہوں نے ایک ایسی لادین و سیکولر ریاست قائم کی جو آج تک اسلام کے بدترین دشمنوں کی مدد کرتی چلی آرہی ہے۔

پاکستان سے غداری اس کی اپنی فوج نے کی۔ جو پاکستان کی پیدائش سے بھی پہلے سے مغرب کی ہر کارہ و غلام تھی، اور آج بھی ہے۔ اس فوج کی خصوصی مہارت مسلمانوں کو قتل کرنا ہے، چاہے وہ مشرقی پاکستان کے ہوں یا افغانستان کے بارڈر کے پاس بسنے والے قبائل کے۔

پاکستان سے غداری اشرفیہ پر مشتمل سیاسی طبقے نے کی جو ایک قسم کی موروثی حاکمیت میں مشغول ہیں، اور جو پورے ملک کو اپنی جاگیر سمجھتے ہیں۔

پاکستان سے غداری اسی دن ہو گئی تھی جب انسان کے بنائے قوانین اور نظریات اسلام سے زیادہ اہمیت اختیار کر گئے۔ اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ مغربی تہذیب کی LGBTQ جیسی غلامتوں کو کھلے عام پاکستان میں فروغ دیا جا رہا ہے۔ یہ اس ریاست کا حال ہے جسے اسلام کے نام پر تخلیق کیا گیا۔

دوسری طرف اہل بنگال کے ہاتھ کیا آیا؟ آج بنگلہ دیش بھارت پر بے تحاشا انحصار کرنے والی ایک ریاست میں تبدیل ہو چکا ہے۔ آج تہذیب اور بنگالی شناخت کے نام پر اسلام پر حملے کیے جاتے ہیں۔ حکومت لوگوں کو اغوا اور قتل کرتی ہے۔ وزیراعظم اور اس کے غنڈے اربوں ڈالروں کی لوٹ مار میں مشغول ہیں۔ علمائے اسلام پابند سلاسل ہیں جبکہ طلبائے علم کو گولیوں سے بھونا جاتا ہے۔ خواتین کی عزت و عصمت محفوظ نہیں اور مرد ذلیل و خوار ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ پاکستان اور بنگلہ دیش، دونوں ہی اپنے عہد نبھانے میں ناکام رہے۔ مسلمانان برصغیر اسلام چاہتے تھے۔ وہ ایک اللہ کی غلامی میں آنا چاہتے تھے۔ مگر اس کے بجائے ملا تو کیا؟! کہیں امریکہ اور کہیں بھارت کی غلامی! تو ہم نے کیا پایا؟ اور کیا کھویا؟ ہم کس کی خوشی منائیں اور کس کو مورد الزام ٹھہرائیں؟ وہ کون سا راستہ تھا جو ہمیں اختیار کرنا چاہیے تھا، اس محبوب منزل تک پہنچنے کے لیے.....؟!

ایک مدت سے ہم اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ ایک طویل عرصے سے ہم ایک دوسرے سے بدست و گریبان ہیں۔ ایک زمانے سے ہم انسانی ساختہ نظاموں اور نظریات کی بھول بھلیوں میں گم ہیں۔ اب وقت آچکا ہے کہ ہم اپنی اصل کی طرف لوٹ آئیں۔ اب وقت آچکا ہے کہ ہم سچائی کی طرف، روشنی کی طرف پلٹیں۔ اب وقت آچکا ہے کہ ہم، اپنے اسلام پر فخر کرے والے مسلمانان برصغیر، چاہے وہ پنجابی ہوں یا سندھی، پشتون، اراکانی، بنگالی، بلوچ، تامل یا کسی بھی دوسری نسل سے تعلق رکھنے والے ہوں، وہ اس جہالت کے اندھیرے سے نکلیں اور اسلام کی روشنی کو مضبوطی سے تھام لیں۔ توحید کی خالص ترین بنیاد پر جہاد کریں، ان تمام خوبصورت علاقوں میں بسنے والے حسین لوگوں کو آزاد کریں اور سات آسمانوں کے اوپر سے نازل ہونے والے اللہ کے پاکیزہ نظام کو قائم و نافذ کریں۔

بقیہ: خیالات کا ماہنامہ

سی آئی اے ورلڈ فیکٹ بک کے مطابق پنجابی پاکستان کی کل آبادی کا 44.7 فیصد ہیں، جبکہ پشتون 15.4 فیصد اور پاکستان فوج میں پنجابی 75-70 فیصد اور پشتون 21-15 فیصد ہیں¹۔ اور پنجابی فوجیوں کی تعداد کو ۲۰۰۷ء میں 57 فیصد تک محدود کر دیا گیا ہے²۔

پاکستان فوج میں خدمات پیش کرنے والے پشتون تھری سٹار (لیفٹیننٹ جنرل، کور کمانڈر یا ڈی جی آئی ایس آئی وغیرہ) اور فورسٹار (چیف آرمی سٹاف یا چیئر مین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی) بے شمار ہیں، نہایت قلیل تحقیق سے جن اعلیٰ پشتون جرنیلوں کے نام معلوم ہو سکے ان میں جنرل رحیم الدین خان، جنرل اختر عبدالرحمن، جنرل فاروق فیروز خان، جنرل جہانگیر کرامت، جنرل احسان الحق خان، جنرل اسد درانی، جنرل محمد اکبر خان، جنرل یوسف خان، جنرل یحییٰ خان، جنرل گل حسن خان، جنرل فاروق شوکت خان لودھی، جنرل علی قلی خان ٹنک، جنرل عبدالوحید کاکڑ، جنرل طارق خان شامل ہیں۔ ان مذکورہ جرنیلوں میں جنرل محمد اکبر خان نے انگریز فوج کی طرف سے ۱۹۳۷ء میں وزیرستان جنگ کی کمان کی۔ لیفٹیننٹ جنرل طارق خان، آئی جی ایف سی بھی رہا، اس نے ۲۰۰۴ تا ۲۰۰۵ء امریکی سینٹ کام میں پاکستان کی نمائندگی کی جہاں اس کی خدمات کے اعزاز میں اسے Legion of Merit امریکی فوجی اعزاز دیا گیا، ۲۰۰۶ء میں جنوبی وزیرستان میں آپریشن کی کمان کی اور اس کے سر آئی جی ایف ہونے کے زمانے میں ایف سی کو دہشت گردوں کے خلاف وزیرستان اور خیبر پختونخوا میں پیشہ ور فورس بنانے کا اعزاز بھی ہے، سب سے بڑھ کر طارق خان کا تعلق وزیرستان کی سرحد سے جڑے نیم قبائلی علاقے ٹانک سے ہے۔ علاوہ ازیں وزیرستان، سوات اور باقی خیبر پختونخوا میں ہونے والے قریباً تمام ہی آپریشنز میں ایف سی صفِ اول میں لڑی اور یہ بتانے کی شاید ضرورت نہیں کہ ایف سی میں اکثریت پشتونوں کی ہوتی ہے اور اس کے اکثر (پچانوے فیصد) سربراہان پشتون رہے ہیں۔

اس ساری بات کا بنیادی طور پر ایک مقصد ہے اور وہ یہ کہ ریاست پاکستان پشتون قوم کے خلاف نہیں۔ اگر پشتون قوم کے علاقوں میں فوج اور ریاستی ادارے فوجی آپریشن کرتے رہے ہیں اور پشتونوں کا قتل عام کرتے رہے ہیں تو اس کا سبب پشتونوں کا دین و جہاد سے لگاؤ ہے۔ ورنہ پشتونوں کو پشتونوں نے ہی وزیرستان و دیگر قبائل و پشتون علاقوں میں قتل کیا ہے۔ پاکستان فوج میں پنجابی اور پشتون فوجی مل کر پشتونوں کے علاقوں میں پشتونوں کو مارتے رہے ہیں اور پنجابیوں کے علاقوں میں پشتون فوج پنجابی فوجیوں کے ساتھ مل کر پنجابیوں کو مارتے رہے ہیں۔ قومی تعصب تو خیر القرون کے زمانے میں بھی اٹھا، لیکن اخوتِ اسلام کے سبب اول اول ہی اس کی تیج مٹی ہو گئی، یہ تعصب تو مختلف جگہوں پر پیدا ہو سکتا ہے، لیکن آج پاکستان میں جاری جس جنگ کے سبب پشتون قتل ہوئے ہیں وہ عقیدے اور نظریے کے سبب قتل ہوئے ہیں، پشتون ہونے کے سبب نہیں۔



¹ "Punjab's dominance in army being reduced", Dawn, 14 September 2007, <https://www.dawn.com/news/266159/punjab-dominance-in-army-being-reduced-ispr>

² Pakistan Military-Ethnic balance in the Armed Forces and problems of Federalism by Ayesha Siddiqi, p. 14

برصغیر کے حکمرانوں کے خلاف لڑنا مسلمانوں پر کیوں واجب ہے؟

مولانا فضل الرحمن قاسمی

حضرت مولانا فضل الرحمن قاسمی کا تعلق شہید سراج الدولہ، سید تاجو میر اور حاجی شریعت اللہ رحمہ اللہ کی سر زمین سے ہے جس کے مشرقی حصے کو آج بنگلہ دیش کے نام سے جانا جاتا ہے، مولانا نے یہ تحریر بنگلہ دیش میں ہی قلم بند کی ہے۔ زیرِ نظر سلسلہ کل چار حصوں پر مشتمل تھا۔ جملہ 'نوائے غزوہ ہند' میں اس تحریر کا پہلا حصہ: جنوری ۲۰۲۱ء، دوسرا حصہ: جنوری ۲۰۲۲ء، تیسرا حصہ (پہلی قسط): اکتوبر و نومبر ۲۰۲۲ء، تیسرا حصہ (دوسری قسط): دسمبر ۲۰۲۲ء کے شماروں میں دیکھا جاسکتا ہے، جبکہ چوتھا اور آخری حصہ ذیل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

7. جہاد کی تیاری انہی امور کو کہا جائے گا جنہیں قرآن وحدیث نے جہاد کی تیاری کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔

یہ چند باتیں عرض کرنے کے بعد ہم دیکھنے کی کوشش کریں گے کہ فی الحال برصغیر، یعنی بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش کے مسلمانوں پر اس باب میں کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

مندرجہ بالا عنوانات پر بات شروع کرنے سے پہلے ہم یہ طے کر لیں کہ ہم ہر بات کو شریعت کی رو سے پرکھنے کی کوشش کریں گے اور اس کے لیے اللہ پاک سے توفیق بھی مانگتے ہیں۔ تاریخ سے ہم عبرت حاصل کریں گے، رہنمائی لیں گے، راستے تلاش کرنے کا اسلوب سیکھیں گے، دشمن کا مقابلہ کر کے جیتنے کا گر سیکھیں گے، منافقین، ملحدین، زنادقہ کے مکائد اور مکاریوں سے اپنے آپ اور اپنی امت کو بچانا سیکھیں گے مگر فیصلہ ہم قرآن وحدیث یعنی اولہ شریعہ اور ائمہ مجتہدین سے ہی لیں گے، ان شاء اللہ۔ اللہ توفیق عطا فرمائیں۔

ہماری ذمہ داری کیا ہے؟

ہماری اولین ذمہ داری آج وہی ہے جو اس وقت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور اس زمانے کے دیگر ائمہ نے ادا کی تھی یعنی ان ممالک کی شرعی حیثیت سب کے سامنے دلائل کی رو سے واضح کرنا۔ اسی طرح سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ نے جو ذمہ داری ادا کی تھی وہی آج ہم مسلمانوں پر عائد ہے یعنی جتنا کچھ میسر ہے اس کو دشمن سے مقابلے کے لیے میدان جہاد میں اتارنے کی خاطر مرتب کرنا، عملی جہاد کے لیے بالفعل فکر شروع کرنا اور ایک کامیاب جہاد کے لیے جو جو تیاریاں ہونی چاہئیں وہ سب کرنا۔ اب ہم اس سب کی کچھ تفصیل بیان کرتے ہیں۔

پہلی ذمہ داری: عدو و صائل اور ان کے نائبین سے مغصوبہ دار الاسلام آزاد کرانا

تاریخ کے مختصر مطالعے سے ہمارے سامنے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ برصغیر جب ایک مرتبہ دارالحرب کی حیثیت اختیار کر گیا تو دوبارہ دارالاسلام بننا اسے نصیب نہ ہوا۔ جن حالات و خلفیات کے تحت اس خطہ زمین کو دارالحرب قرار دیا گیا تھا بعینہ وہی حالات آج بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش میں بھی درپیش ہیں۔

برصغیر جب مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل کر غیر مسلموں کے قبضے میں چلا گیا اور مسلمان ایک دارالحرب میں زندگی گزارنے پر مجبور ہوئے تو وقت کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے علماء نے اپنی ذمہ داری ادا کرنے کے لیے دو کام کیے: ایک تو مسئلہ کی شرعی حیثیت واضح کی اور بیاں دہل بنایا کہ اب ہندوستان کی حیثیت دارالحرب کی ہے اور پھر یہ واضح کیا کہ دارالحرب میں بسنے والے مسلمانوں کی کیا ذمہ داری ہے۔ دوسرا کام انہوں نے یہ کیا کہ دارالحرب کو دوبارہ دارالاسلام میں تبدیل کرنے کے لیے عملی جہاد کا آغاز کیا اور اس کے لیے جو تیاری مطلوب تھی اس میں مصروف ہو گئے۔

اس موقع پر میں مقدمہ کے طور پر کچھ باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں جن کے بارے میں امید رکھتا ہوں کہ کسی کو ان سے اختلاف نہیں ہوگا اور امید کرتا ہوں کہ ان باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا ہمارے لیے آسان ہوگا۔ وہ باتیں یہ ہیں:

1. ذمہ داری کی ادائیگی میں تاخیر اور نکاسل کی وجہ سے ذمہ داری میں تخفیف نہیں ہوتی۔
2. ایک نسل اگر خود پر عائد شدہ ذمہ داری ادا نہ کر سکے تو آنے والی نسلوں سے وہ ذمہ داری ساقط نہیں ہوتی۔
3. ان ممالک میں کفری نظام قائم رکھنے والی قوت ان ممالک کے حکمران ہیں، دوسرے عناصر ان کے معاونین ہیں۔
4. اقامت دین و شریعت، اقامت خلافت اور امارت اسلامیہ کا قیام مسلمانوں پر عائد فرض ہے اور اس فرض کی ادائیگی میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنا بھی فرض ہے۔

5. حالات کے عذر سے فرض کی ادائیگی کی کیفیت تو بدل سکتی ہے لیکن حکم معطل نہیں ہو سکتا۔

6. فرض جہاد کی ذمہ داری جہاد کی تیاری اور عملی جہاد ہی کے ذریعے ہی ادا ہو سکتی ہے، دوسرے فرائض کی ادائیگی اس کا متبادل نہیں ہو سکتی، مثلاً نماز، روزہ اور حج کی ادائیگی جہاد کا بدل نہیں ہو سکتی۔

لہذا دارالاسلام کے حصول کی کوشش مسلمانوں پر فرض ہے اور اس سلسلے میں جو رکاوٹیں بھی درپیش ہوں ان کو دور کرنے کے لیے جہاد بھی مسلمانوں پر فرض ہے اور چونکہ یہ جہاد اپنے خطہ زمین کو واپس لینے کا جہاد ہے لہذا یہ فرض عین دفاعی جہاد ہے۔

اس بارے میں دلائل ملاحظہ کرنے سے پہلے مقدمے کے طور پر جو چند باتیں عرض کی تھیں ان کو دوبارہ یاد کریں اور غور کریں۔

مجمع الانہر فی شرح ملتقى الأبحر کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

(فإن هجم) أي: غلب (العدو) أي: على بلد من بلاد الإسلام، أو ناحية من نواحيها.

وفي المغرب الهجوم الإتيان بغتة، والدخول من غير استئذان (فرض عین فتخرج المرأة، والعبد بلا إذن الزوج، والمولى): لأن المقصود لا يحصل إلا بإقامة الكل فيفرض على الكل وحق الزوج، والمولى لا يظهر في حق فروض الأعيان، وكذا يخرج الولد بغير إذن والديه، والغريم بغير إذن دائنه وإن الزوج، والمولى إذا منعا أئما.

وفي البحر امرأة مسلمة سببت بالمشرق وجب على أهل المغرب تخليصها ما لم تدخل حصونهم وحرزهم قال في الذخيرة إذا جاء النفيّر إنما يصير فرض عین على من يقرب من العدو وهم يقدرّون على الجهاد فأما من وراءهم يبعد من العدو، فإن كان الذين هم بقرب العدو عاجزين عن مقاومة العدو القادرين إلا أنهم لا يجاهدون لكسل بهم، أو تهاون افتراض على من يليهم فرض عین، ثم من يليهم كذلك حتى يفترض على هذا التدرّج على المسلمين كلهم شرقا وغربا انتهى. (مجمع الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر، أحكام الجهاد)

” (اگر حملہ کرے) یعنی غالب ہو جائے (دشمن) یعنی دارالاسلام کے کسی شہر پر یا دارالاسلام کے کسی خطے پر:

اور مغرب میں ہے: هجوم کا معنی ہے اچانک آ جانا اور اجازت مانگے بغیر داخل ہو جانا (تو فرض عین ہے، پس عورت اور غلام اپنے شوہر اور مولا کی اجازت کے بغیر نکل جائے) کیونکہ سب کی شرکت کے بغیر مقصد ادا نہیں ہو گا لہذا سب پر فرض ہو جائے گا اور شوہر اور مولا کا حق فرض عین امور میں ظاہر نہ ہو گا۔ اسی طرح لڑکا اپنے باپ کی اجازت کے بغیر اور قرض لینے والا قرض دینے والے کی اجازت کے بغیر نکل جائے گا اور شوہر اور مولا اگر منع کریں تو گناہ گار ہوں گے۔

بحر میں ہے کہ اگر کوئی مسلمہ عورت مشرقی علاقوں میں دشمن کے ہاتھوں اسیر ہو جائے تو مغرب کے مسلمانوں پر اس کو چھڑوانا واجب ہے، جب تک کہ وہ ان کے قلعہ اور ان کی حفاظت کی حدود میں داخل نہ ہو جائے۔ ذخیرہ میں ہے کہ جب نفیر عام ہوگی تب فرض عین ہو جائے گا ان پر جو دشمن سے قریب ہیں، جبکہ وہ جہاد کی طاقت رکھتے ہوں، اور جو دشمن سے دور ہیں ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ دشمن کے قریب والے مسلمان اگر دشمن کے مقابلے سے عاجز ہوں یا وہ مقابلہ کرنے کی قوت تو رکھتے ہوں لیکن سستی یا غفلت کی وجہ سے جہاد نہ کریں، تو پھر ان سے قریب والے مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جائے گا اور اس کے بعد جو ان سے قریب ہیں ان پر۔۔۔ اور اس طرح مشرق و مغرب میں بسنے والے سب مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جائے گا۔“

عنایہ شرح ہدایہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

”ثم الجهاد يصير فرض عین عند النفيّر العام على من يقرب من العدو وهو يقدر عليه، وأما من وراءهم فلا يكون فرضا عليهم إلا إذا احتيج إليهم، إما لعجز القريب عن المقاومة مع العدو، وإما للتكاسل فحينئذ يفرض على من يليهم ثم وثم إلى أن يفترض على جميع أهل الإسلام شرقا وغربا على هذا التدرّج.“ (العناية شرح الهداية كتاب السير)

”اس کے بعد جب نفیر عام ہوگی تو جو مسلمان دشمن کے قریب ہوں گے اور وہ دشمن سے مقابلے پر قادر بھی ہوں تو ان پر جہاد فرض عین ہو جائے گا، ان کے علاوہ جو ان سے دوری پر ہیں ان پر فرض نہ ہو گا تاں کہ ان کی ضرورت پڑے، یا تو قریب والوں کے دشمن کے مقابلے سے عاجز ہو جانے کی وجہ سے یا ان کی سستی کی وجہ سے، اس وقت ان سے قریب جو ہیں ان پر فرض ہو جائے گا، اس کے بعد ان سے قریب جو ہیں ان پر، اس کے بعد ان سے قریب جو ہیں ان پر۔۔۔ اس طرح یکے بعد دیگرے مشرق و مغرب کے ہر مسلمان پر فرض ہو جائے گا۔“

موسوع فقہیہ کویت کی عبارت ملاحظہ کیجیے:

”إذا استولى الكفار على بقعة من دار الإسلام صار الجهاد فرض عین على جميع أفراد الناحية التي استولى عليها الكفار، رجالا ونساء، صغارا وكبارا، أصحاء ومرضى، فإذا لم يستطع أهل الناحية دفع العدو عن دار الإسلام، صار الجهاد فرض عین على من يليهم من أهل النواحي الأخرى من دار الإسلام،

وهكذا حتى يكون الجهاد فرض عين على جميع المسلمين، ولا يجوز تمكين غير المسلمين من دار الإسلام. ويأثم جميع المسلمين إذا تركوا غيرهم يستولي على شيء من دار الإسلام.

.....

ولا يجوز لغير المسلمين دخول دار الإسلام إلا بإذن من الإمام أو أمان في مسلم. ولا يجوز لهم إحداث دور عبادة لغير المسلمين: كالكنائس، والصوامع، وبيت النار،...“ (الموسوعة الفقهية الكويتية في كلمة دار)

”جب کفار دارالاسلام کے کسی خطے پر غالب ہو جائیں تو جس علاقے پر کفار نے حملہ کیا اس علاقے کے ہر فرد پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے، مرد عورت، چھوٹے بڑے، تندرست بیمار سب پر۔ اگر اس علاقے کے مسلمان دارالاسلام سے دشمن کو ہٹانے پر قادر نہ ہوں تو ان سے ملے ہوئے دارالاسلام کے قریبی علاقوں کے مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جائے گا، اسی طرح سب مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہو جائے گا اور کفار کو دارالاسلام میں جگہ کر لینے کے لیے فرصت دینا جائز نہیں، اگر غیر مسلموں کو دارالاسلام کے کسی حصہ پر جگہ کر لینے کے لیے چھوڑ دے تو سب مسلمان گناہ گار ہوں گے۔“

.....

اور غیر مسلموں کے لیے دارالاسلام میں داخل ہونا امام المسلمین کی اجازت یا کسی مسلمان کی امان کی ماتحتی کے بغیر جائز نہیں، اسی طرح غیر مسلموں کی عبادت گاہیں بنانا بھی جائز نہیں جیسے گرجا، مندر، آگ خانہ وغیرہ.....“

مذکورہ نصوص کی رو سے اگر دشمن کسی دارالاسلام پر مسلط ہو جائے تو اہل دارالاسلام پر واجب ہے کہ دشمن کے ساتھ مقابلہ کر کے دارالاسلام کو دوبارہ حاصل کریں اور یہ فرض عین ہے۔ اسی طرح یہ بھی واضح ہے کہ اگر دارالاسلام کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش چھوڑ کر دشمنان اسلام کے حوالے کر دیا جائے تو ہر مسلمان گناہ گار ہو گا۔ اس بارے میں فقہ کی عبارت اس طرح ہے: ویأثم جميع المسلمين إذا تركوا غيرهم يستولي على شيء من دار الإسلام۔ لہذا برصغیر کے مسلمانوں کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ فرض عین جہاد کی ادائیگی کے لیے میدان میں اتریں اور اس کے لیے مطلوب تیاری بہم پہنچیں۔

چونکہ ان ممالک کے حکمران ان ملکوں کو دارالاسلام بنانے پر تیار نہیں ہیں لہذا ان ممالک کے حکمرانوں کے خلاف مسلح کارروائی شروع کرنا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ مسلمانوں کے لیے

موجودہ حالات میں جہاد فی سبیل اللہ کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے، لہذا برصغیر کے مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہے۔

دوسری ذمہ داری: کافر اور مرتد حکمرانوں کو حکومت سے ہٹانے کے لیے جہاد کرنا

علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مسلمانوں پر اگر کوئی کافر حکمران مسلط ہو جائے یا مسلم حکمران پر کفر طاری ہو جائے تو اس کو ہٹا کر ایک مسلمان حکمران کو مسند اقتدار پر بٹھانا فرض ہے؛ قاضی عیاضؒ کی ایک عبارت ملاحظہ ہو:

”لا خلاف بين المسلمين أنه لا تنعقد الإمامة للكافر، ولا تستديم له إذا طرأ عليه، وكذلك إذا ترك إقامة الصلوات والدعاء إليها، وكذلك عقد جمهورهم البدعة.

وذهب بعض البصريين إلى أنها تنعقد لها وتستديم على التأويل، فإذا طرأ مثل هذا على وال من كفر أو تغير شرع أو تأويل بدعة، خرج عن حكم الولاية وسقطت طاعته، ووجب على الناس القيام عليه وخلعه، ونصب إمام عدل أو والي مكانه إن أمكنهم ذلك.“ (إكمال المعلم شرح صحيح مسلم للقاضي عیاض)

”مسلمانوں کے اندر اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ کافر کے لیے امامت منعقد نہیں ہوتی اور کسی مسلمان حکمران کی امامت باقی نہیں رہتی جب اس پر کفر طاری ہو جائے، اسی طرح جب نماز قائم کرنا اور اس طرف بلانا چھوڑ دے تو اس کے لیے امامت منعقد نہیں ہوتی، اسی طرح بدعت میں بھی جمہور کا یہی مذہب ہے۔“

بعض بصری علماء کا مذہب ہے کہ تاویل کی بنا پر بدعتی کی امامت منعقد ہوگی اور باقی رہے گی لہذا اگر اسی طرح کفر یا شریعت کو بدل دینے یا بدعت کی تاویل کسی مسلم والی میں پائی جائے تو وہ ولایت سے نکل جائے گا اور اس کی اطاعت ساقط ہو جائے گی اور مسلمانوں پر اس کے خلاف کھڑے ہونا، اس کو معزول کرنا اور اس کی جگہ کسی امام عادل کو مقرر کرنا واجب ہو جائے گا، اگر یہ ان کے لیے ممکن ہو۔“

قاضی عیاضؒ نے یہاں امت کا متفقہ فیصلہ ذکر کیا ہے کہ اگر کافر حکمران مسلمانوں پر مسلط ہو جائے یا مسلم حکمران پر کفر طاری ہو جائے تو اس کو ہٹا کر کسی مسلمان حکمران کو تخت حکومت پر بٹھانا مسلمانوں پر فرض ہے اور ظاہر بات ہے کہ ایک کافر یا مرتد حاکم کو تخت حکومت سے

ہٹانا مسلح کارروائی کے بغیر ممکن نہیں، لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ ان حکمرانوں کے خلاف جہاد کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ برصغیر کے حکمرانوں کے کافر یا مرتد ہونے کے بارے میں ہم نے اس مقالے کی دوسری قسط میں مفصل عرض کیا ہے، اب موضوع کی مناسبت سے مختصر اس طرف دوبارہ اشارہ کرتا ہوں۔

بھارت کا حکمران کافر اصلی ہے، مشرک معن ہے، اس کے کفر کے بارے میں تردد کرنا کفر ہے۔ کافر کو کافر سمجھنا فرض ہے۔ اور پاکستان و بنگلہ دیش کے حکمران اگر پیدائشی طور پر مسلمان تھے بھی تو وہ مرتد ہو چکے ہیں، اگرچہ وہ خود کو مسلمان ظاہر کریں اور اسلام کے بعض اراکین پر عمل بھی کریں تب بھی وہ مرتد ہیں کیونکہ ان میں کفر باوجود ہے۔ سلف و خلف کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اگر کوئی حکمران ملک کو چلانے کے لیے شریعت اسلامیہ یعنی قرآن اور سنت کو یعنی حکم الہی کو دستور کے طور پر اختیار نہ کرے اور اس کے بجائے غیر اللہ کے احکام اختیار کرے تو وہ کافر ہے۔ اس بارے میں آپ سلف و خلف کی کچھ عبارات ملاحظہ فرمائیں:

حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:

”امر مغل بالامامت:

1. اختیاری یعنی خلع بلا سبب
2. غیر اختیاری مثل مرض مانع عن العمل واسر ممتد
3. وعجز عن العمل
4. کفر
5. غیر متعدی الی الغیر مثل شرب خمر وغیرہ
6. متعدی یعنی ظلم باخذ الاموال اجتہادی
7. متعدی یعنی ظلم باخذ الاموال غیر اجتہادی
8. بالاکراہ علی المعصیۃ

قسم ثالث: نعوذ باللہ کافر ہو جاوے خواہ بکفر تکذیب و جود و خواہ بکفر عناد و مخالفت خواہ بکفر استخفاف و استتہاج امور دین.....“ (امداد الفتاویٰ، جلد ۵، ص ۱۲۹)

قسم ثالث کا حکم: حکمران معزول ہو جاوے گا اور اگر جدا نہ ہو تو (مسلمانوں پر) بشرط قدرت جدا کر دینا علی الاطلاق واجب ہے۔ لقولہ فی العبارة الثانیۃ کالردة۔ مگر اس میں شرط یہ ہے کہ وہ کفر متفق علیہ ہو، بدلیل الحدیث الاول کفرا بواحا عندکم من اللہ فیہ بریان مع انضمام الاجماع المذکور سابقا۔ اور جس طرح اس کافر ہونا قطعی ہو اسی طرح اس کا صدور بھی یقینی ہو، مثل روایت عین کے، نہ کہ محض روایات ظنیہ کے درجہ میں، کما دل علیہ قولہ علیہ السلام: إلا إن

ترو المراد روية العین، بدلیل تعدیته إلى مفعول واحد۔“ (امداد الفتاویٰ جلد ۵، ص ۱۳۳)

مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

”اس کے علاوہ حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ ایک اور صورت ایسی ہے جس میں امیر کافق دوسروں تک متعدی ہو رہا ہو، یعنی امیر لوگوں کا دین خراب کر رہا ہو، مثلاً لوگوں کو معصیت پر مجبور کر رہا ہو تو اگر یہ عمل کسی ایک یا دو افراد کے ساتھ ہو تو اس کا حکم اکراہ کا ہو گا اور اکراہ کے احکام جاری ہوں گے، لیکن اگر امیر نے اس کو ایک مستقل پالیسی بنا لیا کہ وہ مستقل طور سے لوگوں کو معصیتوں پر مجبور کرنے لگا ہے اور اس میں غیر اسلامی قوانین کو شریعت کے مقابلے میں زیادہ بہتر سمجھتا ہے تو یہ کفر صریح ہے اور اگر فوقیت نہیں دیتا لیکن تاویلا (شریعت کی غلط تشریح کر کے) یا نکاسلا (سستی کی بنا پر) اس کو چھوڑا ہوا ہے تو بھی اگرچہ یہ کفر صریح نہ ہو، لیکن کفر کے حکم سے ملحق ہو سکتا ہے، کیونکہ اس سے شریعت کا استخفاف لازم آتا ہے، لہذا اس صورت میں بھی خروج جائز ہے.....“ (اسلام اور سیاسی نظریات، ص ۳۶۷)

مفتی کفایت اللہؒ کا فتویٰ ملاحظہ ہو:

”خلاف شرع حکم کرنے والے حکمران طاغوت ہیں، ان کو ’اولی الامر‘ میں داخل کرنے والے کی امامت ناجائز ہے۔“

سوال: جو شخص آیت شریفہ ﴿وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ کو حکام آئین پر محمول کرتا ہو اور حکام آئین موجودہ کے حکم کو اس آیت شریفہ سے استدلال کر کے واجب العمل کہتا ہو تو ایسے شخص کا شریعت میں کیا حکم ہے اور اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (الاستفتیٰ نمبر ۱۳۶۲، مولوی محمد شفیع صاحب مدرس اول مدرسہ اسلامیہ شہر ملتان ۲۳ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ، بمطابق ۳ جون ۱۹۳۷ء)

جواب: ﴿وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ سے علماء یا حکام مسلمین مراد ہیں۔ یعنی ایسے حکام جو مسلمان ہوں اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق احکام جاری کریں۔ ایسے مسلمان حاکم جو خدا اور رسول کے احکام کے خلاف حکم جاری کریں ﴿وَمَنْ لَّهٗ يَخْضَعُ بِمَا آتٰهُ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ میں داخل ہیں اور خدا اور رسول کے خلاف حکم جاری کرنے

والوں کو قرآن پاک میں طاعوت فرمایا گیا ہے اور طاعوت کی اطاعت حرام ہے۔ پس جو شخص ایسے حکام کو جو الہی شریعت اور آسمانی قانون کے خلاف حکم کرتے ہیں ﴿وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ میں داخل قرار دے وہ قرآن پاک کی نصوص صریحہ کی مخالفت کرتا ہے۔ انگریزی قانون کے ماتحت خلاف شرع حکم کرنے والے خواہ غیر مسلم ہوں خواہ نام کے مسلمان؛ طاعوت ہیں اور اولی الامر میں کسی طرح داخل نہیں ہو سکتے۔ ان کو اولی الامر میں داخل کرنے والا یا مجنون ہے یا جاہل یا فاسق اور ایسی حالت میں اس کو مقتدا بنانا اور امام مقرر کرنا ناجائز ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی، جلد ۱، ص ۱۳۹)

مفتی رشید احمد لدھیانوی کافتوی

سوال: حکومت برما اپنے مسلم باشندوں پر ظلم کر رہی ہے حتیٰ کہ ان کے مذہبی احکام پر پابندی لگا رہی ہے، فرائض شریعہ کی ادائیگی میں مانع ہو رہی ہے، دریں حالات مسلم باشندوں پر ایسی حکومت سے جہاد کرنا فرض ہے یا نہیں؟ نیز اموال زکوٰۃ کے ذریعے ایسے مجاہدین کی مدد کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ بیوقوف جواب۔

الجواب باسم ملہم الصواب: ان حالات میں ایسی حکومت کافرہ سے جہاد کرنا فرض ہے، اس مقصد کے لیے ایسی تنظیم ضروری ہے جو علمائے ماہرین، متقیین و اہل بصیرت کی نگرانی میں حدود شریعت کے اندر کام کرے، دوسرے ممالک کے مسلمانوں پر بھی بالترتیب 'الاقرب فالاقرب' تعاون کرنا فرض ہے اور جہاد کی استطاعت نہ ہو تو وہاں سے ہجرت کرنا فرض ہے.....“ (احسن الفتاویٰ، ج ۶، ص ۲۸)

ابن کثیرؒ کی تصریح:

ابن کثیرؒ نے اس بارے میں بہت مفصل اور مبین بات کی، آپ آیت کریمہ ﴿اتَّخِذُوا لِلْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”قوله: ﴿اتَّخِذُوا لِلْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾ ينكر تعالى على من خرج عن حكم الله المحكم المشتمل على كل خير، الناهي عن كل شر وعدل إلى ما سواه من الآراء والأهواء والأصطلاحات، التي وضعها الرجال بلا مستند من شريعة الله، كما كان أهل الجاهلية يحكمون به من الضلالات والجهالات، مما يضعونها بأرائهم وأهوائهم، وكما يحكم به التتار من السياسات الملكية المأخوذة عن ملكهم

جنکزخان، الذي وضع لهم اليساق وهو عبارة عن كتاب مجموع من أحكام قد اقتبسها عن شرائع شتى، من اليهودية والنصرانية والملة الإسلامية، وفيها كثير من الأحكام أخذها من مجرد نظره وهواه، فصارت في بنيه شرعا متبعا، يقدمونها على الحكم بكتاب الله وسنة رسوله صلى الله عليه وسلم. ومن فعل ذلك منهم فهو كافر يجب قتاله، حتى يرجع إلى حكم الله ورسوله [صلى الله عليه وسلم] فلا يحكم سواه في قليل ولا كثير.“ (تفسير القرآن العظيم لابن كثير)

”(اس آیت مبارک) تو کیا یہ جاہلیت کے فیصلے چاہتے ہیں؟ اور اللہ کے حکم (اور فیصلے) سے بہتر کس کا حکم ہو سکتا ہے، ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھنے والے ہیں، اللہ رب العالمین ان لوگوں پر نکیر فرما رہے ہیں جو اللہ کے حکم، جس میں تمام بھلائیاں موجود اور تمام برائیاں مفقود ہیں، سے ہٹ جائیں۔ ایسے پاک حکم سے ہٹ کر رائے قیاس کی طرف، خواہش نفسانی کی طرف اور ان احکام کی طرف جھکے جو لوگوں نے از خود اپنی طرف سے بغیر دلیل شرعی گھڑ لیے ہیں جیسا کہ اہل جاہلیت اپنی جہالت و ضلالت اور اپنی رائے اور اپنی مرضی کے مطابق حکم احکام جاری کر لیا کرتے تھے اور جیسا کہ تاتاری ملکی معاملات میں چنگیز خان کے احکام کی پیروی کرتے تھے جو الیاسق میں مختلف شریعتوں اور مذاہب سے چھانٹ کر وضع کیے گئے تھے۔ یہودیت، نصرانیت، اسلامیت وغیرہ سب کے احکام کا وہ مجموعہ تھا اور پھر اس میں بہت سے احکام وہ بھی تھے جو صرف اپنی عقل اور مصلحت وقت کے پیش نظر ایجاد کیے گئے تھے جن میں اپنی خواہش کی ملاوٹ بھی تھی۔ پس وہی مجموعہ ان کی اولاد میں قابل عمل ٹھہرا اور اسی کو کتاب و سنت پر فوقیت اور تقدیم دی گئی۔ درحقیقت ایسا کرنے والے کافر ہیں اور ان سے جہاد کرنا واجب ہے یہاں تک کہ وہ لوٹ کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی طرف آجائیں اور کسی چھوٹے یا بڑے، اہم یا غیر اہم معاملے میں سوائے کتاب و سنت کے کوئی حکم کسی کا نہ لیں۔“

تو یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ان تینوں ملکوں (بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش) کے حکام یا تو اصلاً کافر ہیں یا مرتد ہیں، ہر دو صورت میں ان کو اقتدار سے ہٹا کر کسی مسلمان کو حکمران بنانا مسلمانوں پر واجب ہے اور اس سلسلے میں جو کچھ تدابیر ضروری ہیں ان سب کا فرائض کرنا فرض ہے۔ چونکہ یہ مقصد بغیر جہاد کے حاصل کرنا ممکن نہیں لہذا ہر صغیر کے کافر اور مرتد حکمرانوں کے خلاف جہاد کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔

کریم پلٹ پلٹ کر توجہ دلاتا ہے اور ان امور میں قرآن کی راہنمائی واضح صاف اور شفاف ہے، مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ کریں:

﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (سورة البقرة: ۳۰)

”اور یاد کرو جب کہ کہا تھا تمہارے رب نے فرشتوں سے کہ میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک خلیفہ۔ انہوں نے کہا: کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس میں فساد مچائے گا اور خون ریزی کرے گا؟ اور ہم آپ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کی تقدیس میں لگے ہوئے ہیں۔ فرمایا: میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے۔“

وفي تفسير الجلالين:

{و} اذكر يا محمد {إذ قال ربك للملائكة إني جاعل في الأرض خليفة} يخلفني في تنفيذ أحكامي فيها.

”(اور) یاد کرو اے محمد! (جب کہا تیرے رب نے فرشتوں سے کہ میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں) جو زمین میں میرے احکام کی تنفیذ میں میری نیابت کرے گا۔“

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ (سورة التوبة: ۳۳)

”وہ اللہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے وہ غالب کر دے سارے بقیہ دینوں پر خواہ مشرکوں کو (کیسا ہی ناگوار ہو۔“

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا﴾ (سورة الفتح: ۲۸)

”وہ (اللہ) وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے اور اللہ کافی گواہ ہے۔“

﴿وَأَن احْكُمَ بَيْنَهُم مَّا أُنْزِلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ فَإِن تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَن يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ دُورِهِمْ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ﴾ (سورة المائدة: ۴۹)

اگر کوئی اس مسئلے میں اختلاف کرے اور مسلمانی کا دعویٰ کرنے والے حکمرانوں کو کا فرمانے پر تیار نہ ہو تو اس قسم کے اختلاف سے ان حکمرانوں کے خلاف جہاد کی فرضیت کے مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بھارت کے حق میں تو یہ مسئلہ واضح ہے لہذا وہاں کے حکمرانوں کے خلاف جہاد کی فرضیت میں ان حضرات کو اختلاف نہیں ہونا چاہیے اور جو حکمران خود کو مسلمان کہتے ہیں ان کے حق میں بھی فرضیت کے مسئلہ کی حیثیت برابر ہے کیونکہ یہ خلافت اسلامیہ اور امارت اسلامیہ کی اقامت کے مانعین ہیں اور حکم الہی کی اقامت کی راہ میں جو بھی مانع ہو گا اس کے خلاف جہاد کرنا فرض ہے، لہذا ان حکمرانوں کے خلاف فرضیت جہاد کے مسئلہ میں ان حضرات کو اختلاف نہیں کرنا چاہیے۔

حال ہی میں آپ نے دیکھا ہو گا کہ افغانستان میں امریکی شیاطین سے ان کے انخلا کے معاہدہ (معاہدہ دوحہ) کے نتیجے میں جنگ بندی کے بعد بھی امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے جہاد موقوف نہیں کیا، جبکہ ان کی لڑائی ایسے لوگوں کے خلاف چل رہی تھی جو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں، اس لڑائی کے بارے میں طالبان مجاہدین کا یہی کہنا تھا کہ امارت اسلامیہ کی اقامت کے لیے ان سے لڑائی ہے لہذا جب تک امارت اسلامیہ مستحکم نہ ہو گی تب تک جہاد چلتا رہے گا اور یہ جہاد ان لوگوں کے خلاف ہو گا جو امارت اسلامیہ کی اقامت کے لیے خطرہ ہیں۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ افغان ملی فوجیوں کے خلاف طالبان مجاہدین کے اس رویہ کی پاکستان اور بنگلہ دیش کے علماء کرام نے تائید کی اور مفتی تقی صاحب اور دوسرے علماء حضرات بھی افغان فوجیوں کی تکفیر تو نہیں کرتے مگر طالبان کے اقدام کی تائید ضرور کرتے ہیں۔ لہذا اسلام کا دعویٰ کرنے والے حکمرانوں کی تکفیر میں اختلاف رکھنے والے حضرات کو بھی یہ بات تسلیم کرنی ہو گی کہ ان حکمرانوں کے خلاف جہاد فرض ہے۔

تیسری ذمہ داری: اقامت خلافت اور امارت اسلامیہ کا قیام

مسلمان جب اجتماعی طور پر کسی خطہ زمین میں بستے ہیں تو ان کی ایک اجتماعی حیثیت بھی ہوتی ہے اور اسی حیثیت پر کچھ شرعی احکامات بھی لاگو ہوتے ہیں جنہیں نفاذ شریعت یا اقامت امارت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس بارے میں قرآن و حدیث اور فقہ جو فیصلہ کرتی ہے اس کو نہایت اختصار کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔

قرآن کیا کہتا ہے؟

نوع انسانی کا وجود، حکم الہی کی تنفیذ کی ذمہ داری، حکم الہی کی تغلیب، ارسال رسول کا مقصد اصلی سارے ادیان و احکام پر حکم الہی کی ترجیح، کفار مشرکین اور خواہشات نفسانی کے خلاف حکم الہی کا نفاذ، ہر چھوٹی بڑی بات میں اللہ کی حاکمیت اور رسول کی خلافت اور امت کی نیابت اور حکم الہی سے تخلف کے نتیجے کا بیان..... یہ کچھ باتیں ایسی ہیں کہ جن کے بارے میں قرآن

”اور فیصلے کیجیے ان کے مابین اس (شریعت) کے مطابق جو کہ اللہ نے اتاری ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجیے اور ان سے ہوشیار رہیے، ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ آپ کو ان میں سے کسی چیز سے بچلا دیں جو اللہ نے آپ پر نازل کی ہیں پھر اگر وہ روگردانی کریں تو جان لیجیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا دینا چاہتا ہے اور اس میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے کہ لوگوں میں سے اکثر فاسق (نافرمان) ہیں۔“

﴿فَلَا تَخْشَوْا النَّاسَ وَاتَّقُوا اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْكَافِرُونَ﴾ (سورۃ المائدہ: ۴۴)

”..... (تو ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ) تم لوگوں سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیات کو حقیر سی قیمت پر فروخت نہ کرو اور جو اللہ کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں۔“

حدیث کی رہنمائی

اسی طرح احادیث نبویہ میں خلافت اور امارت اسلامیہ کی ایسی تصویر پیش کی گئی ہے جس کے بعد امت کے لیے تشویش اور تشکیک کا کوئی گوشہ باقی نہیں رہتا۔

امیر و خلیفہ کا وصف، امام کی ذمہ داری، سیاست کی کیفیت، اطاعت کی کیفیت، سیاست اور اطاعت کی اہمیت، عدم سیاست اور عدم اطاعت پر دھمکی، امیر کے لیے حدود سیاست، مامور کے لیے حدود اطاعت، اجتماعی زندگی کی اہمیت، امیر کے بغیر اجتماعی زندگی کا تصور ناممکن ہونا، خلافت، بیعت، وفائے بیعت، بغاوت کا وجوب، جواز، حرمت وغیرہ سیاسی امور سے حدیث کے مستقل ابواب بھرے ہوئے ہیں۔ یعنی حدیث نبوی میں سیاست کا ایسا کوئی گوشہ مہمل نہیں چھوڑا گیا جس کے بارے میں ہمیں تردد کرنا پڑے، فللہ الحمد۔ آپ مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ کرتے جائیں اور حقیقت کا مشاہدہ کرتے جائیں:

”عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أطاعني فقد أطاع الله ومن عصاني فقد عصى الله ومن يطع الأمير فقد أطاعني ومن يعص الأمير فقد عصاني وإنما الإمام جنة يقاتل من ورائه ويتقى به فإن أمر بتقوى الله وعدل فإن له بذلك أجراً وإن قال بغيره فإن عليه منه۔“ (صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسير، باب یقاتل من وراء الإمام ويتقى به)

”ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری

اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی، امام ڈھال ہے جس کے پیچھے رہ کر لڑائی کی جاتی ہے اور اس کے ذریعے بچاؤ کیا جاتا ہے، پس اگر امام اللہ سے ڈرنے اور عدل و انصاف (قائم کرنے) کا حکم دے تو اس کے لیے اجر و ثواب ہے اور اگر اس کے خلاف کرے تو اس پر اس کا وبال ہو گا۔“

”وعن أم الحصين قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أمر عليكم عبد مجدع يقودكم بكتاب الله فاسمعوا له وأطيعوا۔“ (صحیح مسلم، کتاب الإمامۃ، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في معصية)

”ام الحصینؓ سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم پر کسی کان کٹے غلام کو بھی امیر بنا دیا جائے جو تمہیں کتاب اللہ کی روشنی میں چلائے تو تم اس کی بات مانو اور اس کی اطاعت کرو۔“

”وعن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: السمع والطاعة على المرء المسلم فيما أحب وأكره ما لم يؤمر بمعصية فإذا أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة۔“ (صحیح البخاری کتاب الجہاد والسير، باب وجوب الطاعة للإمام، و صحیح مسلم، کتاب الإمامۃ، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في معصية)

”ابن عمرؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان شخص پر پسند اور ناپسند ہر حال میں سماع و طاعت واجب ہے جب تک کہ اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے، پس جب معصیت کا حکم دیا جائے تو اس میں کوئی سماع و طاعت نہیں۔“

”وعن عباد بن الصامت قال: بايعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم على السمع والطاعة في العسر واليسر والمنشط والمكره وعلى أثرة علينا وعلى أن لا ننازع الأمر أهله وعلى أن نقول بالحق أينما كنا لا نخاف في الله لومة لائم. وفي رواية: وعلى أن لا ننازع الأمر أهله إلا أن تروا كفراً بواحاً عندكم من الله فيه برهان۔“ (المصدر السابق)

”عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ان امور میں بیعت کی کہ ہم سماع و طاعت کریں گے سختی میں بھی اور کشادگی میں بھی، اگرچہ ہمیں پسند ہو یا ناپسند، اور اگرچہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے اور اس بات پر کہ ہم خلافت

اور امارت کے امور میں ارباب حکومت سے لڑائی جھگڑانہ کریں گے اور اس بات پر کہ ہم جہاں بھی ہوں حق بات ہی کہیں گے اور حق کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کریں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اور اس بات پر کہ ہم خلافت اور امارت کے امور میں ارباب حکومت سے لڑائی جھگڑانہ کریں گے الایہ کہ تم حکمرانوں میں ایسا واضح کفر دیکھو جس کے بارے میں تمہارے پاس اللہ کی طرف سے دلیل موجود ہے۔“

”وعن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من رأى أميره يكرهه فليصبر فإنه ليس أحد يفارق الجماعة شبرا فيموت إلا مات ميتة جاهلية۔“

”ابن عباسؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی یہ دیکھے کہ اس کا امیر اسے کسی ناپسندیدہ امر پر مجبور کر رہا ہے تو چاہیے کہ وہ صبر کرے کیونکہ جو کوئی بھی جماعت سے بالشت بھر بھی دوری اختیار کرے اور اسی حالت میں مرجائے تو اس موت جاہلیت کی موت ہے۔“

”وعن عبد الله بن عمر قال : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من خلع يدا من طاعة لقي الله يوم القيامة ولا حجة له . ومن مات وليس في عنقه بيعة مات ميتة جاهلية۔“ (المصدر السابق)

”عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس نے امیر کی اطاعت سے ہاتھ ہٹالیا وہ قیامت کے دن اس حال میں اللہ رب العزت کے حضور پیش ہو گا کہ اس کے حق میں کوئی حجت نہ ہوگی اور جو کوئی اس حال میں مرا کہ اس کے گلے میں (امام المسلمین کے ہاتھ پر) بیعت کا قلابہ نہیں ہے وہ جاہلیت کی موت مرا۔“

”وعن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: كانت بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء كلما هلك نبي خلفه نبي وإنه لا نبي بعدي وسيكون خلفاء فيكثرون. قالوا: فما تأمرنا؟ قال: فوا بيعة الأول فالأول أعطوهم حقهم فإن الله سائلهم عما استرعاهم۔“ (المصدر السابق)

”ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کے امور حکومت ان کے انبیاء سنبھالتے تھے۔ جب بھی ایک نبی

ہلاک ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کے بعد اس کا خلیفہ بن جاتا۔ اور میرے بعد بیشک کوئی نبی نہ آئے گا۔ ہاں خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے صحابہ نے عرض کیا: پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: پہلے والے کی بیعت کی وفاداری کرو، پھر اس کے بعد والے کی بیعت کی وفاداری کرو اور ان کو ان کا حق دو جو اللہ نے ان کا حق رکھا ہے۔ بیشک اللہ بھی ان سے ان کی رعیت کے حقوق کے بارے میں باز پرس کرے گا۔“

”وعن أبي سعيد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا بوع لخليفةين فاقتلوا الآخر منهما۔“ (صحيح مسلم، كتاب الإمامة، باب إذا بوع لخليفةين)

”ابو سعیدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو خلفا کے ہاتھ پر بیعت کی جائے تو ان دونوں میں سے بعد میں بیعت لینے والے کو قتل کر دو۔“

”وعن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من بايع إماما فأعطاه صفقة يده وثمرة قلبه فليطعه إن استطاع فإن جاء آخر ينازعه فاضربوا عنقه الآخر۔“ (صحيح مسلم، كتاب الإمامة، باب الوفاء ببيعة الخلفاء الأول فالأول)

”جس نے امام کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر خلوص دل کے ساتھ بیعت کی تو چاہیے کہ اپنی استطاعت کے مطابق اس کی اطاعت کرے اور اگر دوسرا شخص اس سے جھگڑا کرے تو دوسرے کی گردن مار دو۔“

”عن الحارث الأشعري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أمركم بخمس: بالجماعة والسمع والطاعة والهجرة والجهد في سبيل الله وإنه من خرج من الجماعة قيد شبر فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه إلا أن يرجع ومن دعا بدعوى الجاهلية فهو من جثي جهنم وإن صام وصلى وزعم أنه مسلم۔“ (سنن الترمذي، كتاب الأمثال عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ما جاء في الصلاة والصيام والصدقة، ومسند أحمد في مسند الحارث الأشعري)

”حضرت حارث اشعریؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں: جماعت کو لازم پکڑنے کا، سمع و طاعت کا، ہجرت کا، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا اور جو شخص ملت کی اجتماعی بنیت سے بالشت بھر بھی الگ ہوا اس نے (گویا) اسلام کی رسی کو اپنی گردن سے نکال دیا الایہ کہ وہ واپس آجائے اور جو شخص جاہلیت کی

طرف دعوت دے وہ (گویا) دوزخیوں کی جماعت کا فرد ہے اگرچہ وہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں۔“

”أبو سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا خرج ثلاثة في سفر فليؤمروا أحدهم.“ (سنن أبي داود، كتاب الجهاد، باب في القوم يسافرون يؤمرون أحدهم)

”ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تین آدمی سفر کے لیے نکلیں تو چاہیے کہ اپنے میں سے ایک کو امیر مقرر کر لیں۔“

فقہ واجتہاد کا فیصلہ

مذکورہ بالا آیات و احادیث سے ہر زمانہ کے مجتہدین، مفسرین اور محدثین نے جو مسائل اخذ کیے ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

”اغْلَمَ أَنَّهُ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ فِي جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ خَلِيفَةٌ لِمَصَالِحِ لَا تَنُفِي إِلَّا بِوُجُودِهِ، وَهِيَ كَثِيرَةٌ جَدًّا يَجْمَعُهَا صِنْفَانِ:

أَحَدُهُمَا مَا يَرْجِعُ إِلَى سِيَاسَةِ الْمَدِينَةِ مِنْ ذَبِّ الْجُنُودِ الَّتِي تَغْزُوهُمْ وَتَقْهَرُهُمْ، وَكَفِّ الظَّالِمِ عَنِ الْمُظْلُومِ، وَفَصْلِ الْقَضَايَا، وَغَيْرِ ذَلِكَ.....

وَتَانِيَهُمَا مَا يَرْجِعُ إِلَى الْمَلَّةِ، وَذَلِكَ أَنْ تَنْوِيَهُ دِينَ الْإِسْلَامِ عَلَى سَائِرِ الْأَدْيَانِ لَا يَتَصَوَّرُ إِلَّا بِأَنْ يَكُونَ فِي الْمُسْلِمِينَ خَلِيفَةٌ يُنْكِرُ عَلَى مَنْ خَرَجَ مِنَ الْمَلَّةِ، وَارْتَكَبَ مَا نَصَتْ عَلَى تَحْرِيمِهِ أَوْ تَرَكَ مَا نَصَتْ عَلَى افْتِرَاضِهِ أَشَدَّ الْانْكَارِ، وَيَذِلُّ أَهْلَ سَائِرِ الْأَدْيَانِ وَيَأْخُذُ مِنْهُمْ الْجَزِيَّةَ عَنْ يَدِهِمْ صَاغِرُونَ، وَإِلَّا كَانُوا مَتَسَاوِينَ فِي الْمُرْتَبَةِ لَا يَظْهَرُ فِيهِمْ رُجْحَانٌ إِخْدَى الْفَرْقَتَيْنِ عَلَى الْآخَرَى، وَلَمْ يَكُنْ كَالِجٍ يَكْبَحُ عَنْ عَدُوَانِهِمْ. (حجة الله البالغة، من أبواب سياسة المدن)

”جان لو کہ مسلمانوں کی جماعت میں ایک خلیفہ ہونا واجب ہے کچھ ایسی مصیحتوں کی وجہ سے جو خلیفۃ المسلمین کے بغیر ادا نہیں ہو سکتیں اور ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، یہ دو قسم کی ہیں:

ایک سیاست مدنیہ سے متعلق ہے جس میں اس لشکر کو مار بھگانا جو ان کے ساتھ لڑے اور ان پر قابو پانے کی کوشش کرے، مظلوم سے ظالم کا ظلم دور کرنا، عدالتی معاملات کو دیکھنا وغیرہ.....

اور دوسرا امت مسلمہ سے متعلق ہے اور وہ یہ کہ دین اسلام کو تمام ادیان پر فائق اور فائز کرنا اور یہ مسلمانوں کے ایک خلیفہ کے بغیر ممکن نہیں جو ان لوگوں پر سخت تکبر کرے جو ملت اسلام سے نکل جائے، منصوص علیہ محرمات کا ارتکاب کرے یا منصوص علیہ فرائض کو ترک کرے۔ (نیز خلیفۃ المسلمین) دوسرے ادیان کے ماننے والوں کو ذلیل کرے اور انہیں ذلیل و خوار کرے ان سے جزیہ وصول کرے اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو وہ مرتبہ میں (مسلمانوں کے) برابر ہو جائیں گے اور ایک پر دوسرے (یعنی کفار پر مسلمانوں) کی فوقیت ظاہر نہ ہوگی اور ایسی کوئی لگام نہیں ہوگی جو انہیں عداوت سے باز رکھ سکے۔“

امام نسفیؒ فرماتے ہیں:

قال النسفي: والمسلمون لا بد لهم من إمام يقوم بتنفيذ أحكامهم، وإقامة حدودهم، وسد ثغورهم، وتجهيز جيوشهم وأخذ صدقاتهم، وقهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطريق، وإقامة الجمع والأعياد، وقطع المنازعات الواقعة بين العباد، وقبول الشهادات القائمة على الحقوق، وتزويج الصغار والصغيرات الذين لا أولياء لهم، وقسمة الغنائم، أي ونحو ذلك من الأمور التي لا يتولاها أحاد الأمة. (شرح العقائد النسفية ص: 96-97)

”مسلمانوں کے لیے ایک امام کا ہونا ضروری ہے جو احکام نافذ کرنے کی ذمہ داری ادا کرے، حدود قائم کرے، سرحدوں کی حفاظت کرے، لشکر تیار کرے، (حق داروں کو) صدقات کی ادائیگی یقینی بنائے اور ظالموں چوروں اور ڈاکوؤں کو قابو میں لانے کے لیے اقدامات کرے، اسی طرح جمعہ و عیدین قائم کرائے، لوگوں کے باہمی تنازعات میں فیصلہ کرائے، حقوق پر شہادت قبول کرائے، جن بچوں اور بچیوں کے ولی نہیں ہیں ان کی شادی کروائے اور غنائم کی تقسیم وغیرہ امور کو ذمہ داری سے ادا کروائے جن کی تولیت امت کے افراد نہیں کر سکتے۔“

الفقہ الاسلامی وادلتہ کی عبارت ملاحظہ کیجیے:

وقال (محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن عبد الله الحسيني) الإيجي (الشافعي) (المتوفى: 905هـ) في المواقف: «إن في نصب الإمام دفع ضرر مظنون، وإن دفع هذا الضرر واجب شرعاً. وبيان ذلك أننا نعلم علماء يقارب الضرورة أن مقصود الشارع، فيما شرع من المعاملات، والمناكحات، والجهاد، والحدود والمقاصات، وإظهار شعائر الشرع في الأعياد والجماعات، إنما هو مصالح عائدة إلى الخلق معاشاً ومعاداً، وذلك المقصود لا يتم إلا بإمام يكون من قبل الشارع يرجعون إليه فيما تعين لهم»

وهناك برهان آخر يستتبع القيام بالوظيفة المقدسة للبشر: وهو أن مرفق القضاء الذي تقوم به الدولة أمر ضروري لفض المنازعات الدائمة بين البشر، لا سيما بعد زوال النظام القبلي الذي يحكم فيه رئيس القبيلة بالعرف والهوى الشخصي، وعدم جدوى اللجوء إلى التحكيم إذا تعذر اتفاق المتخاصمين، فلم يبق إلا القضاء الذي يلجأ إليه كل إنسان بمفرده.

ومهمة القضاء في الإسلام لا تقتصر على إقامة العدل بالمفهوم الإلهي، وفصل الخصومات، وتطبيق أحكام الشريعة، وإنما يشمل كل ما من شأنه رعاية الحرمات الدينية، واحترام الفضيلة، وإقرار المعروف، ومكافحة المنكرات والفواحش بمختلف ألوانها.

فلولا القضاء لاستأصل البشر بعضهم، وهلكوا جميعاً، فكان وجوده رحمة، وتنظيمه فريضة، وقيام الدولة به ووجودها من أجله أمراً محتماً.

وإذا لا حظنا أن مهمة الدولة في الإسلام حراسة شؤون الدين والدنيا، وتحقيق السعادة للبشر في الحياة الدنيا والآخرة، علمنا مدى الأهمية المنوطة بالدولة المستلزمة للسعي الفوري في إيجادها، ولولا ذلك لعمت الفوضى، وشاع الفساد، وانتشر الظلم بين العباد.

والخلاصة: إن تلازم وجود الدولة مع دعوة الإسلام ودين الإسلام أمر لا يمكن فصله في مفهوم إنسان، منذ أن قامت دولة المدينة باعتبارها أول نواة لوجود الدولة بالمعنى الحديث القائم على أركان ثلاثة: هي الشعب، والإقليم (الوطن) والسلطة السياسية أو السيادة. (الفقه الإسلامي وأدلته، المبحث الثاني: حكم إقامة الدولة في الإسلام)

”الإيجي نے ’مواقف‘ میں کہا:

امام المسلمین مقرر کرنے پر احتمالی ہر ضرر کا مقابلہ موقوف ہے اور اس ضرر کا مقابلہ کرنا شرعاً واجب ہے۔ اس کی شرح اور تفصیل یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں معاملات، نکاح، جہاد، حدود و قصاص، عید اور جماعت میں شرائع اسلام کا اظہار، ان سب کو مشروع کرنے میں شارع کا مقصد کچھ ایسی مصلحتیں ہیں جو دنیاوی امور اور اخروی امور دونوں سے تعلق رکھتی ہیں اور یہ مقاصد امام المسلمین کے بغیر پورے نہیں ہو سکتے جو شارع کی طرف سے مقرر کردہ ہو اور جس کی طرف سب ان مسائل میں رجوع کریں جو ان کے ساتھ مخصوص ہیں۔

یہاں ایک اور دلیل ہے جو انسان کی ایک مقدس ذمہ داری بجالانے کو اس کے تحت لاتی ہے اور وہ ہے عدالت کا انتظام جس کے ذریعے ایک حکومت قائم ہوتی ہے، لوگوں کے درمیان جو لڑائی جھگڑے چلتے رہتے ہیں ان کو دور کرنے کے لیے ایک ضروری چیز عدالت ہے، خاص طور پر قبائلی نظام کے ختم ہو جانے کے بعد جس میں قبیلے کا سردار عام رواج اور اپنی خواہشات کے مطابق فیصلہ کرتا تھا، حاکم ماننے میں اگر دو مخالف فریق متفق نہ ہو سکیں تو حاکم کی طرف رجوع کرنا ہی بے کار ہو جاتا ہے، لہذا ایک محکمہ قضا کے علاوہ اور کچھ باقی نہیں رہتا جس کی طرف ہر انسان رجوع کر سکتا ہے اور اس کے پاس پناہ لے سکتا ہے۔

اور اسلام میں قضا کی ذمہ داری صرف عدل و انصاف کی اقامت، خصومات و معاملات کا فیصلہ اور شرعی احکام کی اقامت پر منحصر نہیں بلکہ اس میں ہر وہ چیز شامل ہے جس میں دینی حرمت اور فضائل کے احترام کی رعایت کا تقاضا ہے، معروف کی اقامت اور منکرات و فواحش کی ہر قسم کا استیصال اور قلع قمع موجود ہے۔

پس اگر قضا نہ ہوتا تو انسانیت دیگر انسانیت کا قلع قمع کر ڈالتی اور سب کے سب ہلاک ہو جاتے، لہذا اس کا وجود ایک رحمت ہے، اس کا انتظام فرض ہے، اس کے ذریعے حکومت کا قیام اور اسی کی وجہ سے اس کا وجود ایک لازمی امر ہے۔

اور جب ہم دیکھیں گے کہ اسلامی حکومت کی اہم چیز دین اور دنیا کے امور کی پاسبانی اور دنیا و آخرت میں انسانیت کی سعادت کا پیغام دینا ہے تو ہم سمجھ سکیں گے کہ اسلامی حکومت کی اہمیت کس قدر ہے اور اس کے وجود کے لیے جو کوششیں کرنی چاہئیں وہ کس قدر فوری ضرورت کی حامل ہیں۔ اگر

یہ نہ ہوتا تو بد نظمی عام ہو جاتی، فساد برپا ہو جاتا اور ہندوؤں میں ظلم و ستم پھیل جاتا۔

خلاصہ یہ کہ دعوت اسلام اور دین اسلام کے ساتھ دولت و حکومت کا تلازم ایک ایسی چیز ہے جس کو علیحدہ کرنا عقل انسانی میں ممکن نہیں۔“

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

کتاب آداب القاضي الکلام في هذا الكتاب في مواضع، في بيان فرضية نصب القاضي، وفي بيان من يصلح للقضاء، وفي بيان من يفترض عليه قبول تقليد القضاء، وفي بيان شرائط جواز القضاء، وفي بيان آداب القضاء، وفي بيان ما ينفذ من القضايا، وما ينقض منها؛ إذا رفع إلى قاض آخر، وفي بيان ما يحله القاضي وما لا يحله، وفي بيان حكم خطأ القاضي في القضاء، وفي بيان ما يخرج به القاضي عن القضاء

(أما الأول فنصب القاضي فرض؛ لأنه ينصب لإقامة أمر مفروض، وهو القضاء قال الله سبحانه وتعالى: يا داود إنا جعلناك خليفة في الأرض فاحكم بين الناس بالحق. وقال تبارك وتعالى لنبينا المكرم عليه أفضل الصلاة والسلام: {فاحكم بينهم بما أنزل الله} والقضاء هو: الحكم بين الناس بالحق، والحكم بما أنزل الله عز وجل، فكان نصب القاضي؛ لإقامة الفرض، فكان فرضاً ضرورياً؛ ولأن نصب الإمام الأعظم فرض، بلا خلاف بين أهل الحق، ولا عبرة - بخلاف بعض القدرية -؛ لإجماع الصحابة رضي الله عنهم على ذلك، ولمساس الحاجة إليه؛ لتقيد الأحكام، وإنصاف المظلوم من الظالم، وقطع المنازعات التي هي مادة الفساد، وغير ذلك من المصالح التي لا تقوم إلا بإمام، لما علم في أصول الكلام.

(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع للکاسانی الحنفی 587ھ، کتاب آداب القاضي بیان فرضیة نصب القاضي)

”کتاب آداب القاضي میں متعدد جگہوں پر اس بارے میں گفتگو ہے جیسے قاضی مقرر کرنا فرض ہونے کا بیان، قاضی ہونے کی لیاقت کا بیان، قاضی کے آداب و شرائط کا بیان، فیصلوں میں سے جن کی تنفیذ ہوگی اور دوسرے قاضی کے پاس جو ملتی ہو جائے گی ان کا بیان، قاضی جس کو حلال کہتا ہے اور جس کو حلال نہیں کہتا ان کا بیان، فیصلوں میں قاضی کی غلطیوں کا بیان اور جن امور سے قاضی قضا کا حق دار نہیں رہتا ان کا بیان۔

ان میں سے پہلی بات ہے قاضی مقرر کرنا، سو یہ فرض ہے کیونکہ اس کو مقرر کیا جاتا ہے ایک فرض عمل کے لیے اور وہ ہے قضاء، اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں: اے داؤد! ہم نے تم کو زمین پر خلیفہ بنایا لہذا تم حق کے ذریعے لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں: تم لوگوں کے درمیان اس سے فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے۔ اور قضایہ ہے کہ لوگوں کے درمیان حق فیصلہ کرنا اور اللہ نے جو نازل کیا ہے اس سے فیصلہ کرنا، پس قاضی مقرر کرنا فرض کی اقامت کے لیے ہے لہذا ضرورتاً یہ فرض ہوا اور چونکہ امام اعظم کا مقرر کرنا فرض ہے اور اس بارے میں اہل علم کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے اور بعض قدریہ جو اختلاف کرتے ہیں اس کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اور اس کی ضرورت بھی واضح ہے: احکام کی تنفیذ کے لیے، ظالم سے مظلوم کا حق دلوانے کے لیے، آپس کے لڑائی جھگڑوں کو دور کرنے کے لیے جو کہ فساد کی جڑ ہیں وغیرہ مصلحتیں جو امام کے بغیر نہیں ہو سکتیں، جو علم کلام کے اصول سے معلوم ہوتا ہے۔“

ان نصوص سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کسی امام اور حاکم کے بغیر نہیں چل سکتی لہذا مسلمانوں کے لیے ایک امام اور حاکم کا تقرر مسلمانوں پر فرض ہے، جب بھی کسی وجہ سے یہ امام اور حاکم موجود نہ ہو تو اس وقت امام اور حاکم مقرر کر لینا ضروری ہے اس کے بغیر مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا کوئی تصور نہیں اور اس امام مسلم اور حاکم کے تقرر میں اور اس فرض عمل کو بروئے کار لانے میں جو جو رکاوٹیں پیش آئیں انہیں دور کرنا ضروری ہے۔ یہ رکاوٹیں دور کرنے کے لیے جو تیاری مطلوب ہے وہ کرنا سب مسلمانوں پر فرض ہے۔

اور ظاہر بات ہے کہ برصغیر کے ہر خطہ پر مسلمانوں کے امام اور حاکم مقرر کرنا اور شرعی قانون کا نفاذ غیر شرعی اور کفری قوانین کے علم بردار یعنی بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش کے حکمرانوں کو ہٹائے بغیر ممکن نہیں اور اس مقصد کے حصول کے لیے جہاد کرنا لازم ہے لہذا برصغیر کے کافر اور مرتد حکمرانوں کے خلاف جہاد کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔

خلاصہ

اب خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ برصغیر کے حکمرانوں کے خلاف تین ایسی وجہوں سے جہاد کرنا مسلمانوں پر فرض ہے جن میں سے کسی ایک وجہ کا ہونا بھی جہاد کے واجب ہونے کے لیے کافی ہے۔ وہ تین وجہ اور اسباب جن کی تفصیل ہم بیان کر چکے ہیں وہ یہ ہیں:

اول: مسلمانوں کا اس خطہ ارض کو (جسے دوسو برس قبل دارالحرب قرار دیا گیا تھا اور جسے دوبارہ دارالاسلام بننا نصیب نہیں ہوا) دارالاسلام بنانے کی راہ میں حائل مانعین اور رکاوٹیں پیدا کرنے والوں کے خلاف جہاد کرنا مسلمانوں پر واجب ہے۔

دوم: مسلمانوں کے اس خطہ زمین کے بعض حکمران کافر معین ہیں اور بعض کفر بواح کے مرتکب ہونے کی وجہ سے مرتد ہو چکے ہیں، ان کافر حکمرانوں کو ہٹا کر ایک مسلم حکمران مقرر کرنے کے لیے کافر حکمرانوں کے خلاف جہاد کرنا مسلمانوں پر واجب ہے۔

سوم: اس خطہ زمین میں مسلمانوں کی اجتماعی زندگی ہے، کروڑوں مسلمان یہاں بستے ہیں لیکن ان کا کوئی امام مسلم نہیں جو ان کو حکم الہی کے تحت چلائے، صدیوں سے وہ غیر شرعی قوانین کے تحت اور غیر مسلم حکمرانوں کی حکومت میں زندگی گزار رہے ہیں، ان کے لیے نہ تو کوئی خلافت اسلامیہ ہے نہ ہی امارت اسلامیہ اور نہ ہی ان کے لیے کوئی امیر مسلم ہے جس کے تحت وہ شرعی قوانین کی روشنی میں زندگی بسر کریں اور شریعت کی طرف سے مسلمانوں کو اس طرح زندگی گزارنے کی اجازت نہیں ہے لہذا ایک امارت اسلامیہ اور خلافت اسلامیہ کی اقامت کے لیے اس کے مخالف حکمرانوں کے خلاف جہاد کرنا مسلمانوں پر واجب ہے۔

ایک دارالاسلام کے دارالحرب ہو جانے کے بعد اس کو واپس دارالاسلام کی حیثیت دلانا ایک مستقل فریضہ ہے۔ دارالاسلام کے حکمران کے کفر بواح کے مرتکب ہونے کے بعد اس کو ہٹا کر مسلم امام کو حاکم بنانا ایک مستقل فریضہ ہے، اسی طرح کسی خطہ زمین میں اگر حکم الہی کا نفاذ نہیں ہے تو حکم الہی کا نفاذ اور خلافت اسلامیہ اور امارت اسلامیہ کی اقامت ایک مستقل فریضہ ہے۔

ان تین باتوں میں کسی کو اختلاف نہیں ہونا چاہیے۔ لہذا برصغیر کے حکمرانوں کے خلاف جہاد کرنا مسلمانوں پر واجب ہے چاہے وہ حکمران بھارت کے ہوں، پاکستان کے یا بنگلہ دیش کے۔

ایک مرتبہ پھر نظر ڈالیں

ا۔ برصغیر کے یہ تینوں ملک، چوں کہ دارالاسلام سے دارالحرب بنے اور اب تک دارالاسلام کی طرف نہیں لوٹے، لہذا اس کو دارالاسلام کی طرف لوٹانا مسلمانوں پر فرض ذمہ داری ہے، اس میں رکاوٹ پیدا کرنے والا اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا ہو یا کافر اس کا مقابلہ کرنا اور اس کے خلاف جہاد کرنا فرض ہے۔

ب۔ برصغیر کے بعض خطوں کے حکمران کافر معین ہیں اور بعض حکمران کفر بواح میں مبتلا ہیں، ہر صورت میں کافر حکمرانوں کو ہٹا کر مسلمانوں کے حاکم کے طور پر کسی مسلم حکمران کو تختہ حکومت پر لانا مسلمانوں پر فرض ہے، اس کے لیے جہاد کے

بغیر کوئی چارہ نہیں، لہذا اس فرض کو ادا کرنے میں جو بھی رکاوٹ ڈالے گا اس کے خلاف جہاد کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔

ج۔ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی شرعی قانون اور قرآن و حدیث کے قوانین کے ماتحت چلنا فرض ہے، جہاں یہ قرآنی قوانین کی ماتحتی نہیں ہے، وہاں قرآنی قوانین کی اقامت یعنی خلافت اسلامیہ اور امارت اسلامیہ کی اقامت مسلمانوں پر ایک فرض ذمہ داری ہے، اس فرض ذمہ داری کو ادا کرنے میں جو بھی رکاوٹ ڈالے گا اس کے خلاف جہاد کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔

اس مسئلہ میں مشتبہ ہونا اور مشتبہ کرنا نامناسب ہے۔ بلکہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی روحانی اولاد سید احمد بریلویؒ شہید اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کے وارثین، اکابر و اسلام کے مقتدائے امت افراد کے لیے مناسب ہے اور وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسئلہ کو واضح طور پر امت کے سامنے پیش کریں۔ یہ شرعی ذمہ داری ہے، علمی امانت ہے اور سلف کی صحیح اقتدا ہے۔

مسئلہ کی تحقیق کرتے وقت اور امت کے سامنے اس کی شرعی حیثیت پیش کرتے وقت مسئلہ پر عمل کرنے کی دشواریاں، حالات کی نزاکت وغیرہ غیر اہم ہیں اور اظہار حق میں اسے مانع نہ بننا چاہیے۔ مسئلہ کی تحقیق کے وقت دلیل اور استدلال کا درست ہونا مطلوب ہے، استنتاج کی صحت مطلوب ہے، امانت داری مطلوب ہے، تحریف نہ ہونا مطلوب ہے، ان امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی رعایت کر کے مسئلہ کی صورت حال صاف صاف زبان میں بتلادینا شرعی ذمہ داری ہے۔

یہ ہے علمی ذمہ داری جس کو ادا کرنا ہم نے ضروری سمجھا، اس علمی دسترخوان پہ علمائے کرام اور مفتیان عظام کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔ مسئلہ کی شرعی حیثیت امت کے سامنے واضح ہو جائے تو اس کے بروئے کار کی صورت بھی نکل آئے گی ان شاء اللہ۔ مسئلہ کی تحقیق اور اعلان اگر نہ ہو تو عمل کا داعیہ ہی پیدا نہ ہو گا اور ادائے فرض کی تڑپ بھی مفقود رہے گی۔

مسئلہ کی وضاحت کے بعد جس کو عمل کی مرتب صورت مل جائے اسے اس میں شریک ہونا چاہیے اور اسے اپنے لیے اللہ کی جانب سے سعادت سمجھنا چاہیے اور جس کو مرتب صورت نہ ملے وہ اس کی تلاش میں لگا رہے اور تب تک حسب استطاعت اعداد کے مراحل طے کرتا رہے تاکہ شرعی مسؤلیت سے اور اللہ کی جانب سے مواخذہ سے بچ پائے۔

جہاد ایک اجتماعی عمل

یاد رہے کہ جہاد ایک اجتماعی عمل ہے، انفرادی طور پر یہ ذمہ داری ادا نہیں کی جاسکتی لہذا یا تو ہم جہاد کی کسی اجتماعی سرگرمی کے ساتھ لاحق ہو جائیں اور اگر معتمد علیہ کوئی اجتماعی کیفیت نہ ملے تو اپنے حوصلے کے مطابق کوئی اجتماعی کیفیت تشکیل دینے میں اپنی تمام تر کوششیں صرف کریں۔ ایک امر لابدی اور ایک حتمی فرض ذمہ داری کو بجالانے کے لیے ایک مکلف مسلمان کو

جو کرنا چاہیے وہ سب کریں، انفرادی تیاری جاری رکھیں اور اجتماعی جہاد کی ہر ممکنہ صورت بروئے کار لانے کی کوشش کرتے رہیں۔ تلاش کی تڑپ ایسی ہونی چاہیے جو اس نائب بندے کی تھی جس نے ننانوے قتل کرنے کے بعد توبہ کی راہ تلاشی چاہی اور اجتماعی قوت تشکیل دینے کی جہد ایسی ہونی چاہیے جو تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں نظر آتی رہی۔ اسلامی خلافت اور اسلامی امارت نے دشمنوں کے ہاتھوں پامال ہونے کے بعد جس طرح دوبارہ سر اٹھایا ہمیں بھی اسی راستے پر چلنا ہو گا۔ اس مقصد کے لیے ماضی بعید میں تاتاریوں کے خلاف مسلمانوں کی کامیاب لڑائی اور ماضی قریب میں روس کے خلاف اور اب امریکی سامراج کے خلاف افغان مجاہدین کے جہاد کو اسوہ کے طور پر سامنے رکھ سکتے ہیں اور موجودہ حکومتوں سے بے زاری اور براءت اس طرح ہونی چاہیے جیسے اصحاب کھف نے اپنے دور کے حکمرانوں سے کی تھی۔

ہماری کمزوری اور عذر

ہماری کمزوری یہ ہے کہ امت کی اکثریت عرصے سے اس ذمہ داری سے غافل ہے اور اس غفلت کی وجہ سے جو کمزوریاں پیدا ہوئیں ان کا پیدا ہونا لادبی تھا، ایک کمزوری فرضیت جہاد کے مسئلہ کا واضح نہ ہونا ہے اور دوسرا ایک کامیاب جہاد کا نقشہ اور کیفیت نگاہوں سے اوچھل جانا ہے۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ جس مسئلہ کی تمرین نہیں ہوگی اور جس کا کوئی عملی نمونہ سامنے نہ ہوگا اس کی شرعی حیثیت سے مسلمان غافل ہوتے چلے جائیں گے اور یہی ہوا۔

مزید برآں عالمی طور پر دشمنان اسلام کی طرف سے جہاد کے خلاف پروپیگنڈہ اس پیمانے پر پھیلا گیا ہے کہ مسلمان اپنے فریضہ جہاد کے بارے میں شکوک و شبہات میں پڑ گئے، اسی طرح جہاد اہل جہاد کو اس قدر بدنام کیا گیا کہ مسلمان اس فرض کی ادائیگی کو فتنہ اور فساد سمجھنے لگے نتیجتاً جہاد کی کسی ممکنہ صورت کا تصور بھی ان کے لیے محال ہو گیا۔

اس قدر نامساعد حالات میں اس مسئلہ کی حقیقت اور شدت کو واضح کرنا، فرضیت جہاد کا اعلان عام مسلمانوں کے سامنے کرنا، اس کی عملی تطبیق کے لیے فکر مند ہونا، اور اس کو عملاً نافذ کرنے کے لیے کوشش کرنا وقت کے رہبروں کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔

لہذا اب ہمیں اپنی کمزوریوں اور اعذار کو شریعت کی کسوٹی پر پرکھنا ہو گا، خیالی کمزوریاں، تصوراتی عذر اور بناء فاسق کی بنا پر فریضہ جہاد سے دور رہنا اور مسئلہ کی شرعی حیثیت واضح کرنے سے بچنا جائز نہیں ہے۔ جو مرد مجاہد اس میدان میں قربانیاں دے رہے ہیں ان کے ساتھ ہمارا برتاؤ کیسا ہونا چاہیے، یہ آج کی دنیا کا اہم ترین مسئلہ ہے۔

یاد رہنا چاہیے کہ جس طرح یہ بات صحیح ہے کہ جب تک جہاد کے لیے مناسب تیاری فراہم نہ ہو اور دشمن سے مقابلے کے لیے جو قوت درکار ہے وہ ہم نہ پہنچائی جائے تب تک کھلے میدان میں دشمن کے ساتھ لڑائی میں اتنا مناسب نہیں، اسی طرح یہ بات بھی صحیح ہے کہ ضعف و کمزوری

کا عذر پیش کر کے فرض کی ادائیگی سے بے فکر ہو جانا، کسی جماعت کی تلاش یا کسی جماعت کی تشکیل کی سرے سے کوشش ہی نہ کرنا، انفرادی طور پر جو اور جتنی تیاری کی جاسکتی ہے اس کی طرف توجہ نہ کرنا، مجاہدین کی اعانت سے بے نیازی بھی جائز نہیں۔ اس قسم کا کوئی بھی رویہ اختیار کرنا درست نہیں جس کی وجہ سے مجاہدین کی جہادی سرگرمیوں میں خلل واقع ہو۔

اللہ رب العالمین ہمیں اپنے دین کی خاطر جہاد فی سبیل اللہ میں اپنا حصہ ڈالنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین یا رب العالمین۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین!

تمت ولله الحمد

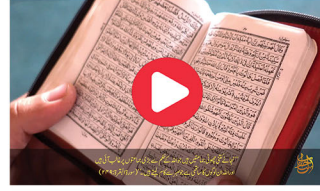
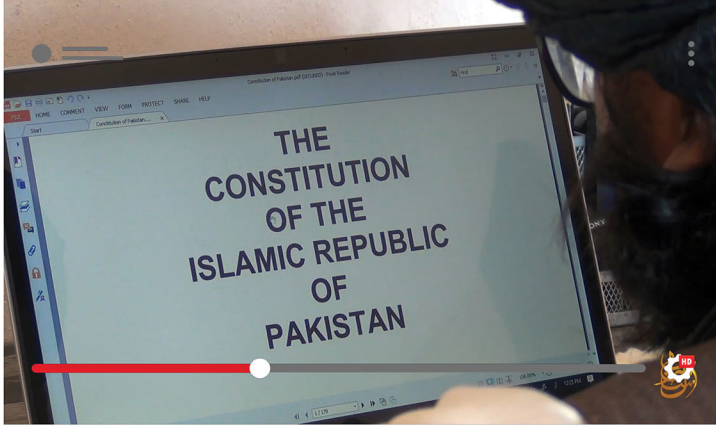
☆☆☆☆☆

اہل اللہ کی لغزشیں پر ان کی شان میں گستاخی.....

اہل اللہ کی لغزشوں پر ان کی شان میں گستاخی کرنا سم قاتل ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آپس کی لڑائیوں کے متعلق حضرت عمر بن عبد العزیزؓ سے کسی نے استفسار کیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: ”اللہ جل شانہ نے ہمارے ہاتھوں کو ان کے خونوں سے محفوظ رکھا ہے تو ہم اپنی زبانوں کو ان میں کیوں ملوث کریں؟“۔

اس کے ساتھ یہ قابل لحاظ بات ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو کسی چیز کی عار لگاتا ہے، اللہ جل شانہ مرنے سے پہلے اس کو اس عیب میں مبتلا کرتا ہے..... اہل اللہ یا اکابر سے اگر لغزش ہو جائے تو اس میں لب کشائی ہرگز نہیں کرنی چاہیے، یہ بہت خطرناک ہے۔ علامہ شعرانیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ ”لحوم العلماء مسمومة“ علماء کے گوشت زہریلے ہوتے ہیں یعنی ان کی غیبت کرنا سم قاتل ہے۔

(آپ بقی از حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ)



پیغام اسلام (حصہ اول):
پاکستان کا مقصد کیا؟



پیغام اسلام (حصہ دوم):
اسلام ہی اس ملک کی
بنیاد و بقا ہے!



پیغام اسلام (حصہ چہارم):
نفاذِ دین کا راستہ
کیا پر امن
جدوجہد (عدم تشدد) ہے؟

پیغام اسلام (حصہ سوم):
کیا پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے؟

مقاصد و اسبابِ بقائے پاکستان کیا ہیں؟ کیا پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے؟ کیا پاکستان کا
دستور اسلامی ہے؟ نفاذِ دین کا راستہ پر امن جدوجہد ہے یا دعوت و جہاد؟
ان سبھی سوالات کے جواب کے لیے دیکھیے دستاویزی فلم



حصہ #4



حصہ #3



حصہ #2



حصہ #1

نظریہ جہاد اور فتح و شکست کے پیمانے

حضرت الامیر، مولانا عاصم عمر شہید رحمہ اللہ

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ مقصد مکہ کی فتح کے بغیر نہیں حاصل ہو سکتا تھا، کیونکہ مکہ جزیرۃ العرب کا سیاسی و مذہبی مرکز تھا نیز کفار مکہ اس علاقے کی سپر پاور تھے۔ عرب کی سیاسی، مذہبی اور عسکری قیادت ان کے ہاتھ میں تھی۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے قرآن میں یوں بیان فرمایا:

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۖ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ
أَقْوَاجًا ۖ (سورۃ النصر - ۲)

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سب سے پہلا ہدف کفار مکہ کی عسکری قوت و شوکت کو توڑ کر جزیرۃ العرب میں کلہ توحید کو غالب کرنا تھا۔

کیا مدینہ ہجرت کرتے ہی، پہلے سال ہی مکہ فتح ہو گیا؟ نہیں بلکہ سن ۸ ہجری میں مکہ فتح ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو فتح مکہ کی منزل تک پہنچنے کے لیے جنگ کی کتنی جھڑپوں سے گزر دیا، کتنے شریعت کے پروانے اس راستے میں شہید ہوئے!

کبھی اس کو بھی فتح کہا جاتا ہے کہ مادی نقصان اٹھانے کے باوجود کوئی قوت اپنے عزم و حوصلے اور نظریے کو برقرار رکھ کر پھر سے فاتح کے خلاف لڑنے کے لیے تیار ہو جائے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو لے کر اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کا آغاز کیا۔ اور کفر و اسلام کا پہلا بڑا معرکہ غزوہ بدر ہوا۔ جنگ بدر میں کوئی علاقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح نہیں کیا بلکہ اپنے دشمن کے اس غرور و تکبر کو توڑا جس میں وہ مبتلا تھا کہ وہ جب چاہے مدینہ پر حملہ کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جانثاروں کو ختم کر کے اس دنیا سے نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹا کر رکھ دے گا۔ چنانچہ اس کو فتح کہا گیا ہے۔

ایک مقصد جس کو اللہ تعالیٰ نے خود بیان کیا وہ یہ تھا:

وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنِّي مُبَيِّنُ الْحَقِّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعُ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ۖ (سورۃ
الانفال: ۷)

”اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے کلمات کے ذریعہ حق کا حق ہونا ثابت کر دے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔“

”کیا جہاد کے ذریعہ عالمی کفر یہ نظام کو شکست دی جاسکتی ہے؟ کیا جہاد کے ذریعہ اسلام کو غالب کیا جاسکتا ہے؟ یہ کیا جہاد ہے، جس میں مجاہدین کو فتح ہی نہیں ملتی، حالانکہ صحابہ کو تو فوراً فتح مل جاتی تھی؟ چنانچہ احیائے اسلام یا اسلام کی حاکمیت قائم کرنے کا یہ طریقہ صحیح نہیں ہے یا اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے!“

یہ وہ اعتراضات ہیں جو جہاد کو ناپسند کرنے والوں کی جانب سے مجاہدین کے جہاد پر کیے جاتے ہیں۔ ہمیں اعتراض کرنے والوں کے بارے میں تو کوئی شبہ نہیں کہ اس طرح کے اعتراضات کرنا ان کی نوکری بچائے رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ البتہ سادہ لوح مسلمانوں کے ذہن کو صاف کرنے کے لیے ہم یہاں اس اعتراض کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

سب سے پہلے اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جنگوں میں فتح و شکست کس کو کہا جاتا ہے؟

جب لوگ مجاہدین پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ان کو فتح نہیں ملتی تو ان کے ذہن میں فتح سے مراد یہ ہوتا ہے کہ ہر معرکے میں کوئی شہر، ملک یا علاقہ فتح ہو نا چاہیے۔ حالانکہ ہر معرکہ میں علاقہ فتح نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ ہر جنگ کے اہداف پہلے سے طے ہوتے ہیں

ان اہداف کو حاصل کر لینے کا نام فتح ہوتا ہے۔ اس کی مختلف مثالیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات و سرایہ میں آپ کو مل سکتی ہیں۔ ہر جنگ میں ایسا نہیں ہوا کہ صحابہ کرام یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاقے فتح کیے ہوں۔ اور نہ ہی ایسا ہوا کہ مدینہ ہجرت کرتے ہی اور جہاد کا حکم نازل ہوتے ہی مکہ فتح ہو گیا ہو۔

بلکہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر جہاد کو فرض قرار دیا اور قتال کے ذریعہ کفار کا غلبہ ختم کر کے اسلامی نظام نافذ کرنے کا حکم فرمایا۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ (سورۃ الانفال: ۳۹)

”اور ان (شریعت کے دشمنوں) سے لڑو۔ یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور سارا کاسار دین اللہ کا ہو جائے۔“

کہ مسلمانوں کے کم تعداد اور کم وسائل ہونے کے باوجود ان کو فتح حاصل ہوئی جو ہر صاحب بصیرت کے لیے بہت غور و فکر کا مقام تھا۔ یہ اسلام کے حق پر ہونے کی دلیل تھی۔

کبھی اس کو بھی فتح کہا جاتا ہے کہ مادی نقصان اٹھانے کے باوجود کوئی قوت اپنے عزم و حوصلے اور نظریے کو برقرار رکھ کر پھر سے فاتح کے خلاف لڑنے کے لیے تیار ہو جائے۔

جیسا کہ جنگ اُحد میں سخت نقصان اٹھانے کے بعد اگلے دن غزوہ حراء الاسد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زخمی صحابہ کو لے کر کفار مکہ کا پیچھا کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ جس کی وجہ سے کفار مکہ پر رعب طاری ہو گیا اور یوں فاتح، مفتوح اور مفتوح فاتح بن گئے۔ حالانکہ اس جنگ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کا کوئی علاقہ فتح نہیں کیا۔

کبھی اپنے علاقے کو بچالینا ہی فتح کہلاتا ہے۔ جیسا کہ جنگ خندق میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے فتح دی، لیکن اس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی علاقہ نہیں ملا۔ بلکہ مدینہ منورہ کو بچالینا ہی فتح کہلایا۔

کبھی اس کو بھی فتح کہا جاتا ہے کہ آپ طاقت ور دشمن کے مقابلے اپنی قوت کو محفوظ بچا کر نکالنے میں کامیاب ہو جائیں۔ تاکہ دوبارہ پلٹ کر حملہ کر سکیں۔ جیسا کہ جنگ موتہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کیا۔ اس جنگ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ دشمن کے گھیرے میں آئے مجاہدین کو منظم انداز میں پسپائی کے ذریعہ واپس نکال لائے تھے، جس پر بارگاہ نبوت سے ان کو ”اللہ کی تلوار“ کا خطاب ملا۔ اس میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کوئی علاقہ فتح نہیں کیا تھا۔ بلکہ کئی نامور جرنیل صحابہ اس میں شہید ہو گئے تھے۔ معلوم ہوا کہ ہر معرکے میں علاقے فتح نہیں ہوا کرتے اور نہ ہی فتح صرف علاقے قبضے میں لے لینے کا نام ہے۔ بلکہ ہر معرکے کے مقاصد مختلف ہوتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور آج کی جنگوں میں فرق

نظامی جنگ میں فتح

اب ایک فنی اور عسکری فرق کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ وہ ہے ماضی اور حال کی جنگوں کا فرق! صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں جو جنگیں تھیں وہ زیادہ تر نظامی جنگیں تھیں جن کو اصطلاح حرب میں 'Conventional War' کہا جاتا ہے۔ ان جنگوں میں اکثر ایسا ہوتا تھا کہ معرکے میں فتح کے بعد دشمن کا علاقہ ہاتھ آ جاتا تھا۔ لیکن ان میں بھی ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا تھا جیسا کہ آپ نے اوپر پڑھا۔

جب کہ آج مجاہدین جو جنگیں لڑ رہے ہیں وہ نظامی نہیں ہیں بلکہ چھاپہ مار جنگ ہے۔ جس کو عربی میں حرب العصابات یا عرف میں گوریلا جنگ کہا جاتا ہے۔ یہ جنگ اس وقت لڑی جاتی ہے جب دو متحارب فریقوں میں طاقت کا تناسب بہت غیر متوازن ہو، جیسا کہ مجاہدین اور ان کے دشمن میں ہے۔ کہ ایک طرف وہ تمام ممالک (براہ راست یا بالواسطہ) ہیں جو اقوام متحدہ کے دین (چارٹر) کو اپنے ملکوں میں نافذ کیے ہوئے ہیں۔ جب کہ دوسری جانب ان کے مقابل مٹھی بھر وہ شریعت کے پاسان ہیں جو ان کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے ہیں۔

حرب العصابات میں فتح

حرب العصابات میں مجاہدین کی کارروائی کا ہدف دشمن کے لڑنے کے جذبے کو کمزور کرنے اور اس کے نظام کو مفلوج کرنا ہوتا ہے۔ اس جنگ میں علاقے فتح کرنے سے پہلے دشمن کے لڑنے کے حوصلے کو شکست دینے کی جنگ ہوتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی کارروائیوں کے ذریعہ دشمن کو نفسیاتی طور پر پریشان کیا جاتا ہے، دشمن دھیرے دھیرے اپنا پورا زور اس چھوٹی قوت کو ختم کرنے پر لگاتا ہے۔ لیکن یہ اس کے واروں سے بچتے ہوئے اپنا کام جاری رکھتے ہیں اور ایک وقت آتا ہے کہ بہادر سے بہادر اور طاقت ور سے طاقت ور فوج ذہنی طور پر اتنی مفلوج ہو جاتی ہے کہ اس کے لڑنے کے حوصلے ٹوٹ جاتے ہیں۔ یہی گوریلا کی فتح ہوتی ہے۔ جیسا کہ روس کے خلاف مجاہدین افغانستان نے کیا، عراق میں امریکہ کے خلاف القاعدہ نے کیا، صومالیہ میں مجاہدین کئی قوتوں کا ایسا ہی حشر کر چکے ہیں، اور اب الحمد للہ امریکہ اور اس کے اگلے پچھلے تمام اتحادیوں کا یہی حشر طالبان نے کیا ہے۔

ماضی اور حال کا فرق دشمن کے اعتبار سے

ماضی کی جنگوں اور اس دور کی مجاہدین کی جنگ میں ایک اور فرق کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ ماضی میں مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں، ان کا دشمن الگ الگ تھا۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں تین بڑی عسکری قوتیں تھیں:

1. مشرکین عرب¹

2. روم

3. فارس

یہ تینوں قوتیں الگ الگ تھیں، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین عرب کو الگ مارا، روم یا فارس نے ان کی عسکری مدد نہیں کی۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں روم و

¹ ملاحظہ: ہم نے یہاں یہود اور بعض قبائل عرب کو مشرکین عرب ہی ساتھ شامل کر دیا ہے۔

فارس سے الگ الگ لڑائی کا آغاز ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فتوحات تک ایسا ہی رہا، یہ دونوں مسلمانوں کے خلاف متحد ہو کر میدان میں نہیں آئے۔

اس کے برخلاف آج مجاہدین کو جس دشمن کا سامنا ہے وہ الگ الگ نہیں ہے، بلکہ ایک عالمی شیطانی دجالی حکومت ہے جو اقوام متحدہ کی شکل میں ہے۔ یہ ایک دجالی دین ہے، جس کو یہود نے خلافت توڑنے کے بعد نافذ کیا ہے۔ اس اقوام متحدہ کے دین کو اپنے ملکوں میں نافذ کرنا اور اس کی حفاظت کرنا اس کے تمام رکن ممالک پر فرض ہے۔ چنانچہ اس میں صرف کفریہ ممالک شامل نہیں بلکہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ نام نہاد مسلم فوجیں بھی اسی اخلاص و تندہی کے ساتھ اس کی حفاظت کے لیے دنیا بھر میں بھاگی پھرتی اور اس کے لیے جانیں قربان کرنے کو نیاز مندی و سعادت سمجھتی ہیں۔

چنانچہ مجاہدین کا مقابلہ ایک متحدہ دشمن سے ہے بلکہ ایک متحدہ دین یا نظام سے ہے جس کی حفاظت کے لیے مختلف فوجیں باری باری میدان میں اترتی ہیں، کبھی جمع ہو کر آتی ہیں جیسا کہ افغانستان میں آئیں، اور کبھی ایک ایک کر کے جیسا کہ آپ نے صومالیہ میں دیکھا۔

صومالیہ میں مجاہدین نے وہاں کی مرتد فوج کو جو شریعت کے نفاذ کی دشمن ہو گئی تھی، اس کو شکست دی، تو سوڈان کی فوج کو اس نظام

کی حفاظت کے لیے بھیج دیا گیا، اللہ کی مدد سے ان مجاہدین نے اس فوج کو بھی شکست دی، تو پھر امریکی فوج کو بھیج دیا گیا، پھر اس کو بھی مارا کر بھاگایا..... دوسری مثال عراق کی آپ کے سامنے موجود ہے۔ اسی طرح افغانستان میں دیکھ لیجیے۔ اللہ کی مدد سے ۴۵ ملکوں کا بیڑا غرق کیا، تو اب مسلمانوں جیسے نام رکھنے والوں کو آگے کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور یہی معاملہ ہر جگہ ہونا ہے۔^۱

چنانچہ اقوام متحدہ کے اس ابلیسی نظام کو بچانے کے لیے سب ایک ہیں..... حتیٰ کہ وہ بھی جن دو ملکوں کی ظاہر آپس میں دشمنی نظر آتی ہے، وہ بھی ایک دوسرے سے معلومات کا تبادلہ کرنے کے پابند ہیں..... نظام سے لڑنے والوں کے خلاف!

۱ حضرت الامیر شہید نے یہ مضمون جب ضبطِ تحریر میں لایا تو اس وقت امریکہ افغانستان میں مکمل طور پر شکست کھا کر بھاگا نہیں تھا۔ بہر کیف حضرت الامیر نے جیسے فرمایا اسی طرح افغانستان میں ہوا، امریکیوں کا ارادہ تھا کہ وہ اپنے انخلا کے بعد افغانستان کو ایک کٹھ پتلی نام نہاد ’مسلمانوں‘ کی حکومت کے ذریعے کنٹرول کرے گا، لیکن وَمَكَذُوا

چنانچہ مجاہدین کی جنگ کسی تنہا فوج یا قوت سے نہیں، بلکہ یہ عالمی جنگ ہے، جس میں دنیا کا ہر ملک شامل ہے جب کہ مجاہدین کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دنیا بھر سے اہل ایمان کو بھی اس میں شامل کر دیا ہے، اللہ کی شان دیکھیے، کہ اس نے کس طرح اس جنگ کے میدان کو سجایا ہے۔ حالانکہ اگر وعدے کر کے یہ سب کچھ کیا جاتا تو شاید ایسا نہ ہو پاتا..... جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے جنگِ بدر کے بارے میں فرمایا:

وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَا خَعَلْتُمْ فِي الْوَيْعَادِ وَلَكِنْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ (سورة الانفال: ۴۲)

”اور اگر تم آپس میں ایک دوسرے سے وعدے کرتے تو ضرور وعدے کی

خلاف ورزی کرتے (یعنی جنگ نہ کرتے) لیکن ایک کام کا جس کا فیصلہ ہو چکا تھا اللہ فیصلہ کر رہا تھا، تاکہ جس کو ہلاک ہونا ہو وہ دلیل پر ہلاک ہو اور جس کو زندہ رہنا ہو وہ دلیل پر زندہ رہے۔“

آپ ذرا نقشہ دیکھیے! اپنے رب کی قدرت، اس کی طاقت، اس کی بادشاہت اور اس کی حقانیت پر ایمان میں اضافہ ہو جائے گا۔

بہر حال سمجھانے کا مقصد یہ ہے کہ مجاہدین بہت کم وسائل سے ایک عالمی جنگ لڑ رہے ہیں جو آئندہ دنیا کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دے گی، طاقت کے محور اور مرکز تبدیل ہو جائیں گے۔ اب آپ اس میں مجاہدین کی کامیابی کا تناسب دیکھیے۔ ہم آپ کو اس دور میں لیے چلتے ہیں جب ابھی افغان جہاد کا آغاز نہیں ہوا تھا۔

آپ ذرا ۷۰ء کی دہائی میں جاپے، دنیا میں مسلمانوں کا کہیں شمار بھی تھا؟ عالمی سیاسی بساط پر ہر طرف کفر ہی کفر تھا، وہ جیسا چاہتے آپس میں بندر بانٹ کرتے رہتے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ دنیا کی یہ موجودہ سرحدیں بنانے میں کسی عالمِ دین، کسی مفتی، کسی شیخ الحدیث یا کسی صحیح العقیدہ مسلم رہ نما سے مشورہ بھی لیا گیا؟

وَعَسَىٰ اللَّهُ وَاللَّهُ يَخْتَرُ الْمَاكِزِينَ (سورة آل عمران: ۵۴)، ”اور ان کافروں نے تدبیر کی، اور اللہ نے بھی تدبیر کی۔ اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔“ (ادارہ)

جو کچھ کفر کے ابوانوں میں بیٹھے عالمی یہودی و برہمن سود خوروں نے طے کیا، اپنے ازلی غلاموں کو باہر نکل کر حکم کر دیا کہ آئندہ ایسا ہو گا، چنانچہ ان غلاموں نے اپنے آقاؤں کے حکم کو مسلم عوام پر مسلط کر دیا اور اسی کو یہ باور کرایا کہ امت مسلمہ کی خیر اسی میں ہے، اور اسی میں اسلام کی فلاح و بہبود ہے۔ بیسویں صدی کی ابتدا سے ستر کی دہائی تک جو حالت اس امت کی رہی وہ بزرگوں سے سنی یا اس دور کے داعیان دین کی کتابوں میں پڑھی۔ جس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کس مایوسی، پژمردگی اور کم ہمتی کا دور تھا۔

چنانچہ مسئلہ فلسطین ہو یا کوئی اور مسئلہ اس امت کا کوئی پرسان حال نہ تھا، یہاں تک کہ جن علاقوں میں بے پناہ مظالم ڈھائے گئے، وسط ایشیا کے غیور مسلمانوں کو دین سے پھیر دیا گیا، دین پر مکمل پابندی لگا دی گئی، کسی کی مجال نہ تھی کہ وہاں جا کر دین کی دعوت دے سکے، کیونکہ دین کی دعوت دینا جہاد تھا جہاں موت انعام میں ملتی ہے۔

ہم شاید ابھی بھی اس جملے کا مطلب نہ سمجھ سکیں لیکن اس کا مطلب ہمارے اسلاف سمجھتے تھے

امت یعنی امت بحیثیت امت کے کیا ہوتی

ہے، اس کے ماننے والے آپس میں کس طرح جڑے ہوتے ہیں، آپس میں ان کے ایک دوسرے پر کیا حقوق ہوتے ہیں۔ مشرق کے مسلمان پر تکلیف ہو تو مغرب والوں کی کیا ذمہ داری ہوتی ہے؟ اگر

کسی جگہ مسلمان پر ظلم ہو تو اس کے لیے کس کو بولنے کا حق ہے؟ امت بحیثیت امت کیا ہوتی ہے؟ ایک مسلمان دنیا میں کس طرح رہتا ہے، اس کے پشت پر اس کے والی وارث کون ہوتے ہیں؟

اللہ نے اس دنیا میں بھیجا کیوں ہے؟ کیا صرف تماشائی بننے کے لیے، کیا صرف جیسے تیسے زندگی کی سانس پوری کرنے کے لیے؟ کیا صرف کافروں سے زندگی کی بھیک مانگ کر زندہ رہنے کے لیے؟ اور ان کے مظالم پر عورتوں کی طرح آنسو بہانے یا تقدیر کا لکھا کہہ کر، وہن، کو صبر کا نام دینے کے لیے؟

۷۰ء کی دہائی تک یہ سارے تصورات و احساسات عوام تو عوام خواص کے ذہنوں سے بھی مٹ چکے تھے، گویا مسلمان صرف شخصی زندگی میں مسلمان بن کر رہ سکتا تھا اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں تھا؟ اس کا اللہ صرف اس کی ذاتی زندگی میں اس کا معبود تھا اور اس سے باہر اس کے لیے اور معبود تراش دیے گئے تھے جن کی عبادت اس پر فرض قرار دی گئی تھی، اور اس کو یہ سمجھا دیا گیا تھا کہ تمہارا اللہ ابھی اسی پر راضی و خوش ہے؟ معاذ اللہ!

امت کہاں تھی، سب کچھ کافر ہی تھے۔ مسلمان کے قاتل بھی کافر، اس کے منصف بھی کافر، والی و وارث بھی کافر، اس کے سیاہ سپید کے مالک بھی کافر..... وہی مسجد اقصیٰ کے والی، وہی حرمین شریفین کی سیاست کے بے تاج بادشاہ!

کافر کفر کے لیے اکٹھے تھے، ساری دنیائے کفر کافر کے حقوق کے لیے ایک تھی، لیکن کسی مسلمان کو اجازت نہ تھی کہ وہ اسلام کے لیے اکٹھا ہو سکے، اس کو اقوام متحدہ کے چارٹر کے تحت حرام قرار دے دیا گیا تھا، اور اس اقوام متحدہ کے دین کی محافظ فوجوں نے اپنے اپنے ملکوں میں اس کو جبراً نافذ کر دیا تھا، کسی مسلمان کو یہ اجازت نہ تھی کہ وہ کسی مسلمان کے لیے مسلمان ہونے کی حیثیت سے اکٹھا ہو سکے یا لوگوں کو جمع کر سکے، البتہ اقوام متحدہ کا چارٹر کا حوالہ دے کر اس کے ایک شہری کی حیثیت سے آواز اٹھائی جاسکتی تھی، گویا اس کے نزدیک دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو اقوام متحدہ کی شریعت نے آکر منسوخ کر دیا تھا اور اب جو اس دین میں حلال تھا وہ سب کے لیے حلال، اور جو حرام کر دیا گیا اس کو حرام ماننا لازم تھا اور اسی کے مطابق اپنے ملکوں میں آئین و دستور بنانا لازم تھا۔ جن کو بنیادی انسانی حقوق کا نام دیا گیا تھا۔

گویا عالمی کفری قوتیں دنیا کی بساط پر خود ہی منصوبے بناتیں اور خود ہی اپنی مرضی کے مطابق کھینچ رہتی تھیں، نہ کوئی چال پر اعتراض کرنے والا تھا نہ کوئی مخالف چال چلنے والا، نہ کوئی چال پلٹنے والا اور نہ کوئی ایسا

کاش کہ ہماری امت دیکھ سکتی! کاش کہ علمائے حق اپنے بچوں اور شاگردوں کی ان قربانیوں اور کامیابیوں کو ایک شفقت بھری نظر سے دیکھ سکتے! اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ دجالی میڈیا کے فریب سے باہر نکل کر تھوڑی دیر کے لیے حقیقت کی آنکھوں سے غور کر سکتا!!!

مرد و جری تھا جو بنی بنائی ساری بساط ہی کو الٹ دے۔ لیکن آج دیکھیے! کہ دنیا کی سیاست کا محور کیا ہے؟ دنیا میں طاقت کا توازن کیا ہے؟ دنیا میں اسلام اور اسلامی نظام، دنیا میں مسلمان اور امت کیا پہلے جیسی ہے؟ کیا اب اگر کوئی مسلمان امت سے جڑنا چاہے، امت کا حصہ بن کر جینا چاہے تو نہیں جی سکتا؟ عالمی کفری طاقتوں کی عالمی پالیسیوں کا بنیادی مرکز اور نکتہ کیا ہے؟

یہ تمام تیاریاں، جدید ٹیکنالوجی، نئے بننے بکھرتے پٹنے مار کھاتے عالمی اتحاد، عالمی نظام کی اقتصادی حالت زار، ترقی یافتہ ملکوں کی عوام کا گھروں سے بے گھر ہونا اور بے روزگار ہو کر سڑکوں پر چلانا..... اور وہ جو دنیا کے رازق بن بیٹھے تھے..... جن کا دعویٰ تھا کہ جو ان کے نیو ورلڈ آرڈر کو سجدہ کرے گا اس کو رزق دیا جائے گا اور جو انکار کرے گا، رزق سے محروم کر دیا جائے گا..... ان کی معاشی ابتری اور پھکڑ پن دیکھیے کہ اپنی عوام کو روٹی دینا بھی مشکل ہو گیا ہے.....

کاش کہ ہماری امت دیکھ سکتی! کاش کہ علمائے حق اپنے بچوں اور شاگردوں کی ان قربانیوں اور کامیابیوں کو ایک شفقت بھری نظر سے دیکھ سکتے! اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ دجالی میڈیا کے فریب سے باہر نکل کر تھوڑی دیر کے لیے حقیقت کی آنکھوں سے غور کر سکتا!!!

عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَهُمْ فَمِنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ
لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (سورة آل عمران: ۱۰۳)

”اور سب مل کر خدا (کی ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو خدا نے تم کو اس سے بچا لیا اس طرح خدا تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔“

الحمد للہ یہ سفر کامیابی سے جاری ہے، آج ایک مسلمان، امت سے جڑ چکا ہے، وہ دیکھیے! اور پار! فریقہ و امریکہ میں، ایک مسلمان جو ابھی چند سال پہلے ایمان کی دولت سے سرفراز ہوا، اور انہی کافروں کی فوج میں ملازم بھی تھا، وہ بھی ایک مسلمان بن کر اپنے رب سے ملاقات کرنا چاہتا ہے، مشرق میں افغانستان میں کیے جانے والے ظلم کا حساب لینا چاہتا ہے.....

لہذا اپنی اس گن (gun) کو جو امریکی نظام نے اس کو دی تھی، اسی سے وہ امت کے دشمنوں کے سینے چھلنی کر دیتا ہے کہ تم میری امت کے قاتل ہو، وہ امریکی بن کر مرنے پر راضی نہیں ہے۔ وہ امت کا حصہ بننا چاہتا ہے! بحیثیت امریکی اس کو کوئی پریشانی نہیں تھی بلکہ اس کی عزت تھی، وہ

دنیا کی سپر پاور کا ایک شہری تھا، وہ اس ملک کا کارڈ رکھتا تھا، جس کو حاصل کرنے کے لیے دنیا کی عبادت کرنے والے، اپنا ایمان، اپنی غیرت، اپنی حمیت بلکہ وطنی عزت کا بھی سودا کر دیتے ہیں، لیکن جو اللہ کا بندہ بن کر جینا چاہے آج اس کے لیے میدان کھلا ہے، جو کہ ۷۰ء کی دہائی میں نہیں تھا.....

ہمارے کتنے بزرگ دلوں میں حسرت لیے چلے گئے کہ کاش امت بن کر جینے کا یہ دور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے، ان کی تحریروں میں وہ درد آج بھی آپ محسوس کر سکتے ہیں..... لیکن آج اس تمنا کو پورا کرنے کے لیے ایک مسلمان کے سامنے ایک پلیٹ فارم موجود ہے جس کو لاکھوں شہداء کی قربانی سے تیار کیا گیا ہے! امت مسلمہ مشرق تا مغرب ایک امت ہے! امریکہ تا فجی ایک امت ہے! آج مسلم نوجوان اپنا امریکہ و برطانیہ کا کارڈ اس امت کے مستقبل پر قربان کر جاتا ہے، وہ ان سرحدوں کو اپنے پاؤں تلے روندتا جا رہا ہے جس کو انسانیت کے عالمی سودا گروں، عالمی بینک کاروں نے نسل در نسل محنت کر کے بنایا تھا۔

دنیا اور دنیا کی سیاست تبدیل ہو چکی ہے..... عالمی خفیہ قوتیں اپنی چھ سو (۶۰۰) سالہ پناہ گاہ سے نکلنے پر مجبور کر دی گئی ہیں جس کو وہ یہ سمجھتے تھے کہ ان کے دیرینہ دشمن جبریل و میکائیل علیہما السلام اس دور دراز عالمی قوت کی پناہ گاہ میں نہیں پہنچ سکیں گے! اور ان دونوں کا رب جانتا ہے کہ اب وہ کہاں جمع ہو رہے ہیں؟ اور اس کے بندے بھی ان پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اللہ ہی اپنی تدبیروں میں غالب ہے لیکن نادان سمجھتے نہیں ہیں!

الحمد للہ! آج ہمیں یہ کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں لگتا کہ بساطِ دنیا پر ایک قوت موجود ہے، ایک قوت میدان میں اور اُتری ہے، ایک کھلاڑی ان کے سامنے آ کر یوں بیٹھا کہ ان کی چالوں کے مقابلے چاہیں چلتا ہے، اور ان کو اپنی مرضی کے مطابق اپنے میدان میں کھیلنے پر مجبور کرتا ہے، ان کے مہروں کو بھی مارتا ہے اور ان کے بادشاہ کی گردن تک بھی اس کے ہاتھ اب پہنچ گئے ہیں، اور اب! الحمد للہ! ثم الحمد للہ! ایسا وقت بھی آگیا کہ اب بنی بنائی بساط اٹھنے لگی ہے!

یہ اللہ کی مدد اور اس کے فضل سے، جو تنہا آج بھی دنیا کی بساط کا مالک ہے! جو آج بھی اس جدید ٹیکنالوجی کے دور میں دنیا کے تمام فیصلے اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے، صرف اس کی مدد سے اس نئی

قوت کو دنیا ’مجاہدین‘ یا ’عالمی جہادی قوت‘ کے نام سے جانتی ہے!!! شاید ابھی اپنے پہچان نہیں پائے کہ دو صدی کی غلامی اور کفر کے چڑھتے سورج کی چکا چوند نے آنکھوں پر اثر ڈالا ہے لیکن جلد پہچان جائیں گے!!! جب کہ دشمن بہت اچھی طرح پہچانتا ہے، اور اب تو اس کی وہ خوش فہمیاں بھی

دور ہو چلیں جو چودہ سال پہلے (۲۰۰۱ء میں) تھیں۔ واللہ الحمد واللہ غالب علی امرہ و لکن اکثر الناس لا یعلمون!

یہ سب کچھ اس امت کو ایک امت بنانے کے لیے، امت کو اس کا کھویا مقام واپس دلانے کے لیے، امت کے لوٹے وسائل پر ایک مسلمان کا قبضہ واپس دلانے کے لیے، اس کی عزت، اس کی غیرت، اس کی آبرو کی حفاظت کے لیے ہے!..... یہ خون کے بہتے دریا، یہ اجڑی ویران بستیاں، یہ ہجرتیں و فرقتیں..... عورتوں کا بیوہ ہو جانا، بچوں کا یتیمی کے ڈکھ جھیلنا، دیوانوں کا پھانسی کے تختے کو مسکراتے ہوئے چوم لینا، مار چر سیلوں میں ڈرل مشینوں اور استریوں سے جسموں کو داغا جانا، صرف ایک مقصد کے لیے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ایک بن جائے..... اس دین کو اس طرح پکڑ لے جس طرح پکڑنے کا اس کے رب نے حکم فرمایا ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ

دیکھیے! کل تک کا مسلمان صرف پاکستانی، ہندوستانی، مصری و سعودی تھا..... لیکن آج کا نوجوان اسلامی ہے..... ایک کلمہ کی سرحدوں کو ماننے والا، جو لکیریں کھلنے سے طے کی ہیں ان کو اپنے خون سے امت کو سمجھانے والا، اس کے علاوہ ہر لکیر کو مٹانے کا عزم لیے..... وہ ایک مسلمان ہے! وہ کہتا ہے کہ اگر شام میں کسی مسلمان کا خون گرتا ہے تو یہ میرا خون ہے! افغانستان میں ایک مسلمان کا خون گرتا ہے تو یہ میرا خون ہے! وہ کہتا ہے کہ اگر ہندوستان میں کسی مسلمان کا خون گرتا ہے تو یہ میرا خون ہے، اگرچہ مولویان برہمن اس کو کہتے ہیں کہ ہندوستانی مسلمان پہلے ہندوستانی ہے، حالانکہ یہ خود کو دھوکہ دیتے ہیں یا اس مال کا احسان چکاتے ہیں جو برہمن کی جانب سے ان کو عطا کیا جاتا ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ وہ دور گزر چکے! امت آج کہیں اور کھڑی ہے! نوجوان کو اب مولویان برہمن ہندوستانی لکیروں میں قید نہ کھ سکیں گے، امت امت بن کر رہے گی! اس کا جینا اور اس کا مرنا اسی کلمے کی خاطر ہوگا!

یہ تو بکھرے، منتشر اور ظلم رسیدہ مسلمانوں کو امت بنانے کے اعتبار سے کامیابی ہے، جب کہ کامیابی کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے جو الحمد للہ ہر آنکھیں رکھنے والے کو نظر آرہا ہے۔

سرحدوں کے بت کا جنازہ:

یہ کامیابی ہے اقوام متحدہ کی بنائی سرحدوں کے تقدس کے جنازے کی۔ اس سرحدی کالی ماما کے بت کے زمیں بوس ہونے کی جس کو دانش ورانِ افرنگ نے پنجہ بیہود میں جانے بعد اپنے ہاتھوں سے تراشا تھا.....

سرحدوں کا تقدس جدید جاہلی نظام میں کتنا

اہم ہے، سیاسیات کا ہر طالب علم اس سے واقف ہے۔ یعنی جب اللہ کے دشمن، یہود نے ملعون مصطفیٰ کمال پاشا کے ذریعہ خلافت کا خاتمہ کیا تو اس کا مقصد ہی یہ تھا کہ مسلمانوں کو امت کی لڑی سے نکال قومیتوں میں تقسیم کر دیا جائے اور ان کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے بجائے ان قومیتوں کا دین (جس کو شیطانی دماغ تیار کر چکے تھے) نافذ کر دیا جائے..... جس میں کلمے کے تصور کے بجائے سرحدوں کا تصور ہو، جس طرح مشرق و مغرب کلمہ پڑھنے والا ایک جسم کا حصہ تھا اسی طرح اب ایک سرحد کے اندر رہنے والے ایک جسم کا حصہ قرار دیے گئے، خواہ ان کے دین مختلف کیوں نہ ہوں..... اب اسی کے لیے دوستی تھی اور اسی کی خاطر دشمنی..... اسی کی خاطر معصوم انسانوں کی جانیں لی جاتی رہیں اور فوجیں اسی سرحد کی مقدس کالی دیوی پر اپنے خون کی بلی چڑھاتی رہیں..... اس کالی دیوی کی خاطر جو بھی جان کی بلی دے دے وہ

شہید کہلانے لگا، خواہ وہ ہندو ہی کیوں نہ ہو، لیکن جو کلمہ تو حید کی خاطر جان دے وہ دہشت قرار دیا گیا!!!

یہ سرحدوں کی کالی دیوی تباہی و بربادی میں ہندوؤں کی کالی ماما سے کم نہ تھی۔ کیونکہ پوری تاریخ ہندو میں کالی ماما کے نام پر اتنی بلیاں نہیں چڑھائی گئی ہوں گی جتنی بلیاں صرف ان گزشتہ پچاس سالوں میں اس سرحدی کالی ماما پر چڑھائی گئی ہیں!

لیکن تعریف بیان کیجیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی جو آج بھی اپنے کمزور بندوں کی مدد پر قادر ہے، الحمد للہ!!! تیس سالہ جہادی ضریوں نے اس نظامِ ابلیس کو آج اس مقام تک پہنچا دیا ہے کہ خود اپنے بنائے معبودوں کو اپنے ہاتھوں گرانے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ ان میں سرحدوں کے تقدس کا نظریہ دینے والی کالی دیوی بھی ہے جس کا بت آج گرتا نظر آرہا ہے۔

اللہ کی شان دیکھیے کہ اس دیوی کے بت کو گرانے والا کلباڑا بھی بتوں کے بڑے امریکہ کے گلے میں ڈال دیا گیا ہے کہ یہ الزام بھی اس بڑے ہی کے سر آئے گا کہ یہ مقدس دیوی کے بت پر سب سے پہلے کلباڑا چلانے والا یہ بڑا ہی تھا۔

قَالُوا أَأَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا يَا لَيْهِنَا
يَا لَيْهِنَا ۖ قَالَ بَلْ فَعَلَهُ
كَبِيرُهُمْ هَذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِنَّ
كَانُوا يَنْطِقُونَ ۝ (سورة
الانبياء: ۶۲، ۶۳)

اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ اس عالمی جہادی قافلے کو صحیح منہج پر باقی رکھا جائے، جس کا پہلا ہدف نظامِ کفر اور اس کی محافظ قوتیں ہیں۔ اگرچہ عالمی کفری قوتیں اس وقت یہ سازش کر چکی ہیں کہ عالمی جہاد کا رخ نظامِ کفر اور اس کی محافظ قوتوں سے ہٹا کر دیگر اہداف کی طرف موڑ دیا جائے۔ تاکہ عالمی یہودی قوتیں اور اس کی محافظ فوجیں اپنے اپنے ملکوں میں مزے سے رہیں اور جہادین چھوٹے چھوٹے اہداف پر اپنی توانائیاں لگاتے رہیں یہاں تک کہ نظامِ باطل دوبارہ مضبوط ہو جائے۔

”(جب ابراہیم آئے تو بت

پرستوں نے) کہا کہ ابراہیم! بھلا یہ کام ہمارے معبودوں کے ساتھ تم نے کیا ہے؟ (ابراہیم نے) کہا (نہیں) بلکہ یہ ان کے اس بڑے (بت) نے کیا (ہوگا) اگر یہ بولتے ہوں تو ان سے پوچھ لو۔“

افغانستان میں شریعت کے خلاف چھیڑی گئی جنگ کے دوران کتنی مرتبہ تمہارے اس بڑے بت نے اس کالی دیوی کی گردن پر کتنی بار کلباڑا چلایا جب سرحدوں کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے امریکی فوجی پاکستانی علاقوں میں گھس آتے اور پاکستانی فوج کے خون سے ہولی کھیل کر چلے جاتے۔ اپنے بوٹوں سے کالی دیوی کے تقدس کو پامال کرتے چلے جاتے۔

حقیقتیں تو بہت ہیں بس مختصر یہ کہ اس دیوی کے تقدس کا حال کہاں تک پہنچ چکا ہے؟ اس کی مکمل تصویر دیکھنی ہے تو سعودی عرب کا یمن پر حملہ کرنا ہی دیکھ لیجیے! یہ تو آغاز ہے! اس کے بعد ان سرحدی لکیروں کی عبادت کرنے والے خود ہی اس کو کیسے پامال کرتے ہیں، دیکھتے

جائیے! کیونکہ کلمے کی صدا لگانے والوں سے جنگ کو جاری بھی تو رکھنا ہے! امت کو امت بننے سے روکنے کے لیے جنگ بھی تو کرنی ہے! الحمد للہ یہ اس بت کی تباہی ہے جس کو انہوں نے خود ہی تراشا تھا۔

بات ذرا لمبی ہو گئی کہ الفاظ جذبات کی رو میں بہتے چلے گئے کہ ابنوں کی جدائی کے زخم ابھی ہرے ہیں، پھر جب ان پر نئے نشتر لگائے جاتے ہیں تو اور تازہ ہو جاتے ہیں..... ورنہ بات تو صرف اتنی ہی سمجھانی تھی کہ موجودہ عالمی جہادی تحریکات، الحمد للہ فتح کی جانب گامزن ہیں۔ وقتی اتار چڑھاؤ جنگ کا حصہ ہوا کرتے ہیں۔ جو ہر دور میں جنگ کے ساتھ لگے رہتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنی سچی کتاب میں بیان فرمایا۔

وَيَلِكُ الْإِسْلَامُ دُنَا وَلِهَآبَيْنِ النَّاسِ (سورة آل عمران: ۱۳۰)

”یہ تو دن ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان لٹتے پھیرتے رہتے ہیں۔“

مجموعی اعتبار سے دیکھا جائے تو الحمد للہ صورت حال اسی جانب جا رہی ہے جس جانب محسن امت شیخ اسامہ بن لادن شہیدؒ نے گیارہ ستمبر کے حملوں کا منصوبہ بناتے وقت بیان کی تھی۔

اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ اس عالمی جہادی قافلے کو صحیح منہج پر باقی رکھا جائے، جس کا پہلا ہدف نظام کفر اور اس کی محافظ قوتیں ہیں۔ اگرچہ عالمی کفری قوتیں اس وقت یہ سازش کر چکی ہیں کہ عالمی جہاد کا رخ نظام کفر اور اس کی محافظ قوتوں سے ہٹا کر دیگر اہداف کی طرف موڑ دیا جائے۔ تاکہ عالمی یہودی قوتیں اور اس کی محافظ فوجیں اپنے اپنے ملکوں میں مزے سے رہیں اور مجاہدین چھوٹے چھوٹے اہداف پر اپنی توانائیاں لگاتے رہیں یہاں تک کہ نظام باطل دوبارہ مضبوط ہو جائے۔

لہذا ہر مجاہد کو قرآن کے اس اصول فَتَقَاتِلُوا أَكْثَرَهُ الْكُفْرِ کو سامنے رکھنا چاہیے جس کو شیخ اسامہ بن لادن شہیدؒ نے ’سانپ کے سر‘ سے تعبیر کیا تھا۔ عالمی نظام کو چلانے والی قوتیں اور ہر ملک میں اس کی محافظ قوتیں مجاہدین کا ہدف ہونا چاہئیں۔ تب جا کر یہ جہاد کامیابی سے اپنا سفر جاری رکھ سکتا ہے۔ اب کفر کے بس کی بات نہیں کہ اس جہاد کو روک سکے، اس لیے وہ کوشش کر رہا ہے مجاہدین کے جہاد کے رخ کو نظام سے ہٹا کر کہیں اور موڑ دے۔

جو کوئی بھی مجاہدین کے اس جہاد کو انصاف کی نظر سے دیکھتا ہے وہ اس بات کا اعتراف کرے گا کہ مجاہدین کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے فتوحات مل رہی ہیں۔

☆☆☆☆☆

عیادت مریض کے آداب و لطائف

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیمار کی عیادت کو اسلامی حقوق میں سے قرار دیا ہے لیکن بہت سے حضرات کو عیادت کے آداب کا علم نہیں ہوتا، نتیجہ یہ ہے کہ وہ بیمار کو تسلی دینے اور آرام پہنچانے کی بجائے اس کی تکلیف کا سبب بن جاتے ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور عمل سے عیادت کے آداب سکھائے ہیں، ہر مسلمان کو ان کی رعایت کرنی چاہیے:

ا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب کوئی شخص بیمار ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اپنے داہنے ہاتھ سے اسے چھوتے اور یہ دعا پڑھتے: ”اذهب البأس رب الناس واشف أنت الشافی لا شفاء الا شفاءک شفاء لا یغادر سقما“۔ (مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ بخاری و مسلم)

ب۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عیادت کی سنت یہ ہے کہ مریض کے پاس تھوڑی دیر بیٹھا جائے اور شور کم کیا جائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

ج۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”العیادة فواق ناقة“ یعنی بیمار کی عیادت بس اتنی دیر ہونی چاہیے جتنی دیر اونٹنی کو دو مرتبہ دوہنے کے درمیانی وقفے میں لگتی ہے (یعنی تھوڑی سی دیر)۔

د۔ حضرت سعید بن مسیبؒ نے فرمایا کہ ”افضل ترین عیادت وہ ہے جس میں بیمار پر سی کرنے والا جلدی اٹھ کر چلا جائے۔“ (مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی)

ان روایات کی روشنی میں علماء نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے کہ عیادت کرنے والا بیمار کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھے جس سے بیمار کو زحمت ہو۔ ملا علی قاریؒ نے بعض حضرات سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ہم مشہور صوفی بزرگ سری سقطیؒ کی عیادت کو گئے اور دیر تک بیٹھے رہے۔ وہ پیٹ کے درد سے بے چین ہو رہے تھے اور ہم اٹھتے نہ تھے، بالآخر ہم نے ان سے کہا کہ ہمارے لیے دعا فرمائیے تو ہم چلیں۔ اس پر سری سقطیؒ نے دعا فرمائی کہ ”اللھمَّ عَلِّمْهُمْ کَیْفَ یَعُوْذُوْنَ مِنَ الْمَرَضِ“، یا اللہ! انہیں بیماریوں کی عیادت کا طریقہ سکھا دیجیے۔ ملا علی قاریؒ یہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ البتہ اگر آدمی کو یقین ہو کہ میرے زیادہ بیٹھنے سے بیمار خوش ہو گا تو مضائقہ نہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح)

ردّۃ ولا ابا بکر لها!

(یلغار ارتداد، لیکن مقابلے کے لیے ابو بکرؓ نہیں!) مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ - انتخاب و تبصرہ: مولانا عبید الرحمن المرباط

اس تحریر کا متن ہم نے www.abulhasanalinadwi.org پر شائع شدہ مضمون بعنوان: ”ذہنی اور اعتقادی ارتداد..... ایک اہم مسئلہ - فوری توجہ کا حامل“ - سلسلہ ۵۰۹ - از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ سے لیا ہے۔ لیکن اس کی اصل مصرعے شائع ہونے والے جملے ”مسلموں“ میں عربی زبان میں لکھا جانے والا افتاحیہ کا مقالہ ہے جس کا عنوان عربی میں ردّۃ ولا ابا بکر لها تھا۔ ہم نے اصل مضمون کے عنوان کو اختیار کیا ہے جس کا تذکرہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے خود مضمون میں کیا ہے۔ عربی زبان میں یہ مقالہ کتابچے کی صورت میں بھی شائع ہو اوردّۃ ولا ابا بکر لها، بقلم ابو الحسن علی الحسینی الندوی، الناشر: المكتبة المکیة، حی الحجرة، مکة المکرمة. ومکتبة السداوی للنشر والتوزیع القاهرة. الطبعة الثانية: 1413ھ - 1992م. ڈھونڈنے کے باوجود یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ انہوں نے یہ مقالہ کس سنہ میں تحریر کیا۔ لیکن یقیناً ۱۹۹۲ء سے قبل ہی تھا جیسا کہ عربی کتابچے سے ظاہر ہے۔ (المرباط)

نیز ہمارا بھی اضافی نوٹ، تحریر کے بالکل آخر میں درج کر دیا گیا ہے۔ (مدیر)

نیا ارتداد

اسلام کی تاریخ میں ارتداد کے متعدد واقعات پیش آئے ہیں۔ سب سے بڑا اور سخت سانحہ ارتداد عرب قبائل کا ارتداد تھا جو رسول اکرم ﷺ کی وفات کے معاً بعد پیش آیا۔ یعنی وہ زبردست باغی تحریک جس کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بے نظیر عزم و ایمان سے سر اٹھاتے ہی پکڑ لیا تھا۔ دوسرا بڑا ارتدادی واقعہ نصرانیت اختیار کر لینے کی وبا تھی جو ہسپانیہ سے مسلمانوں کے اخراج کے بعد پھیلی اور بعض ان دوسرے ملکوں میں بھی رونما ہوئی جو مسیحی مغربی طاقتوں کے زیر نگین تھے اور عیسائی پادری اور مشنری وہاں اس مقصد کے لیے سرگرم عمل تھے۔ ان معتد بہ واقعات کے علاوہ اکا دکا واقعات بھی ہیں کہ مثلاً ہندوستان میں کسی خفیف العقل اور پست طبیعت فرد نے اسلام کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لیا۔ لیکن ایسے واقعات شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر بد نصیب ہسپانیہ کے فتنہ نصرانیت کو ارتداد کہنا صحیح ہے تو اس کو مستثنیٰ کر کے کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ کسی عام ارتداد سے آشنا نہیں ہوئی ہے۔ جیسا کہ مؤرخین مذہب کا اعتراف ہے۔

یہ واقعات جب کبھی پیش آئے ان پر ہمیشہ دو اثرات مرتب ہوئے:

1. مسلمانوں کی طرف سے سخت ناراضگی اور ناپسندیدگی۔

2. اسلامی سوسائٹی سے قطع تعلق۔

یعنی جو کوئی اپنے دین سے منحرف ہوتا تھا وہ مسلمانوں کے سخت غیض و غضب کا نشانہ بنتا تھا اور اس اسلامی معاشرے سے خود بخود منقطع ہو جاتا تھا جس میں اس کی بود و باش ہوتی۔ مجرد ارتداد سے اس کے اور اس کے اہل قربات کے درمیان تمام رشتے اور تعلقات کٹ جاتے تھے اور ارتداد کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ آدمی گویا ایک دوسرے معاشرے اور ایک دوسری دنیا میں منتقل ہو گیا۔ مرتد کا خاندان اس کا بالکلیہ بائیکاٹ کر دیتا تھا۔ اب نہ رشتہ رہتا تھا، نہ نکاح، نہ

اخوت، نہ وراثت۔ ارتداد کی اگر کوئی لہر کبھی اٹھتی تھی تو اس سے بین الادیانی کشمکش برپا ہوتی اور مسلمانوں میں مقاومت اور اسلام کے دفاع کی روح بیدار ہو جاتی تھی۔ جس اسلامی ملک میں ایسے واقعات پیش آ جاتے تھے وہاں کے علماء، داعیان اسلام اور اہل قلم پر جوش طریقے سے ان کے خلاف صف آرا ہو جاتے، ان کے اسباب کا کھوج لگاتے اور اسلام کے محامن و فضائل کو سامنے لاتے تھے۔ اس مسلمان معاشرے کا یہ حال ہو جاتا جیسے قلق و اضطراب اور غیظ و غضب کی ایک موج آ کر سب کو تہ و بالا کر گئی ہو۔ یہ حوادث مسلمانوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتے اور کیا خواص کیا عوام سب کے لیے ایک ہی بات اور ایک ہی فکر ہوتی تھی؛ یہ ہوتا تھا اسلامی سوسائٹی پر واقعات ارتداد کا رد عمل اور ان کی لازمی خصوصیت! حالانکہ نہ یہ کسی بڑے پیمانے پر پیش آتے تھے اور نہ زندگی پر ان کے کچھ اثرات ہی پڑتے۔

لیکن اب کچھ عرصے سے دنیائے اسلام کو ایک ایسے ارتداد سے سابقہ پیش آیا ہے جس نے اس کے اس سرے سے اس سرے تک ایک لہر پیدا کر دی ہے۔ یہ اپنی شدت و قوت اور وسعت و عمق میں اب تک کی تمام ارتدادی تحریکوں سے بازی لے گیا ہے۔ کوئی ملک نہیں ہے جو اس کی غارت سے بچا ہو۔ بلکہ ملک تو ملک خاندانوں میں ایسے مشکل ہی سے تھوڑے بہت ہوں گے جو اس کی دست برد سے محفوظ ہوں۔ یہ وہ ارتداد ہے جو شرق اسلامی پر یورپ کی سیاسی اور تہذیبی تاخت کے پیچھے پیچھے آیا ہے۔ یہ سب سے عظیم ارتداد ہے جو عہد رسالت سے لے کر آج تک کی اسلامی تاریخ میں رونما ہوا ہے۔

شریعت اسلامی کی اصطلاح میں ”ارتداد“ کے کیا معنی ہیں؟ ایک دین کی جگہ پر دوسرا دین اور ایک عقیدے کے بجائے دوسرا عقیدہ اختیار کرنا! رسول جو تعلیمات لے کر آیا، جو کچھ اس سے تو اتر منقول ہے اور جو کچھ اسلام میں قطعی طور پر ثابت ہے اس سے انکار کرنا! اور ایک مرتد کیا رویہ اختیار کرتا تھا.....؟ رسالت محمدی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا انکار کرتا تھا اور مسیحیت، یہودیت، یا ہندو مذہب کی طرف منتقل ہو جاتا تھا۔ یا الحاد کی راہ اختیار کرتا اور وحی و رسالت اور

دین لادینیت

یہ نیا دین (اگرچہ اس کے پیرواس کو ”دین“ کا نام دینے سے انکار کرتے ہوں) کیا ہے؟ کائنات کو وجود میں لانے والی اس عظیم و خیر ہستی کا انکار جو مالک تقدیر بھی ہے اور رہنمائے حیات بھی (الَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ) حیات بعد الموت، حشر، جنت و دوزخ، ثواب و عذاب کا انکار، نبوت و رسالت کا انکار، شرائع سماویہ اور حدود شرعیہ کا انکار اور اس حقیقت کا انکار کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق پر اپنے برگزیدہ رسول (خاتم الرسل) کی اطاعت فرض کی ہے۔ اور ہدایت و سعادت کو اس کی پیروی میں منحصر کر دیا ہے۔ اور اس بات کا انکار کہ اسلام وہ آخری اور دائمی پیغام ہے جو دین و دنیا کی تمام سعادتوں کا تکمیل ہے اور زندگی کا ایک نظام ہے جو سب سے اعلیٰ اور افضل ہے اور وہی وہ دین ہے جس کے علاوہ کوئی دین اللہ کے یہاں مقبول نہیں۔ اور جس کے بغیر دنیا کی فلاح و سعادت کا کوئی امکان نہیں۔ اور اس کا انکار کہ دنیا انسان کے لیے پیدا کی گئی ہے اور انسان اللہ کے لیے۔

آج جس طبقے کے ہاتھ میں اکثر ممالک اسلامیہ کی زمام حیات ہے، اس کے افراد کی ایک بڑی تعداد اسی دین کی پیروی ہے۔ اگرچہ یہ سب پچنگی ایمان اور سرگرمی عمل میں ایک درجے کے نہ ہوں۔ بحمد اللہ اس طبقے میں خاصی تعداد میں ایسے افراد بھی ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اسلام کی پیروی کرتے ہیں۔ مگر اس طبقے کا وہ وصف جو افسوس ہے کہ اس پر غالب ہو گیا ہے اور اس کے بہت مقتدر افراد کا دین یہی مادہ پرستی اور زندگی کا مغربی فلسفہ ہے جو الحاد پر مبنی ہے۔

یہ وہ ارتداد ہے جس نے عالم اسلامی کو اس سرے سے اس سرے تک تاراج کیا ہے۔ گھر گھر اور خاندان خاندان پر اس کا حملہ ہوا ہے۔ یونیورسٹیوں، کالجوں اور اداروں سب پر اس کی یورش ہوئی ہے۔ مشکل ہی سے کوئی ایسا خوش قسمت خاندان ہو گا، جس میں اس دین کا کوئی پیروکار، پرستار اور عقیدت گزار نہ ہو۔

میں پھر یہ کہتا ہوں کہ یہ وہ ارتداد ہے جس نے عالم اسلامی کو اس سرے سے اس سرے تک تاراج کیا ہے۔ گھر گھر اور خاندان خاندان پر اس کا حملہ ہوا ہے۔ یونیورسٹیوں، کالجوں اور اداروں سب پر اس کی یورش ہوئی ہے۔ مشکل ہی سے کوئی ایسا خوش قسمت خاندان ہو گا، جس میں اس دین کا کوئی پیروکار، پرستار اور عقیدت گزار نہ ہو۔ آپ جب ذرا اس سے تنہائی میں باتیں کریں گے، کچھ چھٹریں گے اور اندر کی بات اگلوں گے تو دیکھیں گے کہ وہ ایمان باللہ سے محروم ہو گیا ایمان بالآخرۃ سے خالی ہو گا۔ یا رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہ رکھتا ہو گا۔ یا قرآن کو ایک معجزہ و ابدی کتاب اور دستور حیات نہ مانتا ہو گا۔ اور ان میں سب سے غنیمت وہ ہو گا جو کہے گا کہ میں اس قسم کے مسائل پر غور نہیں کرتا اور ان کو کوئی بڑی اہمیت نہیں دیتا۔

ایک لاوارث مسئلہ

آخرت سے منکر ہوتا تھا۔ یہ ارتداد کے وہ معنی ہیں جن سے پرانی دنیا پرانی سوسائٹی واقف تھی۔ ہر وہ شخص جو اپنا دین چھوڑتا تھا، اگر مثال کے طور پر نصرانی بن جاتا تو کلیسا میں داخل ہوتا یا جیکل میں جاتا، یا اگر ہندو مذہب اختیار کرتا تو بت خانے کی راہ لیتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ یہ ارتداد سب پر روشن ہو جاتا تھا اور مرتد دور سے پہچان لیا جاتا تھا۔ اس کی طرف انگلیاں اٹھتی تھیں اور مسلمان اس شخص سے تمام امیدیں منقطع کر لیتے تھے۔ الحاصل عام طور پر کسی کا ارتداد کوئی راز نہیں ہوا کرتا تھا۔

یورپ کا لایا ہوا فلسفہ

یورپ نے مشرق میں وہ فلسفے پہنچائے جو دین کی بنیادوں کے انکار پر مبنی تھے۔ جن کی بنیاد اس عالم میں کار فرما (مصرف) قوت کے انکار پر تھی۔ وہ باشعور قوت جو اس دنیا کو عدم سے وجود میں لائی اور جس کے دست تصرف میں کائنات کی زمام کار ہے؛ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْآخِرَةُ، ”خبردار! اسی نے تخلیق کی اور اسی کا حکم چلتا ہے۔“

وہ فلسفے جو عالم غیب، وحی، نبوت، شرائع سماویہ اور روحانی و اخلاقی قدروں کے انکار پر مبنی تھے۔ یہ تھی مغرب کے لائے ہوئے تمام فلسفوں کی مشترک بنیاد جن میں کوئی علم النفس تھا، اور کسی کا موضوع بحث سیاست و اقتصاد۔ یہ فلسفے اپنے موضوعات والوں میں خواہ باہم کتنے ہی مختلف تھے تاہم اس نقطے پر سب ملتے تھے کہ انسان و کائنات کو محض مادی نظر

سے دیکھیں اور ان دونوں کے ظاہری احوال و افعال کی مادی توجیہ کریں۔ یہ فلسفے مشرقی اسلامی معاشرے پر حملہ آور ہوئے اور اس کے باطن تک گھس گئے۔ یہ فلسفے سب سے بڑا دین تھے جو تاریخ اسلام کے بعد پیدا ہوئے۔ سب سے بڑا دین اپنی وسعت اشاعت کے لحاظ سے۔ سب سے گہرا دین اپنی جڑوں کے لحاظ سے۔ اور سب سے طاقتور دین دلوں اور دماغوں کو مسخر کرنے کے لحاظ سے۔ اسلامی ملکوں کا وہ طبقہ جو علم و فہم کے لحاظ سے ممتاز تھا اس دین پر فریفتہ ہو گیا۔ اس نے اسے نہایت خوشگوار کی کے ساتھ حلق سے اتارا اور اطمینان کے ساتھ ہضم کر لیا۔ وہ اس دین کا ٹھیک اسی طرح پیرو بن گیا جس طرح ایک مسلمان اسلام کا اور ایک مسیحی مسیحیت کا۔ حتیٰ کہ وہ اس پر جان دیتا ہے۔ اس کے شعائر کی عزت کرتا ہے۔ اس کے رہنماؤں اور داعیوں کی عظمت کا کلمہ پڑھتا ہے۔ اپنے ادب اور تالیفات میں اس دین کی دعوت دیتا ہے اور جو دین، جو نظام اور جو طرز فکر اس کے معارض ہوتا ہے اس کی تحقیر کرتا ہے۔ اسی دین کے ہر پیرو سے وہ اخوت کا رشتہ استوار کرتا ہے اور اس طرح یہ تمام افراد ایک امت ایک خاندان اور ایک گروہ بن گئے ہیں۔

بلاشبہ یہ ارتداد ہے۔ لیکن وہ مسلمانوں کی توجہ اپنی طرف مبذول نہیں کر سکا۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس ارتداد کا مارا ہوا کلیسیا یا ہیکل میں نہیں جاتا۔ اور نہ اپنے ارتداد اور تبدیلی مذہب کا اعلان کرتا ہے۔ نہ معاشرہ اس پر چونکتا ہے کہ احتساب و عتاب کی صورت پیش آئے اور فصل و انقطاع کا معاملہ درپیش ہو۔ پس وہ بدستور اسی سوسائٹی اور معاشرے میں رہتا ہے۔ اپنے تمام حقوق حاصل کرتا ہے بلکہ معاشرے پر حاوی ہونے تک کا موقع اس کو مل جاتا ہے۔ یہ عالم اسلامی کا نہایت اہم مسئلہ اور بڑا قابل فکر معاملہ ہے۔ ارتداد پھیلتا ہے، اسلامی معاشرے پر حملہ آور ہوتا ہے اور کوئی اس پر چونکتا تک نہیں۔ علمائے امت اور رجال دین اس سے کوئی پریشانی اور بے چینی محسوس نہیں کرتے۔ پہلے جب کوئی پیچیدہ مسئلہ پیش آتا تھا تو لوگ اس کو حل کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یاد کیا کرتے تھے۔ ایسے موقع پر ضرب المثل تھی:

”قضیۃ ولا ابا حسن لہا۔“

”ایک پیچیدہ فقہی مسئلہ درپیش ہے لیکن کوئی نہیں جو اس کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذہانت کے ساتھ حل کرے۔“

اس ارتداد کے موقع پر بے ساختہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شان عزیمت یاد آتی ہے اور کہنا پڑتا ہے:

”قضیۃ ولا ابا بکر لہا!“

”ارتداد کی آگ پھیل رہی ہے لیکن کوئی نہیں جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قوت ایمانی اور شان عزیمت کے ساتھ اس پر قابو پائے!“

لیکن یاد رکھیے اس مسئلے کا علاج جنگ نہیں اور نہ اس پر رائے عامہ کو بھڑکانا درست ہے۔ یہ برا فروختگی اور سختی سے حل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ سختی الناقصان پہنچائے گی اور فتنے کو اور بھڑکا دے گی۔ اسلام خفیہ تحقیقاتی عدالتوں (inquisition) سے آشنا نہیں ہے اور نہ وہ جبر و ظلم کا روادار ہے۔ یہ معاملہ عزم و حکمت اور صبر و تحمل چاہتا ہے اور اس سے بچنے کے لیے غور و فکر اور گہرے مطالعے کی ضرورت ہے۔

لادینیت کی عالمگیر اشاعت کا راز

یہ نیادین اسلامی دنیا میں کیوں کر پھیل سکا؟ کیسے اسے یہ طاقت حاصل ہو سکی کہ مسلمانوں پر عین ان کے گھر کے اندر حملہ آور ہو سکے؟ اور کیوں کر اس کے لیے ممکن ہوا کہ لوگوں کی عقلوں اور طبیعتوں پر اس قدر قوت کے ساتھ مستولی ہو جائے؟ یہ سب سوالات ہیں جو بڑی گہری اور دقیق فکر اور بڑے وسیع مطالعہ کو چاہتے ہیں۔

قصہ یوں ہوا ہے کہ انیسویں صدی عیسوی میں دنیائے اسلام پر تھکاوٹ اور بڑھاپے کے آثار طاری ہونے لگے۔ دعوت و عقیدہ اور علم و عقلیت کے لحاظ سے وہ شدید ضعف و انحطاط کی کیفیت میں مبتلا ہو گئی۔ اسلام تو بے شک بڑھاپے کی منزل سے آشنا نہیں ہے۔ اس کی مثال سورج کی سی ہے کہ قدیم ہونے کے باوجود ہر وقت جدید اور ہر دم جوان۔ لیکن وہ مسلمان تھے جو ضعف و پیری کا شکار ہو گئے۔ علم میں وسعت، فکر میں ندرت، عقلی عبقریت، دعوت کے جوش و ولولے اور اسلام کو مؤثر طریقے پر پیش کرنے کے سلیقے میں بڑا خلا محسوس ہوتا تھا۔

مزید برآں یہ ہوا کہ تعلیم یافتہ نوجوانوں سے ربط نہیں رکھا گیا اور نہ ان کے ذہن کو متاثر کرنے کی کوشش کی گئی حالانکہ آنے والا دور انہی کا تھا۔ اس نوجیز نسل کو اس بات کا قائل کرنے کی بہت کم کوشش کی گئی کہ اسلام ایک سدابہار پیغام اور دین انسانیت ہے۔ قرآن ہی تنہا وہ معجزہ اور ابدی کتاب ہے جس کے عجائبات کی انتہا نہیں۔ جس کے ذخائر فکر یہ کا اختتام نہیں اور جس میں جدت اور کھنگی کا گزر نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات سے ایک زبردست معجزہ، تمام نسلوں کے رسول اور تمام زمانوں کے امام ہیں۔ اسلامی شریعت، قانون سازی کا ایک معیاری نمونہ ہے۔ اس میں زندگی کے ساتھ

چلنے اور اس کے صحیح مطالبات کا جواب دینے کی صلاحیت ہے۔ ایمان و عقیدہ اور اخلاق و روحانی اقدار ہی وہ بنیادیں ہیں جن پر ایک شریف سوسائٹی اور پاکیزہ تمدن کی عمارت کھڑی کی جاسکتی ہے۔ نئی تہذیب کے پاس صرف ذرائع و وسائل ہیں۔ اخلاق و

عقائد اور غایات و مقاصد کا سرچشمہ صرف انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات ہیں اور ایک متوازن اور صالح تمدن کا قیام صرف اسی طرح ہو سکتا ہے کہ مقاصد و وسائل صحیح تناسب کے ساتھ جمع ہوں۔

یہ صورت حال اور یہ وقت تھا جب یورپ اپنے فلسفوں کا لشکر لے کر اسلامی دنیا پر حملہ آور ہوا۔ وہ فلسفے جن کی تدوین اور تراش خراش بڑے بڑے فلاسفہ اور یگانہ روزگار شخصیتوں کی ذہنی کاوشوں کا ثمرہ تھی جنہوں نے ان پر ایسا علمی اور فلسفیانہ رنگ چڑھایا تھا کہ معلوم ہو یہ فکر انسانی کی معراج ہے، مطالعہ و تحقیق اور عقل انسانی کی پرواز اس پر ختم ہے اور غور و فکر کا یہ وہ نچوڑ ہے جس کے بعد کچھ اور سوچا نہیں جاسکتا۔ حالانکہ ان فلسفوں میں کچھ چیزیں وہ تھیں جو محض ظن و تخمین اور مفروضات و تخیلات پر مبنی تھیں۔ گویا ان میں حق بھی تھا اور باطل بھی، علم بھی تھا اور جہل بھی، محکم حقائق بھی تھے اور شاعرانہ تخیلات بھی..... شاعری، یہ نہ سمجھیے کہ نظم و قافیہ بندی ہی میں منحصر ہے، یہ فلسفہ و علم کے میدان میں بھی ہوتی ہے۔

یہ فلسفہ مغربی فاتحین کے جلو میں آئے اور مشرقی عقل و طبیعت نے فاتحین کے ساتھ ساتھ ان کی اطاعت بھی قبول کر لی۔ مشرق کے تعلیم یافتہ طبقے نے بڑھ کر ان کو قبول کر لیا۔ ان لوگوں میں وہ بھی تھے جنہوں نے سمجھ کر قبول کر لیا تھا۔ مگر وہ کم تھے۔ زیادہ تر وہ تھے جو ذرا بھی نہیں سمجھتے لیکن اس پر ایمان بالغیب رکھتے تھے۔ یہ سب ایک سرے سے مسکور تھے۔ ان فلسفوں پر ایمان لانا ہی عقل و خرد کا معیار بن گیا اور اس کو روشن خیالوں کا شعار سمجھا جانے لگا۔

اس طرح یہ الحاد و ارتداد اسلامی ماحول اور اسلامی دائروں میں بغیر کسی شورش اور کشمکش کے پھیل گیا۔ نہ باپ اس انقلاب پر چونکے، نہ اساتذہ اور مربیوں کو خبر ہوئی اور نہ غیرت ایمانی رکھنے والوں کو کوئی جنبش ہوئی۔ اس لیے کہ یہ ایک خاموش انقلاب ہے، اس الحاد و ارتداد کو اختیار کرنے والے کسی کلیسا میں جا کر کھڑے نہیں ہوئے، نہ کسی معبد میں داخل ہوئے، نہ کسی بت کے آگے انہوں نے ڈنڈوٹ کی اور نہ کسی استھان پر جا کر قربانی پیش کی، اگلے دور میں یہی سب علامات تھیں جن سے کفر و ارتداد اور زندہ کا علم ہوتا تھا۔

نفاق والحاد

اگلے مرتدین اس سوسائٹی سے منسلک ہو جایا کرتے تھے جس کا دین وہ قبول کرتے تھے اور اپنے عقیدے کی تبدیلی کا صراحت اور جرأت کے ساتھ اعلان کر دیتے تھے۔ پھر جو کچھ نئے مذہب کی راہ میں انہیں برداشت کرنا پڑتا تھا برداشت کرتے تھے۔ انہیں اس پر اصرار نہیں ہوتا تھا کہ پرانی سوسائٹی میں جو حقوق اور منافع انہیں حاصل تھے ان کو محفوظ رکھنے کے لیے اس سوسائٹی سے چپکے رہیں۔ لیکن آج جو لوگ دین اسلام سے اپنا تعلق منقطع کرتے ہیں وہ اس پر تیار نہیں ہوتے کہ اسلامی سوسائٹی سے بھی اپنا رشتہ کاٹ لیں۔ حالانکہ دنیا بھر میں اسلامی معاشرہ ہی تنہا وہ معاشرہ ہے جس کی تاسیس و ترکیب عقیدے کی بنیاد پر ہے۔ اور مخصوص عقائد کے بغیر اسلامی معاشرہ وجود ہی میں نہیں آتا۔ لیکن یہ نئے مرتدین اصرار کرتے ہیں کہ اس معاشرے کے نام پر فوائد حاصل کرتے ہوئے اپنی جگہوں پر جے رہیں اور اسلام کے بخشے ہوئے تمام حقوق سے متمتع ہوتے رہیں۔ یہ ایک نرالی صورت حال ہے جس سے اسلام کی تاریخ کو کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا۔

جاہلی عصبيت اور ”مذہب قوم پرستی“

ان فلسفوں نے جہاں ایک طرف عقائد اور اخلاقی قدروں کو مجروح کیا ہے وہاں ان جاہلی جذبات و احساسات کی ختم ریزی بھی دینائے اسلام میں کی ہے جن سے اسلام نے کھل کر جنگ کی تھی اور جن پر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری قوت سے چوٹ لگائی تھی۔ مثال کے طور پر عصبيت جاہلیہ کو لیجیے جو نسل و وطن یا قومیت کی بنیاد پر پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس کی اس قدر تقدیس کی جاتی ہے، اس طرح اس پر جان دی جاتی ہے اور انسانی برادری کو اس کی بنیادوں پر تقسیم کرنے میں اتنا غلو پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ (عصبيت) ایک مستقل عقیدہ اور ایک مستقل دین

بن جاتی ہے۔ دل و دماغ پر اس طرح اس کا قبضہ ہو جاتا ہے کہ ساری زندگی کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں آ جاتی ہے۔ یہ اپنی ہمہ گیری، اپنی طاقت اور اپنے اثرات کی گہرائی اور مضبوطی کے لحاظ سے بلاشبہ دین و مذہب کی حریف ہے اور اس کی گرفت انسان کی پوری زندگی پر ہوتی ہے۔ یہ جب کسی معاشرے پر چھا جاتی ہے تو انبیاء علیہم السلام کی کوششوں اور کارناموں پر پانی پھر جاتا ہے اور دین عبادات اور چند رسوم و رواج کے دائرے میں محدود ہو کر رہ جاتا ہے جو پوری زندگی پر فرمانروائی کے لیے آیا تھا۔ پھر اس کے نتیجے میں عالم انسانیت چند متخارب کیمپوں میں تقسیم ہو جاتا ہے اور وہ ”امت واحدہ“ جس کے متعلق پروردگار عالم کا ارشاد ہوا تھا: **وَإِنْ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ** (سورۃ المؤمنون: ۵۲)، ”اور یہ ہے تمہارا طریقہ کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے اور میں تمہارا رب ہوں سو تم مجھ سے ڈرتے رہو“، پارہ پارہ ہو کر بے شمار امتوں میں بٹ جاتی ہے۔

اسلام اس عصبيت سے کیوں برسر جنگ ہے؟

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عصبيت جاہلیہ کے خلاف پوری شدت سے جنگ کی تھی۔ اس کے بارے میں اپنی امت کو صاف الفاظ میں آگاہی دی تھی اور ہر اس بنیاد پر تیشہ چلایا تھا جس سے یہ ابھر سکتی ہے اور اس باب میں یہ رویہ ضروری بھی تھا۔ اس لیے کہ ان عصبيتوں کے ساتھ ایک عالمی دین کے قیام کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اور امت واحدہ کی وحدت چار دن بھی سلامت نہیں رہ سکتی تھی۔ اس عصبيت کی مذمت اور اس کی تردید شریعت اسلامیہ میں ایک مسلم حقیقت ہے۔ بے شمار نصوص ہیں جو اس بات کو ظاہر کرتے ہیں بلکہ اسلام کا اس عصبيت سے بُعد ایک بدیہی چیز ہے۔ جو شخص اسلام کے مزاج ہی سے بلکہ مطلق دینی مزاج ہی سے واقف ہو گا اس پر یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی کہ یہ مزاج ان عصبيتوں کے ساتھ جوڑ نہیں کھاتا۔ سیاسی رجحانات و خیالات سے خالی الذہن ہو کر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ بین الانسانی تفریق اور عالم انسانیت کی تباہی و تخریب میں جو عوامل کار فرما رہے ہیں ان میں ان جاہلی عصبيتوں کا درجہ بہت اونچا ہے، پس قدرتی بات ہے کہ:

- جو انسان اس لیے آیا ہو کہ پوری دنیا کو ایک اکائی بنائے۔
- جو اس لیے آیا ہو کہ تمام نوع انسانی کو ایک جھنڈے کے نیچے اور ایک عقیدے پر جمع کرے۔
- جو اس لیے آیا ہو کہ ایک نیا معاشرہ وجود میں لائے، جو دین ایمان برب العالمین کی بنیادوں پر استوار ہو۔
- جو اس لیے آیا ہو کہ خازنِ عالم میں امن و سلام کے پھولوں کی بیج بچھائے۔
- جو اس لیے آیا ہو کہ انسانیت کے پورے خاندان کو محبت و الفت کی ایک لڑی میں پروئے۔

• جو اس لیے آیا ہو کہ انہیں باہم شیر و شکر کر کے اس طرح یکجان بنادے کہ ایک کو دکھ ہو تو دوسرا بھی تڑپے۔

اس مشن کے حامل انسان کے لیے تو بالکل قدرتی اور عقلی بات ہے کہ وہ ان نسلی، قومی عصیتوں کے خلاف کھلا اعلان جنگ کرے اور اس انتہائی حد تک ان کے خلاف لڑے کہ یہ قصہ ماضی بن کر رہ جائیں۔

ممالک اسلامیہ میں ”قوم پرستی“ کی مقبولیت

لیکن یورپ کے سیاسی اور ثقافتی غلبہ کے بعد سے دنیائے اسلام کا، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے وجود میں آئی، حال یہ ہے کہ وہ انہی عصیتوں کو اپنے دل و دماغ میں جگہ دے رہی ہے اور اس طرح انہیں مانے جا رہی ہے جیسے کوئی علمی نظریہ اور کوئی حقیقت ثابتہ ہو جس سے مفر نہ ہو۔ آج اس دنیائے اسلام کا حال یہ ہے کہ اس میں بسنے والی تمام قومیں حیرت انگیز حد تک ان عصیتوں کو زندہ کرنے اور ان کے گن گانے کی طرف راغب ہیں جن کو اسلام ہی نے موت کی آغوش میں سلا دیا تھا۔ حتیٰ کہ ان قومی و جاہلی شعائر کے احیا کا جذبہ بھی آج مोजرن

ہے جو کھلی ہوئی بت پرستی کا مظہر ہیں۔ ان ملکوں میں اس عہد قبل اسلام کو سرمایہ افتخار گردانا جا رہا ہے جسے اسلام ”جاہلیت“ اور صرف جاہلیت کا نام دیتا ہے اور یہ وہ لفظ ہے جس سے زیادہ وحشت اور تنفر انگیز کوئی دوسرا لفظ اسلام کی لغت میں موجود نہیں ہے، جس سے نجات پانے کو، قرآن

مسلمانوں پر احسان ٹھہراتا ہے اور تلقین کرتا ہے کہ مسلمان اس نعمت کا شکریہ ادا کریں۔

وَإِذْ كُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُم مِّنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (سورة آل عمران: ۱۰۳)

”اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب کہ تم تھے آپس میں دشمن پس الفت ڈالی اس نے تمہارے دلوں میں سواب ہو گئے تم اس کے فضل سے بھائی بھائی اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے گڑھے کے تو اس سے تم کو نجات دی۔“

بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَذَا كُفْرٌ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (سورة الحجرات: ۱۷)

”بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے راہ دی تم کو ایمان کی اگر سچ کہو۔“

هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَى عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ (سورة الحديد: ۹)

”وہی ہے جو اتارتا ہے اپنے بندے پر صاف آیتیں تاکہ نکال لائے تم کو اندھیروں سے اجالے میں اور اللہ تم پر نرمی کرنے والا مہربان ہے۔“

ممالک اسلامیہ میں دور ”جاہلیت“ کا اعزاز

لیکن بہت سے اسلامی ملکوں اور مسلمان قوموں کا حال اس وقت یہ ہے کہ وہ صرف مغربی فلسفوں اور اہل مغرب کی طرز فکر سے مرعوبیت کے ماتحت اپنے قبل اسلام کے عہد اور اس عہد کی تہذیب و رسوم کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگے ہیں۔ ان میں اس عہد سے دلی لگاؤ سا پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ ان میں خواہش پیدا ہو رہی ہے کہ اس عہد کے شعائر کو زندہ کریں اور اس کے مشاہیر، بادشاہوں اور ناموروں کو تاریخ کی

آج دنیائے اسلام کا حال یہ ہے کہ اس میں بسنے والی تمام قومیں حیرت انگیز حد تک ان عصیتوں کو زندہ کرنے اور ان کے گن گانے کی طرف راغب ہیں جن کو اسلام ہی نے موت کی آغوش میں سلا دیا تھا۔ حتیٰ کہ ان قومی و جاہلی شعائر کے احیا کا جذبہ بھی آج مोजرن ہے جو کھلی ہوئی بت پرستی کا مظہر ہیں۔

زندہ جاوید ہستیوں میں جگہ دلا دیں گویا یہ ان کا زریں دور تھا اور کوئی نعمت تھی جو اسلام نے ان سے چھین لی۔ العیاذ باللہ! یہ کیسی کھلی ناشکری اور اسلام اور پیغمبر اسلام کی کیسی ناقدری ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ کفر و بت پرستی کی شناخت دلوں سے نکل گئی ہے اور جاہلی خرافات سے کوئی نفرت باقی نہیں رہی۔ اور یہ وہ باتیں ہیں کہ ایک باشعور مسلمان کے متعلق ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ان پر تو ایمان اگر سلب ہو جائے، اسلام کی دولت سے محروم کر دیا جائے اور اللہ کی رحمت کے بجائے اس کا عتاب سامنے آجائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ قرآن نے آگاہ کیا ہے:

﴿وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءٍ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ﴾ (سورة ہود: ۱۱۳)

”اور مت میلان رکھو ان لوگوں کی طرف جنہوں نے ظلم (شرک) کیا ورنہ کہیں تم کو بھی آگ نہ پکڑ لے اور نہ نکلے اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی مددگار، پھر نہ ہو سکے تمہاری کوئی مدد۔“

دینی و اخلاقی انتشار

ان قوم پرستانہ رجحانات کے علاوہ ایک اور فتنہ بھی ہے جس سے آج کا عالم اسلام دوچار ہے اور وہ ہے اونچے طبقوں میں آنکھیں بند کر کے مادیات کے پیچھے دوڑنے کا رجحان کہ ہر عقیدہ اور ہر قدر اس پر قربان، دوسرے الفاظ میں دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کا رجحان، دنیاوی زندگی پر فریفتگی اور نفس پرستی کا رجحان اور پھر اس کے نتیجے میں جو کچھ ہوا کرتا ہے، یعنی اخلاقی بے راہ روی، محرمات الہیہ کا استغناء، فسق و شراب کا شیوہ و علوم اور اسلامی فرائض و قیود سے اس طرح کلی آزادی جیسے اس طبقہ کا کوئی تعلق اسلام سے نہیں یا اسلامی شریعت منسوخ ہو چکی ہے اور وہ کوئی داستان پارینہ اور قصہ و افسانہ ہے۔ دنیائے اسلام کے تمام ملکوں کے اونچے طبقے کے افراد میں بہت بڑی تعداد آپ کو اسی رنگ اور اسی مسلک کی ملے گی۔ گویا ایک ہی تصویر ہے جس کی مختلف کاپیاں کر دی گئی ہیں۔ فاعلم وایا ولی الالبصار!

عالم اسلام کے لیے سب سے بڑا خطرہ

یہ ہے اجمال کے پیرائے میں آج کے عالم اسلام کی دینی اور اعتقادی تصویر! اس تصویر میں جو

کچھ نظر آتا ہے میرے نزدیک یہ جاہلیت کی ایک موج ہے جو اسلام کا سارا سرمایہ بہائے لیے جا رہی ہے۔ دنیائے اسلام کو اپنی پوری تاریخ میں اس سے زیادہ سرکش موج سے سابقہ نہیں ہے نہ اس جیسی طاقت ور مخالف

موج کا سامنا عالم اسلامی کو کبھی ہوا ہے اور نہ اس جیسی ہمہ گیر موج کا، اور پھر اس کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس کی ہلاکت خیزیوں پر چوکنے والے کم اور وہ تو کم سے بھی کم تر ہیں جو سب کچھ چھوڑ چھاڑ اور اپنی ساری قوتوں کا سرمایہ لے کر اس کے مقابلے پر ڈٹ گئے ہوں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ماضی میں یونانی فلسفے کے اثر سے جو نہی الحاد و زندہ پھیلنا شروع ہوا، فوراً ایسی ہستیاں سامنے آکھڑی ہوئیں جنہوں نے اپنے علمی تجربے، عظیم عقلیت، نادرہ روزگار ذکاوت اور قومی شخصیت کے سارے ہتھیاروں سے اس کے خلاف جنگ کی۔ ایسے ہی باطنیت اور ملاحدہ کی جماعت کا ظہور ہوا تو اس کے مقابلے میں بھی علم و حکمت اور دلیل و برہان کی تلواریں لے کر اسلام کے سرفروش میدان میں آکدے، چنانچہ اسلام ان بروقت نصر توں کی بنا پر علمی و عقلی اعتبار سے ایسی مضبوط پوزیشن میں رہا کہ مخالفت کی موجیں اٹھتیں اور سر ٹکرا کر واپس چلی جاتیں، سیلاب کے ریلے آتے اور بے اثر ہو کر گزر جاتے۔

اولین مسئلہ

عالم اسلام کا وہ مسئلہ جو طوفان بن کر کھڑا ہوا ہے اور جس کا رخ براہ راست دین کی طرف ہے کفر و ایمان کا یہی مسئلہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ اسلامی دنیا اسلام پر قائم رہے گی یا اس کا قلابہ اپنی گردن سے اتار دے گی؟ اسلامی دنیا میں آج ایک معرکہ برپا ہے جس میں ایک طرف مغرب کا فلسفہ لادینیت ہے، دوسری طرف اسلام..... خدا کا آخری پیغام! ایک طرف مادیت ہے اور دوسری طرف آسمانی شریعت! میں سمجھتا ہوں کہ یہ دین اور لادینیت کا آخری معرکہ ہے اور اس کے بعد دنیا دونوں میں سے کسی ایک رخ کو اختیار کر لے گی۔

مقدس ترین جہاد

آج کا جہاد، وقت کا فریضہ اور عصر حاضر کی سب سے بڑی دینی ضرورت یہ ہے کہ لادینیت کی اس طوفانی موج کا مقابلہ کیا جائے جو عالم اسلام کے سر سے گزر رہی ہے۔ نہیں! بلکہ آگے بڑھ کر اس کے قلب و مرکز پر حملہ کیا جائے۔ وقت کا تجدیدی کام یہ ہے کہ امت کے نوجوان اور تعلیم یافتہ طبقے میں اسلام کے اساسات و عقائد، اس کے نظام و حقائق اور رسالت محمدیؐ پر وہ اعتماد واپس لایا جائے جس کا رشتہ اس طبقے کے ہاتھ سے چھوٹ چکا ہے۔

آج کی سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ اس فکری اضطراب اور ان نفسیاتی الجھنوں کا علاج بہم پہنچایا جائے جن میں آج کا تعلیم یافتہ نوجوان بری طرح گرفتار ہے اور اس کی عقلیت اور علمی ذہن کو اسلام پر پوری طرح مطمئن کر دیا جائے۔

ایک طرف مادیت ہے اور دوسری طرف آسمانی شریعت! میں سمجھتا ہوں کہ یہ دین اور لادینیت کا آخری معرکہ ہے اور اس کے بعد دنیا دونوں میں سے کسی ایک رخ کو اختیار کر لے گی۔

آج کا سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ جاہلیت کے وہ بنیادی افکار جو دل و دماغ میں گھر کر گئے ہیں ان سے علم اور عقل کے میدانوں میں نبرد آزمائی کی جائے یہاں تک کہ اسلام کے اصول و مبادی پورے ایمانی جذبات کے ساتھ ان کی جگہ لے لیں۔

کامل ایک صدی گزرتی ہے کہ یورپ ہمارے نوجوان اور ذہین طبقے پر چھاپے مار رہا ہے، شک و الحاد، نفاق و اریاب کا ایک طوفان ہے جو اس نے ہمارے دل و دماغ میں برپا کر رکھا ہے، غیبی اور ایمانی حقائق پر اعتماد متزلزل ہو رہا ہے اور سیاست اور اقتصاد کے مادہ پرستانہ نظریات اس جگہ پر قابض ہو رہے ہیں۔ کامل ایک صدی سے اس شکست و ریخت کا سلسلہ جاری ہے لیکن ہمیں اس کے مقابلے کی کوئی فکر نہیں ہوئی، ہم نے اس کی کوئی پروا نہیں کی کہ وقت کے تقاضوں کے مطابق قدیم علمی تر کے پر اضافے کرنا بھی ہمارا فرض ہے۔ ہمیں اس سے کوئی دل چسپی نہیں ہوتی کہ یورپ کے ان فلسفوں کو سمجھیں اور پھر ان کا علمی محاسبہ بلکہ سر جنوں کی طرح ان کا پوسٹ مارٹم کریں۔ ہمارا سارا وقت سطحی بحثوں کی نذر ہوتا رہا یہاں تک کہ اس صدی کے آخر میں ہمارے سامنے گویا ایک یہ منظر آیا کہ ایمان و عقیدہ کی دنیا متزلزل ہے

اور ایک ایسی نسل تیار ہو کر برسرِ اقتدار آچکی ہے جو نہ اسلام کے عقائد و مبادی پر ایمان رکھتی ہے، نہ اسلامی جذبات اور اسلامی حمیت سے معمور ہے اور نہ اس کا کوئی علاقہ اپنی مومن و مسلم قوم سے اس کے سوا ہے کہ قومیت کے خانے میں اس کا شمار بھی مسلمانوں میں ہوتا ہے یا اگر کچھ تعلق ہے تو وہ محض سیاسی مصالح کی حد تک! بس اس کے سوا کوئی تعلق نہیں! اور اب اس سے بھی آگے بڑھ کر صورتِ حال یہ ہے کہ یہ لادینی مزاج اور لادینی اندازِ فکر ادب و ثقافت اور صحافت و سیاست کے راستے سے جمہور تک پہنچ چکا ہے اور مسلمان قوموں کے سر پر عمومی پیمانے کی لادینیت کا خطرہ منڈلا رہا ہے۔ خاکِ بدہن! وقت کی رفتار، وہ وقت قریب لارہی ہے کہ اسلام کو زندگی کے میدان سے کہیں بے دخل کر کے نہ رکھ دیا جائے۔

دعوتِ ایمان

یہ وقت عالمِ اسلامی میں ایک نئی اسلامی دعوت کا متقاضی ہے۔ اس دعوت و جدوجہد کا نعرہ اور نشانہ ہو ”آؤ پھر سے اسلام پر ایمان پیدا کریں!“، لیکن تنہا نعرہ کافی نہیں ہے۔ اس میں پہلے وہ نفسیاتی راستہ سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے جس سے عالمِ اسلام کے موجودہ برسرِ اقتدار طبقہ کے دل و دماغ تک پہنچا جاسکے اور اسے اسلام کی طرف لوٹایا جاسکے۔

بے غرض داعیوں کی ضرورت

آج عالمِ اسلام کو ایسے مردانِ کار کی ضرورت ہے جو صرف اسی دعوت کے پیچھے ہو رہیں۔ اپنا علم، اپنی صلاحیتیں اور اپنا مال و متاع اس کے لیے وقف کر دیں، کسی جاہ و منصب یا عہدہ و حکومت کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھیں، کسی کے لیے ان کے دل میں کینہ و عداوت نہ ہو؛ فائدہ پہنچائیں، مگر خود فائدہ نہ اٹھائیں۔ دینے والے ہوں، لینے والے نہ ہوں، ان کا طرزِ عمل سیاسی رہنماؤں کے طرزِ عمل سے ممتاز اور ان کی دعوت و جدوجہد سیاسی تحریکات (جس کا مطمحِ نظر محض حصولِ اقتدار ہوتا ہے) سے مختلف اور جداگانہ ہو، اخلاص ان کا شعار ہو اور نفس پرستی، خود پسندی اور ہر قسم کی عصبیت سے بالاتری ان کا امتیاز!

دعوت کے لیے نئے علمی اداروں کی ضرورت

اس پر اضافہ یہ ہے کہ آج ایسے علمی ادارے (academies) عالمِ اسلامی کی بڑی اہم ضرورت ہیں جو ایسا طاقتور نیا اسلامی ادب پیدا کریں جو ہمارے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو دوبارہ کھینچ کر اسلام (وسیع معنی میں اسلام) کی طرف لاسکے جو انہیں مغرب کے ان فلسفوں کی ذہنی غلامی سے نجات دلا سکے جنہیں ان میں سے کچھ نے سوچ سمجھ کر اور زیادہ تر نے محض وقت کی ہوا سے متاثر ہو کر حرزِ جان بنا لیا ہے۔ وہ ادب جو ان کے دماغوں میں از سر نو اسلام کی بنیادیں اٹھائے اور قلب و روح کی غذا بنے۔ اس کام کے لیے عالمِ اسلام کے ہر گوشے میں آج ایسے اربابِ عزیمت درکار ہیں جو معرکے کے اختتام تک اس علمی محاذ پر جے رہیں۔

میں اپنے بارے میں صراحت کے ساتھ بتا دینا چاہتا ہوں کہ زندگی کے کسی لمحے اور کسی وقفے میں بھی ان لوگوں میں نہیں رہا ہوں جو دین و سیاست کی تفریق کے قائل ہیں، نہ میں ان لوگوں میں ہوں جو دین کی ایسی تعبیر کرتے ہیں جس سے وہ زندگی کے ہر نظام اور حالات کے ہر سانچے میں (خواہ وہ اسلام سے کتنا ہی ہٹا ہوا ہو) فٹ ہو جائے اور ہر رنگ کی سوسائٹی میں جڑ جائے اور نہ میرا تعلق کبھی اس گروہ سے رہا ہے جو سیاست کو قرآن کے شجرہِ ملعونہ (الشجرة الملعونة فی القرآن) کا مصداق سمجھتا ہے، میں ان لوگوں کی اگلی صف میں ہوں جو مسلمان قوموں میں صحیح سیاسی شعور کے داعی ہیں اور ہر اسلامی ملک میں صالح قیادت کو بروئے کار دیکھنا چاہتے ہیں، میں ان لوگوں میں ہوں جن کا اعتقاد ہے کہ دینی معاشرہ اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک دین کو اقتدار حاصل نہ ہو اور حکومت کا نظام اسلامی بنیادوں پر استوار نہ ہو، میں اس کا داعی ہوں اور زندگی کی آخری سانس تک رہوں گا۔

ماضی کے تجربے

لیکن بات ترتیب اور تقدیم اور تاخیر کی ہے۔ دینی حکمت اور دینی تفقہ کی ہے اور سوال حالات کے تقاضے کا ہے۔ اب تک ہماری کوششیں اور ہماری صلاحیتیں ہمارے وسائل اور ہمارے اوقات سیاسی اور تنظیمی تحریکات کی نذر ہو رہے ہیں اور یہ ساری جدوجہد و حرکت اس مفروضے پر رہی کہ قوم میں پورا پورا ایمان ہے اور قوم کی قیادت جو لامحالہ تعلیم یافتہ طبقے ہی سے ہوتی ہے وہ بھی پوری طرح مسلمان ہے۔ اسلام کے عقائد و مبادی پر اس کا ایمان ہے، اسلام کی سربلندی کے لیے اس کے دل میں جوش و جذبہ ہے اور حدودِ احکام کے نفاذ کے لیے بھی وہ تیار ہے۔ حالانکہ بات برعکس ہے۔ قوم کا حال یہ ہے کہ ایمان میں ضعف اور اخلاق میں انحطاط آچکا ہے لیکن اس کا نہ ہمیں پتہ چلا نہ خود قوم کو شعور ہوا۔ تعلیم یافتہ اور اونچے طبقے کا حال یہ ہے کہ مغربی فلسفوں اور سیاست و اقتدار کے اثر سے بیشتر افراد میں عقیدہ گویا پگھل چکا ہے، بلکہ بہتوں کا حال تو یہ ہو چکا ہے کہ اسلامی عقیدے سے کھلے باغی اور مغربی فلسفوں کے لائے ہوئے افکار و عقائد پر دل کی گہرائیوں سے ایمان، ان کے لیے دنیا سے لڑ جانے کا جوش و ولولہ اور ان کی نشرو اشاعت کا جنون، یہ فکر کہ زندگی کا نظام ان فلسفوں کی روشنی اور ان کی دی ہوئی بنیادوں پر استوار کیا جائے اور یہ کوشش کہ پوری قوم کو اس لادینیت سے مانوس کیا جائے۔ یہ ہے اس طبقے کے بہت سے افراد کا ذہنی حال پھر عمل کے میدان میں بعض جلد باز ہیں، بعض تدریج کے قائل، بعض اس لادینی رجحان کو طاقت کے زور سے قوم پر ٹھونس دینا چاہتے ہیں اور بعض قوم کو اس شیشے میں خوبصورتی کے ساتھ اتارنے کی راہ پر گامزن ہیں، مگر منزل سب کی ایک اور مقصد و ہدف سب کا واحد۔

دینی طبقے کے دو متضاد گروہ

سکتا اور اگر بندہ نفس اور خوگر عیش و عشرت ہے تو یہ ممکن ہے کہ وہ اس دنیا میں کسی کو سہیم و شریک بننے کی اجازت دے دے۔

عالم اسلامی کے درد کی دوا آج وہ گروہ ہے جو خواہشات سے بلند اور اعیانہ بے غرضی کا پیکر ہو، ہر اس بات سے دامن بچائے جس سے وہم بھی ہو سکتا ہے کہ اسے دنیا کی طلب ہے یا اس کا مطمح نظر اپنے لیے اپنی پارٹی کے لیے یا اپنے خاندان کے لیے حکومت و اقتدار کا حصول ہے، وہ گروہ جو اس طبقے سے میل ملاقات کے ذریعے، مراسلات اور گفتگو کے ذریعے، دعوتی اسفار کے ذریعے، پر اثر اسلامی ادب کے ذریعے، شخصی روابط کے ذریعے، پاکیزگی کردار اور علو اخلاق کے ذریعے، زہد و استغنا اور پیغمبرانہ اخلاق کی پر اثر نمائندگی کے ذریعے ان نفسیاتی اور عقلی گروہوں کو کھول دے جو مغربی علوم نے پیدا کی ہوں یا دینی طبقے کی بے تدبیری سے پڑی ہوں یا کم فہمی کم نظری اور اسلام اور اس کے صحیح ماحول سے بُعدان کا سبب ہو اہو۔

اس طرز پر کام کرنے والوں کی کامیابی

یہی وہ گروہ ہے جس سے ہر دور میں اسلام کی خدمت بن آئی ہے، اموی سلطنت کا رخ پھیر دینے اور تحت خلافت پر عمر بن عبدالعزیز کو لا بٹھانے کا سہرا اسی گروہ کے سر ہے جس کی نمائندگی رجا بن حیوۃ نے کی اور پھر ہندوستان میں مغل سلطنت میں اسی نوعیت کا انقلاب بھی اسی گروہ کا رہن منت ہے۔ اکبر جیسے طاقت ور بادشاہ نے اسلام سے انحراف کر کے اور کھلی اسلام دشمنی پر کمر باندھ کے گویا یہ تہیہ کر لیا تھا کہ اس اسلامی براعظم کو جو چار صدیاں اسلامی حکومت کے سائے میں گزار چکا تھا، پھر پرانی جاہلیت کے سانچے میں ڈھال دے، لیکن اس حکیمانہ دعوت اور ایک ایسے حکیم اور داعی اسلام کے ظہور میں آنے کے طفیل جس نے اسلام کے لیے خلوص اور اس کے تقفہ کا حق ادا کیا¹ اور اس کے جانشینوں کی کوششوں کے طفیل یہ ملک ایک بار اسلام کے ہاتھ سے نکل کر ہاتھ میں آیا اور پہلے سے زیادہ مضبوطی کے ساتھ آیا۔ اکبر کے تحت پرپے درپے ایسے بادشاہ آئے جن میں سے ہر ایک اپنے پیش رو سے بہتر تھا، حتیٰ کہ نوبت اورنگ زیب عالمگیر تک پہنچی۔ وہ اورنگ زیب جس کا ذکر تاریخ اسلام اور تاریخ اصلاح کا ایک زریں باب ہے۔ اور معلوم ہے کہ تاریخ ہمیشہ دہرائے جانے اور بار بار دہرائے جانے کے لیے تیار ہے۔ اسے کبھی اس عمل سے انکار نہیں ہوا۔ بس بات صرف اس وقت کی رہی ہے جو اس کا رخ پھیر سکے اور اسلام کے تابندہ ادوار کو دہرا کر لانے والی قوت صرف دعوت اور یہی حکمت و اخلاص ہے۔

اس طبقے کے بارے میں ہمارا دینی طبقہ..... بہ شریک یہ تعبیر درست بھی ہو کیونکہ اسلام میں کوئی مخصوص دینی طبقہ اور پاپائیت جیسی کوئی چیز نہیں ہے اور اپنے رویہ کے اعتبار سے دو گروہوں میں تقسیم ہے۔ ایک گروہ وہ ہے جو اس سے برسر جنگ ہے، اس کی تکفیر کرتا ہے اور اس کے سائے سے بھی دور رہنا پسند کرتا ہے، لیکن ان اسباب و علل کی جستجو سے بالکل مستغنی ہے جنہوں نے اس طبقے میں لادینیت کا رجحان پیدا کیا۔ یہ گروہ اس کا قائل نہیں کہ اس طبقے سے اختلاف پیدا کیا جائے، دین اور رجا ل دین سے اس کی وحشت دور کی جائے۔ اگر کوئی ایمان و خیر کا ذرہ اس میں موجود ہے تو اسے بڑھا دیا جائے، مؤثر اسلامی لٹریچر کے ذریعے اس کے اندر دینی افکار اتارے جائیں، اس کے جاہ و مال اور قوت و اقتدار سے استغنا دکھا کر اسلامی کردار کی عظمت کا نقش قائم کیا جائے، مخلصانہ اور حکیمانہ نصیحت کی جائے اور اس طرح اس کے احوال اور دماغ کو بدلا جائے۔

دوسرا گروہ اس کی بالکل ضد ہے، وہ اس طبقے سے تعاون کرتا ہے، مال و جاہ میں اس کا شریک بنتا ہے، اس کے ذریعے اپنی دنیا بناتا ہے، اس کا دین سنوارنے کی فکر نہیں کرتا۔ پس اس گروہ میں نہ کوئی دعوتی روح ہے نہ دینی غیرت کا مظاہرہ۔ نہ یہاں اس بگڑے ہوئے طبقے کی اصلاح کی کوئی حرص و فکر پائی جاتی ہے اور نہ اسے اس قرب و تعاون میں کوئی پیغام ملتا ہے۔

اصلاح اور دینی انقلاب کے لیے جس گروہ کی ضرورت ہے

ایسا کوئی گروہ نہیں جو اس صورت حال پر درد مند ہو، جو یہ سمجھے کہ یہ اونچا تعلیم یافتہ طبقہ مریض ہے مگر علاج کے لائق اور شفا یابی کے قابل اور پھر اس کے علاج کی فکر کرے، حکمت و نرمی کے ساتھ دین کی دعوت لے کر اس میں گھسے اور بے لوث نصیحت کا حق ادا کرے، ایسا کوئی تیسرا گروہ نہ ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے اس مغرب زدہ عنصر کو دین اور دینی ماحول سے قریب ہونے کا موقع نہیں ملتا۔ اس کی ساری زندگی اس ماحول سے وحشت اور دوری میں کتنی ہے اور پھر اس کے بعد وحشت کو اہل دین کا گروہ اور بڑھا دیتا ہے، ایسے ہی وہ ایک گروہ بھی اس بُعد و وحشت میں اضافے کا سبب بنتا ہے جو دین کے نام پر اس طبقے سے جاہ و منصب اور حکومت و سلطنت کے لیے جنگ کرتا ہے۔ یہ دونوں گروہ سوائے اس کے کچھ نہیں کرتے کہ اس طبقے کو دین سے خائف کریں اور ایک بغض و عناد کی کیفیت پیدا کریں، انسان کی فطرت ہے کہ اگر وہ دنیا کا حریص ہے تو اس معاملے میں اپنے کسی رقیب کو برداشت نہیں کر سکتا، اگر حکومت و سلطنت ہی اس کا مقصد زندگی ہے تو اس میدان کے حریف کو ایک آنکھ نہیں دیکھ

[امارت اسلامی افغانستان کے عالم مولانا عبد الہادی مجاہد حفظہ اللہ نے اپنی مشہور پشتو کتاب 'فکری پوہنہ' میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کے مقالے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”علامہ ندوی رحمہ اللہ اس فقرے میں مغربی فلسفوں کے ماننے والوں (مرتدین) کے علاج کے لیے ایک پرامن، علمی، دعوتی، عاطفی اور صوفیانہ مقابلے کا طرز پیش کرتے ہیں۔ یہ طرز نظریاتی اعتبار سے اپنی جگہ اور اپنے زمانے میں بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن یہ مقالہ علامہ رحمہ اللہ نے کئی دہائیاں قبل اُس وقت کے فکری، سیاسی، اجتماعی اور جنگی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے لکھا تھا۔ کیونکہ اس وقت ایک جانب مرتدین نے اسلام سے نکلنے کے لیے ’علمی‘ طریقہ اپنایا تھا۔ اور دوسری جانب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کفر کے جھنڈے اور قیادت تلے عسکری جنگ شروع نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ الثامنافت، حقائق کی تبدیلی، ریاکاری اور جھوٹ سے کام لینے ہوئے عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کے دعوے بھی کرتے تھے۔ اس لیے ندوی صاحب اس قسم کے فکری انحراف کے علاج کے لیے فکری ذرائع استعمال کرنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ جبکہ آج یہ مرتد حکمران کھلے عام کفر کے جھنڈے تلے اور کفر کی صف میں کھڑے ہو کر کافروں کے اہداف مکمل کرنے کے لیے پوری اسلامی دنیا میں اسلام کے خلاف ایک بے رحمانہ فوجی جنگ میں مصروف ہیں۔ اور اسلام کے ساتھ ہر قسم کے مذاکرات کے دروازے بند کر دیے ہیں۔ یہ واضح طور پر اعلان کرتے ہیں کہ انہیں کہیں بھی اور کسی طرح بھی اسلام کی حاکمیت اور نفاذ شریعت قابل قبول نہیں۔ اور جو بھی اسلام کے نفاذ کی کوشش کرے اسے یا ملک بدر کر دیا جائے یا بے رحمانہ طریقے سے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس صورت اور ان حالات میں ممکن ہے کہ ان ’مرتدین‘ کا علاج جنہیں ندوی صاحب بھی ’مرتدین‘ ہی کہتے ہیں وہ ہو جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں ارتداد کو ختم کرنے کے لیے استعمال کیا تھا۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ مغربی افکار کے تمام ماننے والوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا جائے۔ ممکن ہے کہ بعض چھوٹے اور ناسمجھ افراد اب بھی شکوک، شبہات اور غلط فہمیوں کا شکار ہوں۔ یا کفری ممالک اور حکومتوں کی زہریلی

اس صورت حال کا ہمیں ہمت و استقلال اور حکمت و دانائی کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔ دنیائے اسلام پر آج ایک دینی فکری اور تہذیبی ارتداد کی سخت مصیبت آئی ہوئی ہے۔ یہ مصیبت ان تمام لوگوں کے غور و فکر کا موضوع بن جانی چاہیے جو اسلام کا درد رکھتے ہیں، آج ہر اسلامی ملک کے جدید تعلیم یافتہ طبقے کے بہت سے افراد کا حال یہ ہے کہ اعتقاد و ایمان کا سرشتہ ان کے ہاتھ سے چھوٹ چکا ہے، اخلاقی بندشیں وہ توڑ کر پھینک چکے ہیں، انداز فکر ان کا سر تا سر مادی ہو چکا ہے اور سیاست میں انہوں نے لادینیت کا نظریہ اپنایا ہے۔ اگر ”اکثر“ کا لفظ بولتے ہوئے مجھے خوف بھی ہو تو میں یہ ضرور کہوں گا کہ ان میں بہت سے ایسے ہیں جو اسلام پر ایک عقیدے اور ایک نظام کی طرح ایمان نہیں رکھتے، اور مسلمان عوام باوجودیکہ ان میں خیر و صلاح کے تمام جوہر موجود ہیں اور وہ اپنی طبیعت سے انسانیت کا صالح ترین گروہ ہیں اس طبقے کی علمی بالائتزی، ذہنی تفوق اور اثر و نفوذ کی بنا پر اس کے ماتحت اور مطیع ہیں۔

اگر یہ صورت حال یونہی چلتی رہی تو یہ الحاد و فساد ان عوام میں بھی گھس کر رہے گا۔ دیہاتوں کے سادہ دل مسلمان بھی اس کی لہروں سے نہ بچ سکیں گے اور کھیت اور کارخانوں کے مزدوروں کا بھی دین و ایمان یہ پلٹ کر چھوڑے گا۔ یہ سب کچھ اسی رفتار اور انداز سے یورپ میں ہو چکا ہے اور اگر حالات کا رخ اور رفتار یہی رہی اور اللہ کا ارادہ قاہرہ بیچ میں حائل نہ ہو گیا تو مشرق میں بھی یہ سب کچھ ہونے جا رہا ہے۔

کام کی فوری ضرورت

اس فریضے کی ادائیگی میں ایک دن کی بھی تاخیر کا موقع نہیں ہے، دنیائے اسلام کو ارتداد کی بڑی زبردست لہر کا سامنا ہے۔ ایسی لہر جو اس کے عزیز ترین طبقوں اور بہترین حصوں میں پھیل چکی ہے۔ یہ اس عقیدے اس نظام اخلاق اور ان اقدار کے خلاف بغاوت ہے جو دنیائے اسلام کی سب سے برتر متاع ہے۔ اگر یہ دولت ضائع ہو گئی جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ ہے جسے نسلوں پر نسلیں منتقل کرتی ہوئی لائی ہیں اور جس کی راہ میں اسلام کے جانبازوں نے مصائب کے کتنے ہی پہاڑ اٹھائے ہیں تو سمجھ لیجیے کہ عالم اسلام بھی گیا۔

کیا ہم اس حقیقت اور وقت کی نزاکت کو سمجھنے کی کوشش کریں گے؟

وما علینا الا البلاغ المبین

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نمایاں فوجی جنگ شروع کر رکھی تھی۔ جو آج تک مختلف علاقوں میں مختلف سطحوں پر جاری ہے۔

شیخ عبد الہادی مجاہد حفظہ اللہ کی مراد 2010 میں جب یہ کتاب شائع ہوئی عالم اسلام کی صورت حال تھی جہاں امریکہ، عالم کفر اور مسلم ممالک میں سے اس کے اتحادیوں نے افغانستان، عراق، یمن اور دیگر علاقوں میں

تبلیغات کے زیر اثر ہوں۔ اور ایسے افراد کو فکری گراہیوں سے نکالنے کے لیے مدد کا ہاتھ بڑھانا اسلامی فکر کے حامیان اور مخلص داعیان کا فرض ہے۔“¹

قوت سے افغانستان میں شکست سے دوچار کیا جا چکا ہے۔ عسکری طور پر شکست کھانے کے بعد امریکہ مذاکرات کی میز پر آیا اور انہی طالبان کو اقتدار منتقل کر دینے پر راضی ہو گیا، جن کا نام سننا بھی اسے آج سے ڈھائی دہائیاں قبل گوارا نہ تھا۔

پس افغانستان میں اہل اسلام کے اس عالمی فکری ارتداد کے خلاف تجربے (حالانکہ حکم شریعت بھی یہی ہے) نے عملاً ثابت کر دیا کہ بیک وقت عالمی فکری ارتداد کے روح رواں (امریکہ) اور اس کے وہ اتحادی، جنہوں نے فکری و عملی ارتداد اہل اسلام کی گردنوں پر مسلط کر رکھا ہے، جو چاہے بظاہر کلمہ گو ہی کیوں نہ ہوں کے خلاف فکر و عمل، اصلاح و سلاح یعنی دعوت و جہاد نہایت ضروری ہے، بلکہ اس کے علاوہ اور کوئی حل ہے ہی نہیں! اور جہاد کو انہی معنوں میں لیا جائے جن معنوں میں امت کے فقہاء، محدثین، مفسرین، اصولیین وغیرہ نے بیان کیا ہے، یعنی قتال فی سبیل اللہ۔

یہاں شیخ عبد الہادی مجاہد اور مولانا مریوط کی مقالے کے آخر میں درج اور ہمارے بیان کیے گئے نقطے سے منسلک ایک مزید اس بات کا اضافہ کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رجا بن حیوۃ اور حضرت مجدد کے زمانے اور آج کے زمانے میں بہت فرق ہے۔ آج پاکستان کی فوجی اسٹیبلشمنٹ کی منظور کردہ حکومتیں (عمران خان تا پی ڈی ایم یا جو بھی آئندہ آئے)، بنگلہ دیش کی شیخ حسینہ، بھارت کے مودی²، سعودی عرب کے ابن سلمان وغیرہ کی حکومتیں خود طاغوت ہیں اور غیر شرعی نظام کو (جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا) بزور قوت نافذ کیے ہوئے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ اگر ان حکومتوں میں رہتے ہوئے یا ان سے تعلق استوار کرتے ہوئے کوئی رجا بن حیوۃ اور مجدد الف ثانی بن کر کام کرنے کی کوشش کرے تو اس کا انجام ابدی اندھی جیل ہے یا پھانسی گھاٹ اور اس کی ایک بڑی مثال سعودی عرب میں شیخ سفر الحوالی ہیں جنہوں نے آل سعود کے حکمرانوں کو نصیحت کی اور نتیجتاً اپنے بیٹوں سمیت سالوں سے پس زندان ہیں!]

☆☆☆☆☆

یاد رہے کہ ارتداد کے حوالے سے مولانا ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واحد مضمون نہیں ہے بلکہ انہوں نے جون ۱۹۹۰ء میں مدرسہ ہدایت العلوم، صحبتیاباغ، لکھنؤ کے جلسے میں تقریر کی جو ”ارتداد کا خطرہ اور اس کا مقابلہ“ کے عنوان سے استاذ مدرسہ مولانا عبد النور ندوی نے نشر کی۔ اسی طرح ۱۹۹۲ء میں مدرسہ ضیاء العلوم، رائے بریلی کے سالانہ اجلاس میں بھی ایسی ہی تقریر کی جسے طلبائے بھٹکل، دارالعلوم ندوۃ العلماء نے بعنوان ”خطرۃ ارتداد اور اس کا حل“ کے نام سے شائع کیا۔ اور وہاں بھی انہوں نے اس ارتداد کے مقابلے کے لیے اس وقت کے حالات کے مطابق عملی، تبلیغی کاوشوں اور معاشرتی بیداری پر زور دیا جو کہ یقیناً آج بھی اتنی ہی ضروری ہیں لیکن ہر علاقے اور ہر صورت حال کے مطابق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مرتدین کے خلاف طرز عمل یعنی کہ جہاد و قتال سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔]

ایک قابل توجہ حقیقت (از مدیر مجلہ ’نوائے غزوہ ہند‘)

[ہمارا مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، شیخ عبد الہادی مجاہد اور مولانا عبید الرحمن المرابط کی علمی و فکری تحریرات و تبصروں کے بعد مزید کچھ لکھنا یقیناً محمل پراٹ کا بیوند لگانے کے مترادف ہے، لیکن ایک حقیقت اہل ایمان کے سامنے مزید پیش کرنا بھی لازمی ہے۔ اور وہ یہ کہ جس فکری ارتداد کا مولانا علی میاں نے جس زمانے میں ذکر کیا، اسی زمانے میں اس فکری ارتداد کو کچھ ’اہل اصلاح و سلاح‘ نے سمجھا۔ ان اہل اصلاح و سلاح نے اپنی اصلاحی و دعوتی کوششوں کا رخ اہل اسلام کی طرف اپنی مقدور قوت کے مطابق رکھا اور اپنے سلاح کا رخ پوری قوت سے اس فکری ارتداد کو پھیلانے والی عالمی فکری طاقتوں کی طرف پھیرا۔ آج اس عالمی فکری طاقت کا سرغنہ امریکہ ہے، جو ہمہ قسم کے فکری و جنگی اسلحے اور وسائل سے لیس ہے اور اپنے افکار کو End of History قرار دے کر پوری دنیا پر اپنی سافٹ (soft) اور ہارڈ (hard) طاقت (power) کے ساتھ مسلط کیے ہوئے ہے، اہل فکر و دانش کے لیے مثالوں کی ضرورت نہیں۔ آج کی دنیا کے سبھی ممالک اپنے سیاسی اختلافات کے باوجود اس فکری معرکے میں امریکہ کے ساتھ کھڑے ہیں اور عالمی اتحاد کا حصہ ہیں بشمول سٹاون (۵۷) اسلامی ممالک کے۔

جس حقیقت کو ہم نے اولاً قابل توجہ کہا ہے وہ ابھی بیان نہیں ہوئی۔ یہ قابل توجہ حقیقت یہ ہے کہ عالمی فکری طاقت کے سرغنہ امریکہ کی برپا اس جنگ کو اصلاح و سلاح یعنی دعوت و جہاد کی

² ایک کافر کی حکومت کا ذکر اصلاً مطلوب نہیں ہے، لیکن بد قسمتی سے مودی کی حکومت کو بھی آج ہندوستان میں موجود بعض حضرات اپنے ’قول و عمل‘ سے قریب قریب شرعی اولوالامریہ قرار دے رہے ہیں۔

۱ پشتو میں کتاب ’فکری پوہنہ‘ سے اردو ترجمہ، باب: معاصر فکری ارتداد، حاشیہ صفحہ نمبر 266، 267

قطعہ

کل ایک شوریدہ خواب گاہ نبیؐ پر رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر و ہندوستان کے مسلم بنائے تہمت بنارہے ہیں
یہ زائرِ ارجسیریم مغرب ہزار ہا برس نہیں بہاے
ہمیں بھلا ان سے اسطے کیا جو تجھ سے اسٹارہے ہیں
غضب ہیں یہ مرشدانِ خود ہیں خدا تری قوم کو بچائے
بگاڑ کر تیسے رسدوں کو یہ اپنی عزت بنارہے ہیں
نئے کا قبیل کون ان کو یہ نجس ہی بل گئی ہے
نئے زمانے میں آپؐ کو پُرانی باتیں سنارہے ہیں

محمد اقبالؒ

اقبال کے کل اور ہمارے کل بلکہ آج میں کوئی فرق نہیں..... رو رو کر جو حال امت کل ایک دیوانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر سنارہا تھا کہ مصر و ہندوستان کے مسلمان قومیت اسلام کی جڑ کاٹ کر وطن پرستی کی داغ بیل ڈال رہے ہیں، یہ معاملہ آج صد چند ہو گیا ہے۔ مصر تا ہندوستان بلکہ مراکش تا جزائرِ ساہراؤ جاوا، مجموعاً امت کی پہچان اب امت و اسلام نہیں، وطن و قوم سے ہوتی ہے اور مسلمان خود ہی اس میں آگے آگے ہے۔ عوام کا یہ حال ہے تو خواص کا تو ذکر ہی کیا؟ یورپ و امریکہ کی درس گاہوں میں پلنے اور پڑھنے والے، پھر صرف زائرینِ درس گاہانِ مغرب ہی نہیں بلکہ نظامِ مغرب کو طوعاً یا کرہاً قبول کر لینے والے، اسی سرمایہ داری، اسی ڈیموکریسی، اسی ساہوکاری کو ہم پر مسلط کرنے والے اور انہی مغربی ایلوسی فلسفوں کو اسلامیانے والے چاہے ہزار بار اپنے آپ کو ہم مسلمانوں، ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کا رہنما کہیں لیکن اے رسولِ امیں! خاتم المرسلین! شارعِ دین متین! ہمیں ان سے کوئی نسبت، کوئی واسطہ، کوئی تعلق، کوئی رشتہ نہیں! ہم تو آپؐ ہی کے پاکیزہ دین اور آپؐ ہی کی مطہر شریعت کے پیرو ہیں۔ یہ شریعت جس طرح آپؐ پر سات آسمانوں کے اوپر سے اتری، آپؐ نے نافذ کی، صحابہؓ نے آپؐ سے سیکھی اور امت کو دی اور فقہاء و محدثین نے جیسے اس کو بلا کم و کاست کسی ملامت گر کی ملامت کے بغیر آگے بڑھایا..... ہم تو اسی شریعت کے متبع و متوالے ہیں! رسولِ امیں (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم مسلمانوں پر مسلط یہ چالاک و مکار رہنما بس اپنے اقتدار کے دوام کے لیے محنتیں کرنے والے ہیں۔ اپنی کرسی و بادشاہی کی خاطر یہ وسائل امت سے صلیبیوں کو بھی کھلاتے ہیں اور صہیونیوں کو بھی پالتے ہیں، حتیٰ کہ آپؐ کے اسی روضے کے پاس جہاں آپؐ کا ایک عاشق و دیوانہ کھڑا رو کر آپؐ کو حالِ امت سنارہا تھا، اسی روضے کے پڑوس میں، آپؐ جس بیت اللہ سے کمر نکالیا کرتے تھے، اسی بیت اللہ سے چند میل دور غاشی و عربیائی کے اڈے بھی ہیں اور امریکی و برطانوی فوج کے بڑی و فضائی اڈے بھی۔ انہوں نے آپؐ کے امتیوں کا ایمان بھی بیچا، زمین بھی اور مال و دولت بھی، اپنی چار دن کی بادشاہی کی خاطر! اللہ ان کے شر سے آپؐ کی امت کی حفاظت فرمائے اور ان کو ان سے لڑنے کے لیے فکر و تہر دے! ہائے ہائے!! اس خود غرضی و مادیت پرستی کے زمانے میں ان افکار و نظریات کو کون سنے گا؟! اس جدیدیت، مادیت اور ماڈرن ازم کے دور میں کون اس جانب ملتفت ہو گا؟ لیکن اقبال یہ دہائی دینے کے باوجود اس شکوے میں یہ پیغام چھپائے ہوئے ہیں کہ پرانے لوگ یعنی نئے زمانے میں جینے والے وہی قدامت پسندی کی معراج لوگ، اسی پرانے پیغام کو سن کر انھیں گے اور دنیا کو وہی پاکیزہ و مطہر نظام دیں گے، امت کو وہی سربلندی پھر سے لوٹائیں گے کہ جس کے متعلق اقبال رحمہ اللہ نے خود ہی ایک اور مقام پر کہا:

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے، وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا



بھی غلام، اماراتی ابن زاید، سعودی ابن سلمان، قطری تمیم، مصری سیسی، اردنی عبداللہ وغیرہ جو آج اسلام و کفر کی عالمی جنگ میں کفر کے اتحادی، اسرائیل کے حامی، مسلمانانِ فلسطین کے دشمن و قاتل ہیں کو حمادی اور سدیس جیسے لوگ شرعی ولی الامر کہتے ہیں اور ان کی درازی عمر کے لیے دعائیں مانگتے ہیں۔ یہاں الولاء والبراء نجانے کہاں جاتا ہے؟

ان کا مسلک تو وہ ہے جو ایک عرب عالم سوء نے سعودی ولی عہد کے بارے میں بیان کیا کہ 'اگر سعودی ولی عہد ہر روز ٹی وی پر آکر آدھ گھنٹہ زنا کرے تب بھی اس کی اطاعت واجب ہے، بلکہ اس نے مزید کہا کہ 'اگر وہ لواطت کرے تب بھی اطاعت کرنا واجب ہے'۔ ایسے درباری علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث تو ہیں لیکن اسی طرح جس طرح آج کے یہودی بنی اسرائیل، بنی اسرائیل کے انبیاء کے وارث ہیں۔ ان کو انبیاء اللہ سے کوئی نسبت نہیں!

ان کی الولاء والبراء، عافیہ صدیقی کے لیے سوئی رہتی ہے، خیری علقم کے لیے الولاء والبراء کا کوئی معنی نہیں کہ یہود پر فدائی حملہ کرنے والے اس فلسطینی فدائی جانباز کی 'شہادت' کی مذمت تو امارات کے بن زید نے کی ہے، عراق پر کیمیائی ہتھیاروں کا استعمال ان کے اس عقیدے کو نہیں جگاتا، شام کی اینٹ سے اینٹ بج جائے، فلسطین میں سال ۲۰۲۲ء میں رسمی اعداد و شمار کے مطابق تین سو مسلمان فلسطینی قتل ہو جائیں، مکہ و مدینہ میں فاشی و عربیائی کا طوفان ہو، قطر میں قوم لوط کا عمل کرنے والے اپنے اڈے بنائیں، قطر و سعودی و بحرین و امارات اپنی زمینیں امریکہ و برطانیہ کی فوجوں کو فوجی اڈے بنانے کے لیے دے دیں..... اس سب پر ان کا عقیدہ ولّاء وبراء نہیں جاگتا۔

ولّاء وبراء کے متعلق تو آرٹیفیشل انٹیلی جنس کی ایپ 'چیٹ جی پی ٹی' بھی جانتی ہے، لیکن اس کے جاننے کا اس ایپ یا اس کے بنانے والوں کو کوئی فائدہ نہیں۔ ولّاء وبراء پر کتابیں لکھنا اور تقریریں کرنا مکمل نہیں، عمل درکار ہے۔ آپ نے اسامہ بن لادن کے لیے تو کبھی الولاء والبراء کو معیار نہیں بتایا، آپ کا معیار الولاء والبراء جاگا تو اینڈریو ٹیٹ کے لیے؟! (اللہ پاک اینڈریو ٹیٹ کو کامل ہدایت سے نوازیں، آمین)۔

’زباں‘ نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل؟
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں!

تمام تعریف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمیں مسلمان بنایا اور اپنے محبوب کا امتی بنایا، صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم! اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے صغیرہ و کبیرہ گناہوں کو اپنے فضل محض سے معاف کر دے، اپنے دین کی خدمت کی مبارک محنت کا کام لے لے اور جنت الفردوس میں اپنے حبیب کے قدموں میں جگہ عطا فرمادے۔ بے شک مانگنے والے کو نہ مانگنا آتا ہے اور نہ ہی کسی قسم کی اہلیت ہم میں پائی جاتی ہے!

اینڈریو ٹیٹ (Andrew Tate) اور الولاء والبراء

سوشل میڈیا فالو کرنے والے حضرات و خواتین (خصوصاً نوجوانوں و جوانوں) کی اکثریت اینڈریو ٹیٹ سے واقف ہو گئی۔ یہ ایک عیاش سوشل میڈیا انفلوئنسر (social media influencer) ہے جو عورتوں کے متعلق اپنے نازیبا، حقارت آمیز اور نفرت انگیز (misogynistic) بیانات و تبصروں کے سبب مشہور ہے۔ اس وقت اینڈریو ٹیٹ رومانیہ میں بعض نہایت سنگین الزامات کے سبب قید ہے۔

چند ماہ قبل اینڈریو ٹیٹ کی ایک اور سوشل میڈیا انفلوئنسر (غالباً نام خان / Tam Khan) کے ساتھ ایک ویڈیو عام ہوئی جس میں وہ دبئی کی ایک مسجد میں نماز پڑھتا دکھائی دے رہا ہے۔ اس کے بعد ٹیٹ کے اسلام لانے کی خبر عام ہو گئی، گو کہ ٹیٹ نے خود اس کا باقاعدہ اعلان نہیں کیا، سوائے اس بات کے کہ اس نے اپنے ٹوئٹر اکاؤنٹ پر امام ابن قیم رحمہ اللہ کا ایک قول شیئر کیا۔ کچھ ہی عرصے بعد عرب امارات میں رہنے والے ایک صاحب فارس الحمادی جو علماء کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں، نے ٹیٹ سے ملاقات بھی کی اور اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹ پر لکھا کہ 'اب جب کہ ہمارے بھائی اینڈریو بن ٹیٹ نے اسلام قبول کر لیا ہے تو ہمارے الولاء والبراء کو ٹیٹ کے ساتھ وابستہ ہونا چاہیے'۔ اینڈریو ٹیٹ نے اپنے اس طرح اسلام کے اعلان کے بعد بھی اپنی ایک ایسی پرانی ویڈیو شیئر کی جس میں وہ اپنے پرائیویٹ جیٹ میں بیٹھا۔ گار کے کش لگا رہا ہے اور شراب پی رہا ہے، ٹیٹ کے بارے میں اتنی بات کرنے کے باوجود ٹیٹ ہمارا موضوع نہیں، بلکہ فارس الحمادی اور اس قبیل کے وہ لوگ ہیں جو علماء سے اپنی نسبت کرتے ہیں۔

الولاء والبراء، اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ ہے جس کا مطلب مسلمانوں سے ولّاء یعنی دوستی و حمایت کا تعلق اور کفار سے براء یعنی دشمنی و بغض کا تعلق ہے۔ عجیب بات ہے کہ مسلمانین و طواغیتِ زمانہ کے درباروں میں جانے والے اور آج کے طواغیت بلکہ طواغیت کے

جنوری ۲۰۲۳ء میں راؤ انوار کو نقیب اللہ محسود کے قتل کیس سے بری کر دیا گیا۔ نقیب اللہ محسود کی راؤ انوار کے ہاتھوں مظلومانہ شہادت کے بعد منظور پشتین کی سرکردگی میں پشتون تحفظ موومنٹ نے جنم لیا۔ یہاں ہم تین نقاط پر بات کرنا چاہیں گے:

نقیب اللہ محسود

نقیب اللہ کو راؤ انوار نے اپنے غنڈوں کے جتھے کے ساتھ اس لیے قتل کیا کہ نقیب اللہ کا تعلق محسود قبیلے سے تھا اور محسود قبیلہ پچھلے بیس سال سے اپنے جہاد کے سبب معروف ہے، جہاد ہی کی پاداش میں پوری محسود قوم آج تک در بدر ہے اور مہاجر کیمپوں میں خوست تا کر اچی رہنے پر مجبور ہے۔ راؤ انوار عام پاکستانیوں کے ظالمانہ قتل میں تو مشہور ہے، لیکن اس کی اصل شہرت مجاہدین کو سہراب گوٹھ اور گڈاپ میں جعلی پولیس مقابلوں میں شہید کرنے کی ہے۔ نقیب اللہ محسود کے قتل کی نسبت پاکستانی نظام سے دو طرح سے کی جاسکتی ہے:

1. اول: ڈاکٹر شازیہ خالد ریپ اور سرفراز شاہ قتل جیسے سیکڑوں عام پاکستانیوں کے ساتھ اس نظام کے ٹھیکے داروں کے رویے سے۔
2. ثانیاً: نظام پاکستان اور اس نظام کے ٹھیکے داروں کی اسلام و جہاد دشمنی کے ساتھ۔

راؤ انوار

راؤ انوار پاکستان کی مقتدر قوتوں (خاص کر اسٹیبلشمنٹ) کا لاڈلا ہے۔ اس طرح کے لاڈلے، پولیس، بیورو کریسی، کسٹمز، عدلیہ، صحافت اور کنسٹرکشن، الغرض ہر ادارے میں پائے جاتے ہیں۔ یہ لاڈلے چھوٹے عہدوں پر رہ کر بڑوں کے لیے بڑے کام کرتے ہیں اور ہر قسم کی پوچھ گچھ اور احتساب سے ماورا ہوتے ہیں۔ یوں یہ بڑوں کی خوشنودی بھی حاصل کرتے ہیں اور چھوٹے درجے کے پولیس یا کسی اور محکمے کے افسر ہوتے ہوئے اربوں کی جائیدادیں بھی بناتے ہیں۔ دراصل اس طرح کے کرداروں کے پیچھے ملک کی مقتدر قوتیں پناہ لیتی ہیں یعنی اپنی face saving کرتی ہیں۔ سیکڑوں مجاہدین اسلام اور نقیب اللہ محسود جیسے عام شہریوں کے قتل کی ذمہ دار دراصل ریاست ہے اور ریاست میں جاری تیلی تماشے کے پیچھے اصل ہاتھ ملٹری اسٹیبلشمنٹ۔

پشتون تحفظ موومنٹ

پشتون تحفظ تحریک یہ نعرہ لے کر اٹھی ہے کہ ریاست پاکستان پشتونوں کے قتل اور ان کو دیگر پاکستانیوں کی طرح مساوی مواقع دینے میں حائل ہے، مثال ہے منظور پشتین کی کچھ ہی عرصہ پہلے کی مختصر ٹویٹ: #PashtunLivesMatter۔ یہ بات درست ہے کہ ماضی و حال میں ریاست کی اسٹیبلشمنٹ بعض قوموں کے خلاف رہی ہے کہ قوموں کے خلاف اس طرح کے خاص رویے کی ٹریننگ ان کو اپنے بڑے صغیر میں اپنے مورث اعلیٰ انگریز سے ملی ہے۔ ریاست نے

پہلے بنگالیوں کے ساتھ ایک خاص رویہ رکھا اور پھر یہی رویہ بلوچستان میں بھی روار کھا گیا۔ لیکن راقم کی رائے میں پشتونوں کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں۔ پشتونوں میں سے بعض لوگوں کا نقیب اللہ محسود کے قتل کے بعد یہ رونا کہ ریاست پشتونوں کی مخالف ہے اور پشتونوں کو حقوق نہیں ملے بالکل اسی طرح ہے جیسے بشری زیدی کے قتل کے بعد ایم کیو ایم کی بنیاد ڈالی گئی۔ اس بات میں شک نہیں کہ ریاست بہت سوں کو میرٹ کی بنیاد پر حقوق اور مواقع دینے میں مانع ہے، لیکن اردو سپیکنگ کمیونٹی کا یہ معاملہ نہیں۔ راقم کا انھیلی تعلق ایک مہاجر اردو سپیکنگ خاندان سے ہے اور میں نے ساری زندگی اپنے اردو سپیکنگ رشتہ داروں کے ساتھ گزاری ہے۔ میرے مشاہدے میں اردو سپیکنگ لوگ بعض مخصوص ملازمتوں میں خود سے زیادہ آگے نہیں آتے، مثلاً فوج اور یوں وہ ملٹری اسٹیبلشمنٹ میں جگہ نہیں پاتے، حالانکہ پاکستان کے بہت سے فور سٹار، تھری سٹار، ٹو سٹار اور ون سٹار جرنیل اردو سپیکنگ رہے ہیں یا ہیں، کئی آرمی چیف اور چیف آف جوائنٹ سٹاف رہ چکے ہیں۔ البتہ پاکستانی سولین بیورو کریسی تو اردو سپیکنگ لوگوں سے بھری پڑی ہے۔ کراچی جس کی آبادی دنیا کے بیسیوں ملکوں سے زیادہ ہے میں سیاسی لحاظ سے بھی اردو سپیکنگ کمیونٹی سب سے آگے ہے۔ بلکہ میں نے تو اردو سپیکنگ لوگوں (اہل دین کی بات نہیں ہو رہی) کو سندھیوں، پٹھانوں اور پنجابیوں کا مخالف اور دشمن پایا ہے۔ یقیناً ریاست پاکستان کی پالیسیوں نے اردو سپیکنگ لوگوں کے ان جذبات و تعصبات کو بھی بڑھا دیا ہے، لیکن اردو سپیکنگ کمیونٹی کی سب سے بڑی اکائی، مہاجر قومی موومنٹ ثم متحدہ قومی موومنٹ ثم ایم کیو ایم 'پاکستان'، خود کراچی میں پنجابی، سندھی اور پٹھان لسانی تحریکوں یا تنظیموں کا سبب ہے۔ اردو سپیکنگ کمیونٹی کے بارے میں جملہ معترضہ لمبا ہو گیا، پشتون تحفظ موومنٹ کی طرف لوٹتے ہیں۔

پشتون تحفظ موومنٹ کا یہ کہنا کہ ریاست بطور ریاست (خاص کر پنجابی) پشتونوں کے خلاف ہے، میرے مشاہدے کے مطابق یہ بالکل غلط بات ہے۔ پاکستان کی بیورو کریسی میں پشتون حضرات اپنی آبادی کے تناسب کے مطابق یا شاید تھوڑے کم موجود ہیں۔ یہ بڑے بڑے سرمایہ دار بھی ہیں، کئی بڑی سیاسی پارٹیوں کے سربراہ رہے ہیں یا ابھی بھی ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ فوجی اسٹیبلشمنٹ میں نمایاں عہدوں پر رہے ہیں۔ چونکہ ریاست کا اصل انتظام فوجی اسٹیبلشمنٹ ہی کے پاس ہے اس لیے اسی کا کچھ ذکر کرتے ہیں (دیگر اقوام ابھی موضوع نہیں ہیں)۔

(باقی صفحہ نمبر 40 پر)

خیری علقم المقدسی شہید - رحمة الله عليه -

معین الدین شامی

ذاتی دفاع کے پستول سے خیری علقم تیس منٹ تک جنگ آزمابا اور بالآخر یہودی سکیورٹی فورسز کے گھیرے میں آکر ان پر بھی حملے کرتے ہوئے، لیلائے شہادت سے ہم کنار ہو گیا (نحسبہ كذلك والله حسبه ولا نزکی علی الله أحد!)۔

خیری کی شہادت کی اطلاع اس کے والد موسیٰ علقم کو ملی تو انہوں نے کہا:

”سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر والله الحمد! مجھے اپنے بیٹے پر فخر ہے! آج اس کی شادی ہے۔ میں نے آج ہی اس کی شادی (حور عین سے) کی ہے۔ اللہ آج (دنیا میں) میری مدد فرمائے گا اور میرے بیٹے کو کل (روز قیامت) اس عمل کا بہترین بدل عطا کرے گا۔ انالہ وانا الیہ راجعون۔۔۔۔۔ یہ دنیا تو متاع الغرور ہے میرا بیٹا ابدی جنت کی طرف چلا گیا۔۔۔۔۔ اس نے

اسرائیلیوں سے انتقام لیا۔۔۔۔۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے میرے بیٹے کا اکرام کیا اور اس کو شہادت سے نوازا، والحمد لله رب العالمین!“

خیری علقم شہید! اللہ تمہاری مہمانی جنت الفردوس میں کریں، تمہیں انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کا ساتھ عطا ہو، خوبصورت، بڑی آنکھوں والی حوروں سے تمہیں لقا و معاقت مبارک ہو جنہیں نہ کسی انسان و جن نے دیکھا، نہ چھوا۔ خیری شہید! جس اقصیٰ کی خاطر تم جان سے گزرے اس اقصیٰ تک اللہ ہمارا سفر جاری رکھو اے یہاں تک کہ اقصیٰ آزاد ہو جائے یا ہم بھی تمہاری طرح جام شہادت پی لیں!

بلاشبہ خیر و شر کا ہر معاملہ ایک آزمائش ہے۔ خیری شہید کا یہ استشہادی فدائی حملہ بھی حق و باطل کی کسوٹی ثابت ہوا۔ امت مسلمہ کے ہر فرد کا دل بیت المقدس تا کشمیر اس مبارک جہادی کارروائی پر شاداں و فرحاں ہو گیا، وَكَيْشْفُ صُدُورُ قُؤُوهٍ مُّؤْمِنِينَ، مومنوں کے دل یہودیوں کے قتل کے سبب ٹھنڈے ہوئے اور اہل ایمان کو یہودی بد معاش بنیامین نیتن یاہو کا غم ناک، اترا ہوا منہ دیکھ کر ناقابل بیان خوشی ملی۔ لیکن کچھ ملت اسلامیہ کے غدار، دین فروش ایسے بھی تھے، جن کے منہ نیتن یاہو کی طرح غم سے اتر گئے اور دل پریشان ہو گئے۔

(باقی صفحہ نمبر 21 پر)

اگر کوئی محقق مؤرخ امت مسلمہ کی تاریخ دیکھے تو شاید سال کے تین سو پینسٹھ دنوں میں سے ایک دن بھی ایسا نہ ملے، جب امت مسلمہ کے بہادر بیٹوں میں سے کسی نے اہل کفر پر کوئی ہلاکت خیز حملہ نہ کیا ہو۔ جہادی نبی کی جہادی امت نے بعون اللہ اپنے عزم و ارادے سے اہل کفر کے لیے ہر دن کو بدر، یرموک، قادسیہ، زلّاقہ، حطین، پانی پت اور گیارہ ستمبر بنایا ہے۔ اگرچہ امت کے ان مجاہد بیٹوں پر مشکلوں کے دن بہت پڑے، ہتھیار کیا، بعض دن یوں بھی گزرے کے کھانے کو نان خشک بھی نہ تھا، لیکن ان مجاہدوں نے ایمان اور جذبہ جہاد سے لیس ہو کر ہمیشہ امت کی پاسبانی کی۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ سنہری سلسلہ خیر القرون سے شروع ہوتا ہے اور اس کی آخری کڑی قیامت کے قائم ہونے تک جاتی ہے، قیامت قائم نہیں ہوئی لیکن منبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف فرامین کا نچوڑ ہے کہ جہاد قیامت کے دن تک جاری رہے گا، کسی عادل کا عدل اور ظالم کا ظلم اس کے رکنے کا سبب نہ بنے گا۔

”آج خیری کی شادی ہے۔“

میں نے آج ہی اس کی شادی (حور عین سے) کی ہے۔“

شہادت کی اطلاع پر شہید خیری کے والد کے تاثرات

انہی مجاہدوں میں، خیر القرون کے جہاد و استشہاد کا ایک وارث خیری علقم شہید بھی ہے، جس کا تعلق مشرقی بیت المقدس سے ہے۔ محض اکیس سالہ نوجوان جس کے سامنے دنیا کے سبھی مواقع موجود تھے، لیکن اپنی مسجد اقصیٰ کا غم بھی تھا، روز یہود نا

مسعود کے ہاتھوں اپنی مظلوم امت کا بہتا ہوا بھی تھا اور دل میں جنت الفردوس کی تڑپ بھی، انہی مؤرخ الذکر خیر کی تین باتوں کو خیری نے ترجیح دی اور دنیا کی زندگی کو طلاقِ مغلطہ۔

۲۷ جنوری ۲۰۲۳ء کی شب آٹھ بجے خیری علقم اپنی ایف این پستول سے مسلح ہوا اور اللہ، انبیاء، ملائکہ اور اہل ایمان کے بدترین دشمن، غاصب و قابض یہود کے ایک کینسے پر حملہ آور ہو گیا۔ غاصب یہودیوں نے یہ کینسہ مشرقی بیت المقدس کے علاقے ’نبی یعقوب‘ میں بنا رکھا ہے جو کٹر قد امت پسند یہودیوں کا مرکز ہے، نبی یعقوب کا علاقہ تین قصبوں پر قبضہ کر کے بنایا گیا ہے، بیت حنینا، حزما اور الرام۔ خیری علقم نے اپنے اس حملے میں ایک ذریعے کے مطابق سات، ایک کے مطابق دس اور ایک ذریعے کے مطابق بارہ یہودیوں کو جہنم واصل کیا اور مزید دس کے قریب یہودی زخمی ہیں، جن میں اسرائیلی سکیورٹی فورسز کے اہلکار بھی شامل ہیں۔ یہ محض اللہ کی نصرت خاص اور ایمان کی قوت ہے جو جدید ترین رائفل بردار یہودیوں پر ایک عام مسلمان (جس نے ہتھیار چلانے کی خاص ٹریننگ بھی نہیں لے رکھی) محض اپنی پستول سے حملہ آور ہو جاتا ہے اور دشمن کے دودر جن کے قریب لوگوں کو ہلاک و زخمی کر دیتا ہے۔ اسی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

میں کابل بستے دیکھ رہا ہوں!

حسن شریانی

1



پہلی بات

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وذريته ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد!

”بابا..... راخہ! اول ہدیہی تہ خو..... زہ د شہید نیاز محمد ابا سرہ اختر مبارکی کومہ!“

”بابا..... پہلے قبرستان چلو..... میں شہید نیاز محمد ابا سے عید مل آؤں!“

یہ ۱۴۲۲ھ کی چھوٹی عید پر، پانچ سالہ زبیر کے الفاظ ہیں۔

چار سال پہلے افغانستان کے صوبے غزنی کے مرکزی ضلع غزنی شہر کی تحصیل بسراق قول کے ایک گاؤں میں نیاز محمد ’غازی‘ سے ’شہید‘ قرار پا کر مدفون ہوا تھا۔ زبیر اس وقت مشکل سے رینگنے کی عمر کا تھا، ایک سال کا یا اس سے کچھ زیادہ یا کم۔ زبیر کو اس سال ہی احساس ہوا تھا کہ ’باپ‘ بھی کچھ ہوتا ہے۔ ورنہ اس کے کاروان زندگی میں اس کے بابا یعنی دادا، آنا یعنی دادی، کا کالینی چچا، عمائیں یعنی پھوپھیاں تھیں اور اس سے تین سال بڑی بہن ناہیدہ۔ اپنے چچا قاری عظمت اللہ کے بچوں کو اپنے باپ کے ساتھ چٹتا، گردن سے لٹکتا، کندھوں پر چڑھتا اور ’مُوپے‘ یعنی بوسے کرتا اور لیتا دیکھ کر زبیر ’باپ‘ نامی کسی رشتے کے احساس سے آشنا ہوا تھا۔ پھر باپ کا پوچھنے پر اسے بتایا گیا کہ تمہارا ابا امریکی فوج سے لڑتا شہید ہو گیا تھا۔ پھر اس سوال پر کہ شہید ہو کر باپ کی روح تو زندگانی جاوداں، شاداں و فرحاں پا چکی ہے (کہ زبیر مقام شہید سے رشتہ باپ سے آشنا ہونے سے پہلے ہی آشنا تھا) تو اس کے باپ کی قبر کہاں ہے؟ آنسو پونچھتے، ننھے زبیر کے دونوں گالوں پر شفقت بھرے، لرزتے، بوڑھے ہاتھ رکھتے ہوئے اس کے دادا حاجی محمد ازمرئی نے اسے بتایا کہ نیاز محمد ابا کی قبر بسراق قول کے ہدیہ یعنی قبرستان میں ہے۔

اب عید آئی تو سب سے عید مل لیا، عیدی بھی لے لی، لیکن نیاز محمد ابا سے بھی تو ملنا تھا۔ سو بابا کا ہاتھ تھما اور قبرستان جانے کی فرمائش کر ڈالی۔ بابا کا کلیجہ چر گیا، دل کی دھڑکن نے ایسی تیزی

اختیار کی کہ شاید رنگوں کو بھاڑ ڈالتی۔ بابا نے دو جوان بیٹوں کا جنازہ اٹھایا تھا۔ پہلے جلال الدین کا جو کٹر میں شہید ہوا تھا اور پھر نیاز محمد کا، لیکن زبیر کے الفاظ بابا پر ان جنازوں سے زیادہ بھاری تھے۔

یہ سچی کہانی ہے، سچے لوگوں کی۔ اس میں جھوٹ و تصنع کی کچھ آمیزش نہیں۔ یہ افسانہ یا درد بھری شاعری بھی نہیں۔

یہ کہانی افغانستان کے ہر صوبے کے ہر ضلع کے ہر قصبے کے ہر گھر کی کہانی ہے۔ یہ آج کا بستا کابل یو نہی نہیں بس گیا۔ لاکھوں زبیروں کے خون ملے انٹک اور لاکھوں زبیروں کے باپوں کے خون نے کابل و غزنی و قندھار کے گلابوں کو سرخی بخشی ہے۔ افغانستان میں لالے یو نہی حنا بند نہیں ہو گئے!

میں دو سال سے اس کوشش میں تھا کہ ’میں کابل بستے دیکھ رہا ہوں‘ کے خیال کو لکھوں، لیکن یہ خیال حاشیہ خیال سے قرطاس پر منتقل نہ ہو پا رہا تھا۔ اس کتاب کا مرکزی خیال میرے ذہن میں صوبہ غزنی کے ضلع گیر واور ضلع اندڑ کی سرحد پر واقع ایک مسجد میں آیا، جب میں اپنے شیخ و امیر اور ایک اور ساتھی سمیت رات گھر میں نہیں گزار سکتا تھا، امریکی ڈرون طیاروں کی پرواز نہایت نیچی تھی، چھاپے کا خطرہ تھا اور کلیجہ حلق میں۔ پھر اس کتاب کے مندرجات کے بارے میں، میں کئی ماہ سوچتا رہا اور یو نہی مزید پورا ایک سال گزر گیا۔ ایک سال گزرا تھا اور اب میں ایک جہادی تشکیل پر صوبہ پکتیا کے ضلع زرمٹ میں تھا۔ حسن اتفاق سے صوبہ پکتیا کے والی صاحب (گورنر) اسی مکان پر آگئے جہاں میں اپنے گھر سے دور ایک بار پھر ڈرون کی نہایت نیچی پرواز اور امریکی چھاپے کے خطرے کے سبب پناہ لیے ہوئے تھا۔ پھر حاجی والی صاحب کے ساتھ چند دن گزارنے کا موقع ملا۔ فراغت تھی، جیب میں قلم بھی اور کاغذ کے دو ورق۔ حاجی والی صاحب سے امارت اسلامیہ کے انتظامی ڈھانچے کو سمجھنے کی کوشش کی، کمیسیون جوبعد میں وزارتیں بن گئے، کی تقسیم سمجھنے کی کوشش کی۔ ان وزارتوں کا نظام، واپس اور ولسوالوں (ضلعی کمشنروں یا ناظموں) کا اختیار و انتظام، نظامی (فوجی) اور ملکی (سول) انتظامی تقسیم، قضاء و عدالت کا نظام، گمرکات (کسٹم و ٹیکس) کا نظام وغیرہ کے بارے میں سوالات پوچھتے اور اپنے پاس موجود کاغذ کے دو ورقوں پر نقاط اور فلو چارٹس (flow charts) کی صورت لکھتا گیا۔

[illegible]

◆ ◆ ◆

اگر کوئی حکومت کامل رہی ہے تو بس خلافتِ راشدہ اور اگر کوئی حکومت اس خلافتِ راشدہ کے بعد کامل ہوگی تو شتم تکون خلافتِ علی منہاج النبۃؑ، والی، پھر سے آنے والی خلافتِ راشدہ (جس کے بارے میں علمائے کرام کی رائے یہ ہے کہ یہ حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے قائم ہوگی، لیکن بعض اس سے اختلاف بھی رکھتے ہیں)۔ خلافتِ راشدہ کے علاوہ عادل سلاطین کی

ماہنامہ نوائے غزوہ ہند

بہت سی حکومتیں ملت اسلامیہ پر گزری ہیں اور سلطان عادل ہی کے بارے میں مختلف احادیث میں حضور علیہ آلف صلاۃ و سلام کا اس مفہوم کا فرمان وارد ہے کہ ”السُّلْطَانُ خَلْفُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ فَمَنْ أَكْرَمَهُ اللَّهُ أَكْرَمَهُ اللَّهُ وَمَنْ أَهَانَهُ اللَّهُ أَهَانَهُ اللَّهُ“^۱ اور قیامت کے دن جب کوئی سایہ نہ ہو گا سوائے اللہ جل جلالہ کے عرشِ عظیم کے سائے کے، تو اس سائے کے نیچے پناہ پانے والوں میں ایک امام عادل بھی ہو گا^۲، گویا سلاطین عادلہ کا مقام بہت بلند ہے۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ ملفوظات میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ”سلطان کا اجر ایک عام آدمی کے اجر سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے، اس لیے کہ نیک سلطان جب کسی نیکی کا امر صادر کرتا ہے اور رعایا اس پر عمل کرتی ہے تو رعایا کے عمل کا ثواب سلطان کے میزانِ حسنات میں بھی جمع کیا جاتا ہے“ (اسی طرح سلطان کا گناہ بھی بہت سخت ہے)۔ خلافتِ امویہ و عباسیہ و عثمانیہ میں کئی عادل سلاطین گزرے ہیں اور من حیث المجموع یہ ساری ہی خلافتیں شرعی حکومتیں تھیں۔ لیکن کامل حکومت خلافتِ راشدہ ہی ہے اور پچھلی ایک صدی سے امتِ مسلمہ کی مجموعی کاوشیں اور مجاہدین اسلام کی خصوصی محنتیں اسی خلافت کے احیاء کی ہیں۔

آج امارتِ اسلامیہ افغانستان، شرعی اسلامی حکومتوں میں ایک بلند مقام رکھتی ہے، خاص کر جب ہم آخر الزمان میں دنیائے کفر کی ایسی برتری و غلبہ دیکھتے ہیں جیسی برتری و غلبہ اہل کفر کو ماضی میں کبھی حاصل نہیں ہوا۔ کفر کے ایسے عالمی غلبے میں دشمن کے مطابق ”قدر امت پسند“ اور حقیقتاً خیر القرون اور سلفِ صالحین کے منہج کو اپنا منہج بنانے والی اور منہجِ سلفِ صالحین پر بقدر استطاعت عمل کے لیے کوشاں ایسی حکومت (مع امارتِ اسلامیہ افغانستان کے دورِ اول کے) مسلمانوں کو عالمی طور پر ایک صدی بعد اور ہمارے خطے کو تین سو سال بعد میسر آئی ہے۔ پوری دنیا میں فقط ایک افغانستان ہی ہے جہاں شریعتِ محمدی علی صاحبہا آلف صلاۃ و سلام نافذ ہے۔ یہاں اہل اسلام کا شملہ بلند اور اہل کفر و نفاق جہاد کے ذریعے ذلیل و خوار کر کے مار بھگائے گئے ہیں۔ یہاں معیشت و اقتصاد اضطراری حالت میں ہیں لیکن ہر عمل اہل حق علمائے کرام کی نگرانی میں ہو رہا ہے، اکیسویں صدی میں جب دنیا کا ہر ایک ایک انسان اگر کسی براہِ راست صورت میں نہیں تو کم از کم کرنسی نوٹوں کی صورت عالمی ساہوکار سرمایہ دارانہ سودی معاشی نظام میں جکڑا ہوا ہے، تو امارتِ اسلامیہ افغانستان کے علمائے کرام اس امر سے بے خبر نہیں ہیں، بلکہ صبح و شام اسلامی اقتصادی نظام کے قیام کے لیے کوشاں ہیں۔ چھوٹے چھوٹے مالی معاملات، قرضوں، بیعوں، کاروباروں وغیرہ کے لیے وزارتِ مالیہ پابند ہے کہ وہ جتید مفتیانِ کرام سے اپنے معاملات پر فتاویٰ حاصل کرے اور راقم السطور یہ بات نہایت ٹھوس دلائل کے

(بقیہ حاشیہ) لیکن صحیح بات یہ ہے کہ امام مہدیؑ کے آنے کا وقت فقط اللہ جل جلالہ کے علم میں ہے، ہمیں امام مہدیؑ کے آنے کا وقت معلوم نہیں، لیکن اپنے فرائض و واجبات معلوم ہیں، جن میں سے ایک شریعتِ اسلامی کے نفاذ کی کوشش اور خلافت کے قیام کی کوشش ہے، اب اس کوشش کی انتہا مہدی علیہ الرضوان کے ظہور پر ہو یا کسی اور صورت میں، ہم اس کے نتیجے کے مکلف نہیں، محنت کے مکلف ہیں اور اس بات کے بھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر اقامتِ صلاۃ و اقامتِ خلافت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منہج ہی کے ذریعے محنت کریں!

ساتھ کر رہا ہے۔ اس وقت میں جس میز پر اپنا کمپیوٹر کھولے لکھ رہا ہوں، اسی میز پر وزارتِ مالیہ کے کچھ معاملات پر امارتِ اسلامیہ افغانستان کے ”ستہ محکمہ“ (عدالتِ عالیہ / سپریم کورٹ) کے تحت دارالافتاء کے فتاویٰ کا ایک دوسرے (فولڈر) میرے سامنے کھلا رکھا ہے، جس میں جدید قرض کی شکلوں کی لین دین کے متعلق کافی تحقیق کی گئی ہے۔ راقم خود شاہد ہے کہ دارالافتاء کے مفتیانِ عظام نے ان مسائل پر کئی ہفتے مسلسل عرق ریزی کے بعد فقہ کی اصطلاح میں ”نوازل“ میں سے اس ایک مسئلے پر فتویٰ دیا ہے۔ امن عامہ، عدالت، صحافت، عسکریت، مواصلات، زراعت، ثقافت، بلدیہ، شہر سازی، صنعت و حرفت اور ان کے علاوہ درجنوں دیگر معاملات سے امارتِ اسلامیہ ایسے نبرد آزما ہے جس طرح کسی جنگ میں ایک سپاہی چہار اطراف سے دشمن کی یلغار کا سامنا کر رہا ہو۔ تنقیدِ آسان، لیکن حکومت داری نہایت دشوار کام ہے۔ ہاں ہماری مراد یہ نہیں کہ تعمیری تنقید بھی نہ ہو، بلکہ شریعت کی روشنی میں، اسلامی آداب کی رعایت کرتے ہوئے تعمیری تنقید برائے اصلاحِ احوال اور امیر کو نصیحت تو شرعی فریضہ ہے، ایک ایسا فریضہ کہ جسے اگر استطاعت کے باوجود ادا نہ کیا گیا تو دنیا میں عامۃ المسلمین اور آخرت میں اللہ جل جلالہ کے یہاں پکڑ کا خدشہ ہے اور آدابِ تنقید و نصیحت میں سے ایک اہم ادب مسئلے یا خرابی کے بقدر سر آ یا جہر اُبات کا پہنچانا ہے اور اس میں بھی جید علمائے کرام سے پوچھنا چاہیے۔

بجا کہ حق گوئی رکھ دیں ہے، مگر نہ ایسی کہ زہر گھولو
ہو گفتگو گر بنائے فتنہ، تو اس سے بہتر ہے کچھ نہ بولو

الغرض پوری دنیا میں محض ایک شرعی اسلامی حکومت ہے جہاں اقامتِ صلاۃ و حصولِ زکاۃ کا نظام قائم ہے، جہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سرکاری سطح پر سرکاری سرپرستی میں ہوتا ہے، جہاں حدود اللہ نافذ ہیں، قصاص و دیت شرعی اور حجاب شرعی نافذ ہے۔ ایسی ہی حکومت کے بارے میں اللہ جل جلالہ نے فرمایا (نحسبہا كذلك والله حسيبها ولا نزي على الله أحدا):

الَّذِينَ إِذَا مَنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (سورۃ الحج: ۴۱)

”یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ (خود بھی) نماز کی پابندی کریں اور زکاۃ دیں اور دوسروں کو (بھی) نیک

^۱ مسند احمد و ترمذی (وقال الترمذی: هذا حديث حسن غریب)

^۲ بخاری و مسلم (من حديث: سبعة يظلهم الله في ظله)

کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے۔“ (ترجمہ از حضرت تھانوی: بیان القرآن)

قوت والا (اور) غلبے والا ہے، وہ جس کو چاہے غلبہ دے سکتا ہے۔“ (ترجمہ از حضرت تھانوی: بیان القرآن)

ان آیات پر ذرا غور فرمائیے۔ امریکہ غاصب اہل افغانستان پر حملہ آور ہوا اور مجاہدین نے طاغوتِ اکبر کے خلاف جہاد کیا۔ اہل افغانستان کو ان کے گھروں سے اس لیے نکالا گیا، ان کی امارتِ اسلامیہ کی اینٹ سے اینٹ اس لیے بجا دی گئی کہ انہوں نے اپنے قائد امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد کے ساتھ یک زبان ہو کر کہا ’رَبَّنَا اللَّهُ، اللہ ہمارا رب ہے، اسی کی شریعت، اس اللہ کی زمین پر قائم ہوگی۔ یہ اپنے گھروں اور حکومتی ایوانوں سے نکالے تو گئے لیکن ان کو تو جہاد و قتال کی اجازت و حکم دیا گیا تھا، فلہذا یہ حکم جہاد پر ڈٹ گئے۔ انہوں نے ’من انصاری الی اللہ کا جواب دیا کہ ’نحن انصار اللہ‘ اور پھر اللہ کے دین کی نصرت میں جہاد فی سبیل اللہ میں جُت گئے۔ پھر یہ منظر ہویدا ہوا ’وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ‘، نصر رب ساتھ لیے فتح کا دن آتا ہے! اب فتح ملی تو اَللّٰہِیْنَ اِنْ مَّكَّنَّاہُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ کا منظر سج گیا۔

امارتِ اسلامیہ افغانستان (آید باللہ واعزہا) ایک شرعی حکومت ہے جو ان شاء اللہ خلافتِ علی منہاج النبوة کی تمہید ہے، خلافتِ علی منہاج النبوة کا سنگِ افتتاح، سنگِ بنیاد! حکیم الامت، فضلیہ الشیخ ابو محمد ایمن الظواہری کے بیان کردہ منہج شرعی کے مطابق ’عمومی ہدایات برائے جہاد‘² کے تناظر و تعبیر میں دیکھیے تو یہ امتِ مسلمہ کی پہلی فتح ہے۔ ثم امارتِ اسلامیہ افغانستان ہی کی طرز پر، منہج شرعی پر عمل پیرا ہو کر ایسی ہی بہت سی امارتیں قائم ہو جائیں۔ پاکستان، صومالیہ، یمن، مالی، شام وغیرہ اور پھر یہ امارتیں ایک اتحاد کی صورت میں سامنے آئیں اور یہ اتحاد خلافتِ علی منہاج النبوة کی بلند و رفیع عمارت ہو۔

اس ساری تمہید کا مقصد یہ تھا کہ امارت میں بھی کمیاں اور کوتاہیاں ہو سکتی ہیں، لیکن حدیث شریف کے حکم کے مطابق شریعت پر عامل بڑوں کی چھوٹی موٹی غلطیوں سے صرفِ نظر کرنا چاہیے، اہل عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”أَقْبِلُوا ذَوَى الْهَيْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ إِلَّا الْخُدُودَ“، یعنی ”صاحبِ حیثیت اور محترم و باوقار لوگوں کی اغزشوں کو معاف کر دیا کرو سوائے حدود کے“³۔ نصیحت کے متعلق وضاحت ہم پچھلی سطور میں لکھ آئے ہیں، تکرار کی ضرورت نہیں۔ لہذا امارتِ اسلامیہ کے نظام کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ حکومت داری کے مسائل میں امارتِ اسلامیہ کے امراء کرام شرعی اولوالامر ہیں اور جدید مسائل کے معاملے میں وہ علم شرعی کی روشنی میں مجتہد بھی ہیں۔ ان کا ہر معروف حکم ماننا امارتِ اسلامیہ کی رعایا اور امارت کے مامورین پر واجب ہے۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ اس آیت کریمہ کے مصداق حضراتِ خلفائے راشدین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ہیں، جنہوں نے دینِ ایزدی کو یزدانِ واحد کی زمین پر نافذ فرمایا۔ ان خلفائے راشدین کی صفت ہے کہ جب انہیں زمین پر اقتدار حاصل ہوا تو انہوں نے نماز کو قائم کیا، زکوٰۃ ادا کی، امر بالمعروف یعنی نیکی کا حکم دیا اور نہی عن المنکر یعنی برائی سے روکا۔ مفسرین کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس آیت میں ایک حکم عام بھی ہے کہ جنہیں اقتدار حاصل ہو تو وہ نماز کو قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا التزام کریں۔¹

اور آج جس امارتِ اسلامیہ کو یہ حکومت حاصل ہوئی اور انہوں نے نماز و زکوٰۃ و امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا نظام قائم کیا ہے تو اس حکومت تک ان کی رسائی بھی منہج قرآنی کے مطابق ہوئی ہے۔ سورۃ الحج کی آیت مذکورہ سے پہلے کی دو آیات بھی ملاحظہ ہوں:

أَذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلَمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَلَدَّتْ صُلُوحُكُمْ وَيَبِيعَ وَصَلَاؤُكُمْ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ (سورۃ الحج: ۳۹، ۴۰)

”لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دی گئی جن سے (کافروں کی طرف سے) لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر (بہت) ظلم کیا گیا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ (آگے ان کی مظلومیت کا بیان ہے) جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ (ہمیشہ سے) لوگوں کا ایک کا دوسرے (کے ہاتھ) سے زور نہ گھٹواتا رہتا تو (اپنے اپنے زمانے میں) نصاریٰ کے خلوت خانے اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم ہو گئے ہوتے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو (اللہ کے دین) کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ

³ سنن أبي داود، صحيحه الألباني

¹ بحوالہ تفسیر مظہری از مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی و تفسیر معارف القرآن از مولانا مفتی محمد شفیع

² توجيهات العامة للعمل الجهادي

فلہذا اس سلسلہ تحریر میں ہم امارت اسلامیہ کے نظام کو بیان کرنے کی کوشش کریں گے، دشمن کے پروپیگنڈوں کے رد کی کوشش کریں گے اور امارت اسلامیہ کے شرعی مواقف کے دفاع کی کوشش بھی، ظاہر ہے کہ یہ بیان ہمارے مشاہدے اور نہایت اول درجے کے طالب علم کے طور پر ہو گا۔

یہ تحریر دراصل ایک خواب تھا جسے تعبیر کا جامہ ملنے ملنے کئی سال لگ گئے (کچھ حال آپ پہلی بات میں پڑھ چکے ہوں گے)۔ گوناگوں انتظامی و جہادی مصروفیات اور مستقل علالت کے سبب یہ تحریر قرطاس پر منتقل نہ ہو سکی۔ یہ تحریر شاید اب بھی قرطاس پر جلدی منتقل نہ ہوتی لیکن دنیا کے حالات اور امارت اسلامیہ کی نصرت اور دفاع کے فریضے نے راقم کو اس تحریر کو لکھنے پر مجبور کر دیا۔ کوشش ہے کہ ماہانہ نہیں تو کم از کم دو ماہی بنیاد پر بتوفیق اللہ ومنہ کچھ نہ کچھ لکھا جاتا ہے، قارئین کرام سے خصوصی دعاؤں کی گزارش ہے!

راقم نے ابتدائے جوانی میں مولانا مقصود احمد صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں نے کامل بستے دیکھا پڑھی تھی۔ اس کے علاوہ نوجوانی میں مجلہ ’نوائے افغان جہاد‘ میں مولانا ابو بکر صاحب کا ’امارت اسلامیہ کے فیصلے‘ نامی سلسلہ بھی دیکھا تھا۔ یہ تحریرات دیکھ کر راقم کو یونہی محسوس ہوتا رہا گویا راقم امارت کے اسی زمانے میں پہنچ گیا ہے اور امارت کے اقدامات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ ثم حركة الشباب المجاہدین صومالیہ کے نشریاتی ادارے ’الکتائب‘ کی ۲۰۱۱ء میں نشر کردہ دستاویزی فلم ’Under the Shade of Shariah‘ اور اولاً مذکور تحریرات سے بتوفیق اللہ یہ جذبہ پیدا ہوا، جس کی پہلی شکل آپ کے سامنے ہے۔ پچھلی سطور میں اس تحریر کو لکھنے کا مرکزی خیال اور داعیہ کچھ نہ کچھ بیان ہوا ہے، پس اسی سلسلے میں اس نئی تحریر کا نام مولانا مقصود شہید کی کتاب سے اخذ کر کے ’میں کامل بستے دیکھ رہا ہوں‘ آج سے تین برس قبل رکھا گیا۔

و من الله التوفيق!

حسن ترابی

ہندوئش

۲۶ جمادی الاول ۱۴۴۴ھ ق/ ۲۹ اکتوبر ۲۰۲۲ء ش/ ۲۰ دسمبر ۲۰۲۲ء

♦ ♦ ♦

پہلا باب

حقوق و تعلیم نسواں

چونکہ یہ تحریر ایک منظم کتاب نہیں رہی اور جیسا کہ راقم پچھلی سطور میں لکھ آیا ہے ’دنیا کے حالات اور امارت اسلامیہ کی نصرت اور دفاع کے فریضے نے راقم کو اس تحریر کو لکھنے پر مجبور کر دیا‘ تو آج دسمبر ۲۰۲۲ء میں بظاہر سب سے گرم موضوع ’حقوق و تعلیم نسواں‘ کے موضوع سے آغاز کرنے کا ارادہ کیا ہے۔

اللهم وفقني كما تحب وترضى والطف بنا في تيسير كل عسير فإن تيسير كل عسير عليك يسير، آمين!

قدیم جاہلیت میں عورت کا مقام

زمانہ قدیم کی جاہلیت (جس میں ہم عرب کے بت پرست معاشرے، ایران کی تہذیب، ہندوستان کے ہندومت و بدھ مت، چینی روایات، یونان کے فلسفوں اور شرکیات کے تصورات، عیسائی یورپ اور یہودیت وغیرہ کو شامل کر رہے ہیں) میں عورت کی حیثیت پالتو جانور کی سی تھی۔ اس کو کوئی کیسا ہی چاہے استعمال کرے، سب قانوناً، تہذیباً و اخلاقاً روا تھا۔ عورت چاہے ماں ہی کیوں نہ ہو وہ بھی مرد کے مرنے پر وراثت کی صورت بیٹوں میں تقسیم ہو جاتی تھی۔ ایران میں جب مزدکی افکار نافذ تھے تو انسانوں کو اس قدر ’آزادی‘ حاصل تھی کہ جب کسی مرد کا جی چاہتا وہ کسی بھی گھر میں گھس جاتا اور اس گھر میں جس بھی عورت کے ساتھ جو بھی چاہتا کرتا، بلکہ چاہتا تو عورت کو اپنے ساتھ ہی لے جاتا، گھر کے مرد اعتراض نہ کرتے کہ یہ ان کی آزادی کے خلاف تھا اور یہ مرد بھی تو دوسروں کے گھروں میں گھس کر یہی سب کیا کرتے، معاشرے کی حالت اس قدر تباہ کن تھی کہ یہ معلوم نہ تھا کہ کس عورت کے یہاں کس مرد کا بچہ پیدا ہو رہا ہے، بدکاری اس قدر عام تھی اور عورت اس قدر ارزان۔ مزدکی افکار جو دراصل جدید اشتراکیت کی اصل ہیں کہ مطابق تین ’ز‘ کو انسانوں میں برابری سے تقسیم کر دینا چاہیے، یعنی زر، زمین اور زن؛ یعنی زن انسان نہیں تھی۔ ہندوستان میں عورت (ماضی قریب تک) سستی کی جاتی تھی، بدھ مت و ہندومت کی مذہبی کتابوں میں عورت سے ہر قسم کی برائی منسوب کی جاتی تھی اور یہ سب آج بھی کتابوں میں موجود ہے۔ حتیٰ کہ انگلستان میں حالت یہ تھی کہ عورت ’بنیادی انسانی حقوق‘ سے محروم تھی، اس کو مطلقاً پڑھنے لکھنے کی اجازت نہ تھی، حقیر سمجھی جاتی تھی اور اس کو صرف ادنیٰ درجے کی مزدوری کرنے کی اجازت

^۱ مولانا مقصود احمد صاحب لال مسجد آپریشن میں مولانا عبد الرشید غازی شہید کے ہمراہ امریکی اتحادی فوج کی جانب سے شہید کر دیے گئے تھے۔

تھی¹۔ یہودیوں کے یہاں حیض و نفاس کے ایام میں عورتوں کو گھروں سے الگ جانوروں کے کمروں یا اس طرح کے مساوی کمروں وغیرہ میں رکھا جاتا۔ یونان میں عورتیں آبادیوں سے دور کم کھڑکیوں والے مکانوں میں کڑے پہرے میں ٹھہرائی جاتیں۔ چین میں انہیں عمدہ آنازک جسم رکھا جاتا اور ان کے پاؤں کو خاص گول شکل دی جاتی جس کے سبب وہ چلنے پھرنے سے ہی عاری ہو جاتیں۔ عرب میں نومولود سے لے کر جوان لڑکیوں تک کو زندہ درگور کرنے کا رواج عام تھا۔²

جدید جاہلیت میں عورت کا مقام

قدیم جاہلیت تو ایسی تھی، آج کی جدید جاہلیت کو کسی مذہبی نظر سے نہ دیکھیے، عقلی نظر ہی سے دیکھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ آج بھی عورت ماضی کے تعصب اور حقارت کا شکار ہے۔ عورت کی معاشرے میں حیثیت انسان کی نہیں بلکہ ایک قابل تصرف شے کی ہے، جس کا استعمال کیا جاتا ہے بلکہ استحصال کیا جاتا ہے۔ جدید جاہلیت قدیم جاہلیت سے بدتر ہے! عقلی طور پر سوچے کہ کیا ایک خوبصورت مرد جب باہر معاشرے میں نکلتا ہے تو وہ مردوں یا عورتوں کی نظروں کا مرکز بنتا ہے؟ عموماً نہیں! لیکن ایک عورت مستور ہو کر بھی باہر نکلے تو اس پر نظریں پڑتی ہیں۔ تو جو عورت غیر مستور ہو کر باہر نکلے اس کو کس کس زاویے اور کس کس نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا؟ سید قطب شہیدؒ نے اپنے مضمون 'The America I Have Seen' / امریکا الی رأیت میں امریکی عورت کا نقشہ قدرے بے باکانہ انداز میں بیان کیا ہے اور سید قطب کی یہ تحریر امریکی معاشرے میں عورت کے مقام اور اس کی حیثیت اور اس کے استعمال کو ظاہر کرتی ہے، امریکی معاشرہ یعنی نئی دنیا نیو ورلڈ کی معرنا!

چراغ خانہ فانوس خانہ میں سورنگوں اور روشنیوں میں جلوہ افروز ہو، اچھا لگتا ہے اور حفاظت سے رہتا ہے۔ لیکن جب شمع انجن بن جائے تو سر کے بالوں کے رنگ سے پاؤں میں پڑی پازیب تک سبھی پبلک پر اپری ہوئی ہے۔ آج مغربی دنیا میں عورتوں کے لیے ضابطے کا لباس کھلے گلے اور برہنہ ٹانگیں ہیں جبکہ مرد کا چہرہ اور ہاتھوں کے علاوہ سب مستور ہوتا ہے، گلے کی انتہا تک نک مائی اور پاؤں بوٹوں میں بند، کف کلائی تک۔ اولڈ ورلڈ آرڈر میں ظلم بے ضابطگی کے ساتھ کیا جاتا تھا، نیو ورلڈ آرڈر نے اسی جنگلیہ کو جمہوریت کہہ دیا ہے۔ پہلے ہوس ملک گیری میں بادشاہت کا فرما ہوتی تھی اب آئزن ہوو سے جارج بش تک اپنی اقدار آزادی،

¹ چونکہ بہت سے جدید افکار کی جائے پیدائش انگلستان ہے تو یہاں یہ ذکر مفید رہے گا کہ انگلستان میں عورتوں کے ساتھ اس قدر تعصب برتا جاتا تھا اور ان کو اس قدر حقیر جانتے تھے کہ آج سے سو دو سو سال قبل جب کچھ انگریز عورتوں نے کہانیاں اور کتابیں لکھنی شروع کیں تو وہ (مردوں سے اپنے عفت و پردے کی حفاظت کے لیے نہیں بلکہ) مردانہ حقارت آمیز رویے اور تعصب سے بچنے کے لیے مردانہ نام استعمال کرتی تھیں۔ مشہور لکھاری لوئز اے آلکوت (Louisa May Alcott)، اے ایم برنارڈ (A. M. Barnard) کے نام سے، میری این ایونز (Mary Ann Evans)، جارج الیٹ (George Eliot) کے نام سے، اینڈ میری بلائٹن (Enid Mary Blyton) نے اپنے نام سے اپنی جنس چھپانے کی خاطر 'میری' کو ہٹا کر صرف اینڈ بلائٹن کا نام استعمال کیا اور زیادہ

ترقی اور مساوات اور اپنے لائف سٹائل میں وہی جنگیں مسلط کرتے ہیں۔ کبھی سوچے کہ ہر دفتر میں ہر صاحب کی سیکرٹری عورت کیوں ہوتی ہے؟ مردوں کے لیے گاڑیوں کے جی پی ایس سسٹم کیوں عورت کی آواز میں ہدایات کے ساتھ مُشکل (configured) ہوتے ہیں۔ اشتہار داڑھی مونڈنے والے بلیڈ کا ہے لیکن ساتھ میں عورت، ہیوی بائیک مرد نے چلائی ہے لیکن واہیات لباس میں پیچھے عجیب سی سیٹ پر (جس پر مرد بھی بیٹھ کر عذاب کا شکار ہو وہاں) عورت، پر تعیش اور بڑے انجنوں والی گاڑیاں مرد ہی چلاتے ہیں لیکن ان کے بوٹ کے ساتھ یا بوٹ پر لیٹی عورت ہے۔ سیکڑوں ایسی صنعتیں آج دنیا میں موجود ہیں جن کا تصور دو سو سال قبل نہیں کیا جاسکتا تھا، ان سب کا محور عورت ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ عورت کے جسم کے ہر ہر عضو کو بازار میں نیلام کیا جا رہا ہے اور اسے اچھے اچھے عنوانات سے سجا کر بیچ رہے ہیں۔ آج یوکرین کی جنگ میں جنگ سے بھاگے پناہ گزینوں (refugees) کے لیے یورپی لوگ اپنے گھر پیش کر رہے ہیں، لیکن یورپی ذرائع ابلاغ ہی بیان کر رہے ہیں کہ یورپی مرد (خاص کر انگلستانی مرد) صرف عورتوں سے ہمدردی کے اشتہارات اور ان کی کفالت کا اعلان کرتے ہیں، پھر ان کو گھروں میں لا کر جنسی غلام بنا لیتے ہیں (پناہ دینے کے اشتہارات میں عورتوں کی عمر کی بھی حد بندی ہے)۔ #MeToo تحریک میں کتنے مرد سامنے آئے ہیں جن کا جنسی استحصال کیا گیا، یہ عورتیں ہی ہیں جو use بھی ہو رہی ہیں اور abuse بھی۔ قبیحہ گری عام ہے، مکانوں اور اڈوں پر نہیں ہر سمارٹ فون، ہر کمپیوٹر قبیحہ گری کا اڈا ہے اور جسم فروش بے چاری عورت ہی ہے۔ مخلوط اور جدید تعلیمی نظام نے معاشرے کو بنیادوں سے اکھاڑ دیا ہے، ماضی میں لڑکیوں کے گھروں سے بھاگنے کے واقعات نہایت قلیل تھے، اب تو عورت کو بے راہ کر کے بھاگنے کی بھی ضرورت نہیں، عورت اپنے تمام 'رائٹس' کے ساتھ باپ کے گھر میں رہ سکتی ہے اور آشنائی بھی کر سکتی ہے۔ آپ نے کہنے کو اس ہندوستانی مسلمان لڑکی کی ویڈیو شاید کہیں سوشل میڈیا پر دیکھی ہو جو کہتی ہے کہ 'لڑکی کو حق ہے کہ جس کے ساتھ چاہے، جیسے چاہے جی سکتی ہے، وہ چاہے تو شادی کر کے شوہر کے ساتھ گھر میں بوائے فرینڈ بھی رکھ سکتی ہے، It's her life، It's her choice'۔

اس سب بے باکی پر ہمیں عذر دیجیے، میرا جسم میری مرضی تو ابتدا ہے، دنیا بھر میں یہ منڈی اب چوپٹ کھلتی ہے، جس میں دیوٹ بڈھے جو شاید وہیل چیئرز پر گھسیٹ کر لائے جاتے ہیں عورتوں کا ہر رنگ و زوایے سے تجزیہ کرتے ہیں۔ اس تحریک نسوانیت / فین ازم کی مادر پدر

دور نہ جائے ابھی زندہ لوگوں میں جو آن کیتھلین راولنگ (Joanne Kathleen Rowling) نے 'مرد مخاطبین' کے تعصب سے بچنے کے لیے اپنا قلمی نام 'جے کے راولنگ' اختیار کیا اور جے کے راولنگ نے اپنا ایک اور مردانہ قلمی نام 'رابرٹ گلبریٹھ' (Robert Galbraith) بھی رکھا!!!

² ملاحظہ ہو مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب 'اسلام میں عورت کا درجہ اور اس کے حقوق و فرائض' اور آزاد دائرۃ المعارف ویکی پیڈیا: انگریزی و فارسی۔

آزاد لغویات کا تو ذکر بے کار ہے، 'اپنا کھانا خود گرم کر لو' اور 'چائے خود بنا لو' میں بظاہر کوئی مضائقہ نہیں۔ سیوں وجوہات کے سبب کوئی بھی عورت وہ ماں ہو، بہن ہو یا بیٹی ہو یا انہی تین رشتوں میں جڑے ہونے کے ساتھ کسی کی بیوی ہو، وہ اپنے گھر میں یہ سبھی کام اپنے شوہر کو کہہ سکتی ہے، حتیٰ کہ سخت بات کہہ سکتی ہے بلکہ غصے کا اظہار اور شکوہ بھی کر سکتی ہے^۱۔ لیکن اسی کو نعرہ بنادینا، عورت ہر وہ کام کرے جو مرد کرتا ہے اور مرد ہر وہ کام کرے جو عورت کرتی ہے، کھانا گرم کرنے سے بچوں کے ڈانپہر بدلنے تک، معاشرے کے کتنے ہی مرد یہ کام کرتے ہیں، اس سب کو تحریک بنادینے سے صرف ایک نتیجہ نکلتا ہے اور وہ ہے بنیادی انسانی اکائی (unit) یعنی گھر کا ٹوٹنا۔ خود مغربی مفکرین نے آج سے دہائیوں قبل 'ویمین ایسپاورمنٹ' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا اور بولا ہے کہ 'صنعتی مساوات اور عورتوں کو فلموں، ڈراموں، کہانیوں میں کلیدی یا مرکزی کردار دکھانے کا مقصد معاشرے میں بنیادی انسانی اکائی (basic human unit of society) توڑنا ہے، اور یہ نتیجہ ہم صبح و شام ملاحظہ کر رہے ہیں۔

گو کہ یہ تمہیدی کلمات کافی طویل ہو گئے ہیں، لیکن عورت کی آزادی کے نام پر غلامی اور انسانی معاشرے کو توڑنے والی تہذیب چاہے وہ جاہلیتِ قدیمہ ہو یا جدیدہ کا بیان پچھلی سطور میں نہایت عامیانه انداز میں مختصر ہی کیا گیا ہے۔

امارتِ اسلامیہ کے ۲۰۲۱ء میں قیام سے قبل افغانستان کی صورتِ حال

عورت کی گود وہ جگہ ہے جہاں انسانیت نے ہمارے والد آدم علیہ السلام اور والدہ حضرت حوا علیہا السلام کے علاوہ جنم لیا۔ انبیاء، صدیقین، شہداء و صالحین سبھی عورت سے پیدا ہوئے۔ دنیا کی چار معزز ترین عورتوں کو دیکھیے۔ آسیہ علیہا السلام کی گود میں فرعون کو تباہ کرنے والے موسیٰ علیہ السلام پلے۔ حضرت مریم علیہا السلام کی کوکھ سے مسیح عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، بعد از خدا بزرگ و برتر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شریکِ حیات ہیں اور ایک اور بہترین عورت کی ماں بھی۔ سیدۃ النساء اہل الجنۃ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زوجہ ہیں اور سید اشباب اہل الجنۃ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی ماں ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل تاقیامت جاری و ساری ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ یاد کیجیے کہ جب ایک شخص اپنی بیوی کی شکایت لے کر حضرت فاروق اعظمؓ کے گھر کی طرف آیا، جب قریب پہنچا تو گھر کے اندر سے حضرت عمرؓ کی زوجہ ام کلثوم کی آواز آئی جو حضرت عمرؓ پر برہم ہو رہی تھیں۔ یہ سن کر وہ شخص واپس مڑ گیا اور اپنے آپ سے کہنے لگا کہ "حضرت عمرؓ تو خود اپنے گھر میں اسی مشکل سے گزر رہے ہیں جس کی شکایت میں لے کر آیا تھا (تو یہ میری کیا مدد کریں گے؟)"۔ ایسے میں حضرت عمرؓ اپنے گھر سے باہر آگئے اور اس جانے والے کو جاتا دیکھا۔ آپؓ نے اس جانے والے کو بلایا اور مسئلہ دریافت کیا تو اس نے کہا کہ "میں اپنی بیوی کی شکایت لے کر آپ کے پاس آیا تھا، لیکن جب میں نے آپ کی بیوی کے الفاظ سنے تو میں واپس پلٹ گیا"۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں اس لیے اپنی بیوی کی یہ (تعلل) باتیں

انہی عورتوں کی گود میں ابنِ قاسم جنم لیتے ہیں، طارق بن زیاد و صلاح الدین تاملامع، اسامہ بن لادن و ایمن الظواہری انہی ماؤں کی گودوں میں پلتے ہیں اور بڑے ہو کر دنیا کی تاریخ بدل دیا کرتے ہیں۔

امارتِ اسلامیہ افغانستان، اسلام کی پابند ایک حکومت ہے۔ اسلام میں عورت کے مقام کو قرآن و سنت نے واضح کیا ہے۔ عورت کے حقوق بھی بتائے ہیں اور واجبات بھی۔ سلف و خلف کے سیکڑوں علمائے کرام کی سیکڑوں تصنیفات و تالیفات اس موضوع پر موجود ہیں اور ان تصنیفات و تالیفات سے بڑھ کر مردوں کا عورتوں کے ساتھ تعامل اور عورتوں کا مسلمان معاشرے میں صرف رسول محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے آج تک نہیں، بلکہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ان کے ساتھ حضرت حوا علیہا السلام کی موجودگی سے آج تک مسلمان خواتین کا کردار زندہ جاوید ہے۔

عورت معاشرے کا ایک کلیدی کردار ہے۔ کہیں اس کردار کی اہمیت مرد سے کم ہے، کہیں برابر تو کہیں مرد سے بڑھ کر۔ ایک محترم داعی دین سے سوال پوچھا گیا کہ کیا اسلام میں عورت کا مقام مرد کے مساوی (equal) ہے؟ تو ان محترم داعی دین نے بڑا ہی خوبصورت جواب دیا کہ 'عورت اور مرد کے مقام کو اسلام نے "متوازن" (balance) کر دیا ہے'۔ اس کائنات میں ہر شے ایک توازن کے ساتھ موجود اور قائم ہے، بقول اقبال:

ہر ایک چیز سے پیدا خدا کی قدرت ہے
کوئی بڑا، کوئی چھوٹا، یہ اس کی حکمت ہے
نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی برا نہیں قدرت کے کارخانے میں

پانی ہوا کے برابر نہیں اور ہوا پانی کے برابر نہیں، دشت اپنی جگہ اچھے اور بن اپنی جگہ بھلے۔ پھر عقل کے مارے کہیں گے کہ عورت کی مثال میں بے جان چیزیں پیش کر دیں۔ کیا امریکی صدر اور امریکی سی آئی اے کا سربراہ برابر ہیں؟ یہ دونوں مرد ہیں لیکن ان کے حقوق بھی اور ہیں اور واجبات بھی اور۔ یہ نظام کائنات ایسے ہی چلتا ہے، متوازن، بیلنس کے ساتھ۔

برداشت کرتا ہوں کہ اس کے مجھ پر حقوق ہیں۔ پہلی بات یہ کہ وہ جنم سے میری حفاظت کا ذریعہ ہے کہ وہ میرے دل کی حرام کاموں سے حفاظت کرتی ہے (یعنی حافظِ عصمت ہے)۔ دوسرا یہ کہ وہ میرے گھر کی حفاظت کرتی ہے، خاص کر کہ جب میں گھر سے باہر ہوتا ہوں اور وہ میرے مال و اسباب کی بھی محافظ ہے۔ تیسرا یہ کہ وہ میرے لیے دھوبی کا کام بھی کرتی ہے کہ میرے کپڑے دھوتی ہے۔ چوتھا وہ میرے بچوں کی پرورش کرتی ہے۔ پانچواں وہ میرے لیے کھانا پکاتی ہے اور روٹی پکاتی ہے۔ یہ سن کر وہ شخص کہنے لگا کہ "میری بیوی کا بھی (میرے ساتھ آپ کی بیوی جیسا ہی معاملہ ہے، لیکن میں اس کی تلخ کامی) کو برداشت نہیں کرتا۔ اب میں اس کے ساتھ صبر کیا کروں گا"۔ (تنبیہ الغافلین از امام ابوالبیٹ سمرقندی)

یہاں کمر عرض ہے کہ امارت اسلامیہ افغانستان کے نظام و کردار کے بیان کے دوران اس تحریر میں ہمارا معیار حسب استطاعت اسلامی احکام و آداب و اخلاق و تعامل ہے اور عقل و معاشرے کی اقدار اور عرف و طریقے بھی۔

امارت اسلامیہ افغانستان، جب ۱۵ اگست ۲۰۲۱ء کو پورے افغانستان میں قائم ہوئی تو افغانستان میں بھی عورتوں کے استعمال و استحصال کے طریقوں میں باقی دنیا کی نسبت کوئی ممتاز فرق نہ تھا۔ بلکہ افغانستان میں اب تک قدیم جاہلیت کے بھی براہ راست بعض اثرات موجود تھے۔ کسی زمانے میں شہر کابل کو ایشیا کا پیرس کہا جاتا تھا۔ جو لوگ پیرس کی 'صفات' سے واقف ہیں وہ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ کابل کو پیرس کیوں کہتے تھے۔ افغانستان پیسوں کا مرکز رہا ہے اور Hippie Trail کی ایک اہم گزرگاہ۔ یہاں کا بادشاہ امان اللہ خان وہ پہلا بے دین و لادین شخص تھا جس نے عورتوں کو (جدید معنوں میں) 'آزاد' کیا۔ ساتھ میں اس کی بیوی ملکہ ثریا بھی لادین و آزاد خیال و غیر مستور عورت تھی، جس نے 'عورتوں کے حقوق' کے لیے افغانستان میں بہت سا کام کیا۔ امان اللہ خان نے افغانستان کی سیاست و ثقافت اور معاشرت کو مغربی ڈگر پر ڈالنے کی کوشش کی۔ عورتوں کو گھروں سے نکالا اور ہر اس جگہ پر عورتوں کو لایا گیا جہاں آج مغربی تہذیب حیوان نما مردوں کی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے عورتوں کو لائی ہے۔ پردہ دار افغان معاشرے کی عورتیں تنگ پتلون شرٹوں، شارٹ سکرٹ، حتیٰ کہ منی سکرٹوں میں بازاروں، اداروں اور یونیورسٹیوں میں لائی گئیں۔ بعد ازاں افغانستان میں روس کے حملے اور پسپائی تک ایسے ہی حالات رہے۔ امارت اسلامیہ افغانستان کو اپنے پہلے دور (۱۹۹۶ تا ۲۰۰۱ء) میں بھی ان برائیوں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن جلد ہی ان برائیوں کے مظاہر پر قابو پا لیا گیا۔ برائی کے زیادہ نہ پھیلنے کا ایک اہم سبب جدید میڈیا اور مواصلاتی ٹیکنالوجی کا نہ ہونا تھا۔ ۲۰۰۱ء میں شریعت اسلامیہ کو معطل کرنے اور اپنے لائف سٹائل اور آزادی، مساوات و ترقی کے فاسد سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کو نافذ کرنے کے لیے افغانستان پر امریکہ نے حملہ کر دیا۔ پھر ۲۰۰۱ تا ۲۰۲۱ء، بیس سال تک جدید مغربی جاہلی ثقافت کو افغان ثقافت کے ملاپ (blend) کے ساتھ قائم کیا اور رکھا گیا۔ کابل و قندھار اور مزار و ہرات میں عورتوں کو پھر زینت محفل و بازار بنایا گیا اور شہروں کے بعض مقامات پر چلتے ہوئے ایسا گمان ہوتا تھا گویا افغانستان نہ ہو یورپ ہو۔ میرے ایک دوست نے کہا 'شریعت کا حکم تو عورتوں کے مقابل غضب بصر کا ہے لیکن عورتوں کی بے جابابی بلکہ فحاشی اس درجے کو پہنچی ہوئی تھی کہ بعض علاقوں میں اگر کوئی عورت بالکل سامنے آجائے تو نیچے اس کے پاؤں اور ناگوں کی طرف دیکھنا شکل دیکھنے سے زیادہ بڑا فتنہ تھا'۔ مخلوط یونیورسٹیوں اور تعلیمی اداروں کا ماحول اور اگر کمرہ درس مخلوط نہ بھی تھا تو بھی

ان تعلیمی اداروں کا عمومی ماحول ایسا بنا دیا گیا کہ بڑی یونیورسٹیوں میں لڑکے لڑکیاں جوڑا جوڑا (couple) بن کر گھومتے۔ ایک درمی زبان پنج شیری افغان ٹوٹر صارف کے مطابق یونیورسٹیوں میں نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ علوم شرعیہ پڑھنے والے طلبہ و طالبات دن میں قرآن و حدیث و فقہ و قضاء پڑھتے اور رات کو بدکاری کیا کرتے تھے^۱۔

حتیٰ کہ افغانستان کے مسلم معاشرے میں عورتوں کی ذہنیت اس قدر بدل دی گئی اور فطرت اس قدر مسخ کر دی گئی کہ کابل کی سڑکوں پر بعض لادین عورتوں نے امارت اسلامیہ کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے حجاب کو آگ لگائی، حالانکہ اس وقت امارت اسلامیہ کی وزارت امر بالمعروف و نہی عن المنکر نے حجاب کو امر آئندہ نہیں کیا تھا۔

طالبان اور طالبان کی خواتین کی عائلی زندگی

افغانستان کے معاشرے میں امریکہ نے جدیدیت کا تزکا تو لگا لیا لیکن یہاں کی معاشرت میں عموماً عورتوں پر بہت سختی کی جاتی ہے۔ افغانستان کے قصوں اور دیہاتوں میں دوران جہاد قائم کو کئی ایسے مواقع کا علم ہوا جہاں افغان عورتیں کسی عام افغان کی نسبت طالب یا مجاہد سے شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کرتیں۔ اور اس کا سبب مجاہدین یا طالبان کا خوش اخلاق ہونا تھا۔ افغانستان کے دیہاتوں کی زندگی بہت سخت ہوتی ہے۔ کنوؤں، چشموں، چھوٹی نہروں یا ٹیوب ویلوں سے پانی بھر بھر کر ڈھونا، گائے بکریاں وغیرہ سنبھالنا، لکڑی یا گوبر کے اوپلوں پر کھانا اور روٹی پکانا، کھیتوں میں کام کرنا، مستقل مہمانداری، گھر کا انتظام، حتیٰ کہ زیر رہائش مکان کی مرمت، چھتوں کی لپائی، سردیوں میں چھتوں اور گھروں میں موجود چبوتروں سے برف ہٹانا اور پھر گھروں کو گرم رکھنے کے لیے تازہ خانہ^۲ جلانا یعنی شم گرمی و سردی کے موسموں کی تلخی وغیرہ بھی۔ اتنے مستقل کاموں کے ساتھ اگر شوہر اچھے اخلاق کا مظاہرہ بھی نہ کرے تو زندگی واقعی عذاب بن جائے۔

پھر راقم نے اپنی محرم خواتین کے ذریعے کئی ایک طالبان کے گھر کی عورتوں سے پوچھا تو انہوں نے گھر اور خاندان کے دیگر مردوں کے مقابلے میں گھر کے ان مردوں جو مجاہد یا طالب بھی تھے کے عالی اخلاق ہونے کی گواہی دی۔ خود راقم نے بھی جن مجاہدین کے ساتھ براہ راست تعامل کیا تو ان کو ان کی بیویوں اور گھر کی عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا پایا۔

افغان معاشرے میں کئی جگہوں پر 'بیٹیوں' کی پیدائش کو اب بھی عار سمجھا جاتا ہے، بیٹیاں ہی پیدا کرنے والی عورتوں کو بھی حقیر جانا جاتا ہے کہ افغانستان بنیادی طور پر ایک قبائلی معاشرہ

ہیں تو تازہ خانے کے دونوں سرے بند کر دیے جاتے ہیں تاکہ حدت اندر مقید ہو جائے۔ راقم کا خیال ہے کہ شاید تازہ خانہ اصل میں تاب خانہ ہو گا کہ تاب گرمائش کو کہتے ہیں، اس لیے کہ افغانستان کی درمی زبان جو فارسی ہی کی ایک قسم ہے، میں کئی الفاظ میں لفظ 'کو' بولا جاتا ہے، مثلاً آفتاب کو 'آفتاو'، مہتاب کو 'مہتاو' وغیرہ۔

۱ بحوالہ ٹوٹر: @thesurepath1

۲ تازہ خانہ افغانستان وغیرہ میں زیر زمین گرمائش کا ایک نظام ہوتا ہے، جس میں فرش پر پتھر کی سیلیں ہوتی ہیں اور ایک طرف کو تنور یا بڑی سی انگلیشی نما جگہ جہاں آگ جلائی جاتی ہے، آگ کی تپش اور دھواں فرش کے نیچے سے ہو کر دیوار میں چھنی نما پائپ سے ہو کر چھت سے نکل جاتا ہے، جب آگ بجھ جاتی ہے اور انگارے رہ جاتے

امارتِ اسلامیہ کا عورتوں کو ان کے حقوق دینا

فتح افغانستان کے بعد جب امارتِ اسلامیہ کو افغانستان میں حکومت و تمکین حاصل ہو گئی تو امیر المومنین شیخ ہبہ اللہ اخوندزادہ (نصرہ اللہ) نے اپنے ایک فرمان 'حقوقِ خواتین کے حوالے سے فرمانِ خاص (مؤرخہ ۲۸ ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ)^۱ کے ذریعے عورتوں کو ان کے شرعی اسلامی حقوق فراہم کیے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ اسی طرح بعض دیگر حکم ناموں اور فرامین کے ذریعے بھی امیر المومنین نے عورتیں کے کئی ایک حقوق ان کو فراہم کر دئے جانے کی یقین دہانی کروائی۔

وَلَوْزِ پر پابندی

افغان معاشرے میں اور پاکستان کے بعض قبائلی علاقوں میں بھی وَلَوْز نامی ایک رسم پائی جاتی ہے جس میں باپ یا بھائی اپنی بیٹی یا بہن کی شادی کے موقع پر بیٹی کے عوض پیسے لیا کرتا ہے۔ اس رسم کی ہزار اچھی تاویلات کر لی جائیں اور بھلے نسبتاً متدین و مہذب لوگ حاصل شدہ پیسے کو بیٹی ہی پر دوبارہ خرچ کر دیں، لیکن یہ ایک فتنہ رجم ہے اور عورت سے اس کے درجہ انسانیت و شرف کے مطابق معاملہ نہ کرنے کا ایک مظہر ہے۔ پیسہ وصول کرنے کی مختلف علاقوں میں، مختلف قوموں، قبیلوں وغیرہ کے اعتبار سے الگ الگ شرح ہوتی ہے، دو چار ہزار امریکی ڈالر سے لے کر پچاس ہزار ڈالر تک یہ رقم وصول کی جاتی ہے^۲۔ ظلم کی انتہا تو یہ ہے کہ بعض خاندانوں میں باپ اپنی دو تین سالہ بیٹی کی بھی نسبت کسی سے طے کر دیتا ہے اور اس کے بعد جب تک بیٹی بالغ نہیں ہوتی اس سارے عرصے میں کپڑے اور خوراک کے پیسے بھی بچی کے ہونے والے شوہر سے وصول کرتا ہے، اس طرح کا ایک واقعہ راقم السطور نے خود صوبہ پکتیکا کے علاقے گول میں دیکھا۔

امیر المومنین شیخ ہبہ اللہ اخوندزادہ نے اپنے ایک فرمان کے ذریعے ولور کی اس غیر اسلامی و غیر انسانی رسم پر پابندی عائد کر دی ہے۔ راقم کی معلومات کے مطابق افغانوں کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ہے کہ کسی افغان حکمران نے ولور کو ناجائز کہہ کر اس پر پابندی عائد کی ہو۔ ولور کی رقم افغان معاشرے میں اس درجہ اہمیت حاصل کیے ہوئے ہے کہ بڑے بڑے علماء بھی اس رسم کے خلاف بات کرتے ہوئے ہچکچاتے تھے۔ ولور کی رسم اب بھی موجود ہے، لیکن جس طرح امیر المومنین اور ان کے تحت امارتِ اسلامیہ کے دیگر احکام تدریجاً معاشرے میں نافذ ہو کر

ہے اور قبائلی معاشرے میں قوت کا نشان بھائی، بیٹے، بھتیجے ہوتے ہیں۔ یوں عام افغانوں کے مقابلے میں طالبان اپنی بیٹیوں سے محبت کرنے والے اور ان کی پیدائش پر خوش ہونے والے ہوتے ہیں۔ بلکہ صوبہ زابل کے علاقے خاکِ افغان میں راقم نے مشاہدہ کیا کہ وہاں ایک طالب مجاہد جن کا نام حاجی داود تھا کی جواں سال بیٹیاں بھی صبح دیر تک سوتی رہتیں۔ افغان معاشرے میں عموماً صبح کے وقت بعد از فجر سویا نہیں جاتا اور عورتوں کے لیے تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ انہوں نے بہت سے گھر داری کے کام کرنا ہوتے ہیں۔ لیکن حاجی داود صاحب کی بیٹیاں دیر گئے تک سوتیں، پوچھنے پر حاجی داود کی اہلیہ نے بتایا کہ یہ اپنے باپ کی بہت چیتنی اور لاڈلی ہیں، باپ ان کو کہتا ہے کہ صبح آرام سے اٹھا کرو۔ اسی طرح جیسے کئی دیگر معاشروں میں جس عورت کے یہاں اولاد نہ ہوتی ہو تو اس کی عزت نہیں ہوتی، افغان معاشرے میں بھی یہ چیز پائی جاتی ہے۔ البتہ راقم نے مشاہدہ کیا کہ طالبان اپنی ایسی بیویوں کے ساتھ عزت سے پیش آتے ہیں (جو ان کا حق ہے کہ ان کا نقص ان کا اپنا پیدا کیا ہوا نہیں ہے، اللہ ہی کی حکمت بالغہ کے مطابق تخلیق ہے)۔

شہروں میں جاہلی تہذیب کے اثرات کے سبب افغانستان میں بھی عورتوں کو گھورنے، تاڑنے یعنی بد نظری کا مرض پایا جاتا ہے۔ لیکن افغان عرف و روایات اور دین داری کے سبب افغانستان کے دیہی علاقوں (جو شاید افغانستان کا رقبہ کے لحاظ سے نوے فیصد اور آبادی کے لحاظ سے دو تہائی ہوں) میں دوسرے کی عورت کو نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ سرے سے دیکھا ہی نہیں جاتا۔ یہاں اس بات کا ذکر بھی مناسب ہو گا کہ افغانستان کی اکثر خواتین گھر سے باہر نکلنے وقت چادر سے چادور (ٹوپی برقعہ) یا بڑی چادر سے اپنے آپ کو ڈھانپتی ہیں، یا عرب انداز کا وہ برقعہ اوڑھتی ہیں جو بڑے صغیر میں بھی عام رائج ہے، سوائے ان 'ایک' فیصد عورتوں کے جن کو مغربی افکار و ثقافت نے اتنا بے حیابا نہ دیا کہ وہ بے حجاب ہو کر بلکہ بعض فحش لباس میں باہر نکلنے کی جرأت کرتی ہیں۔

طالبان کا اپنی عائلی زندگی میں اچھا ہونا، دین داری کے سبب ہے۔ جس کا دین جتنا اچھا ہو گا وہ اتنا ہی بااخلاق ہو گا۔ عورتوں کے ساتھ حسن اخلاق کے موضوع پر علماء و صوفیہ کی سیکڑوں کتب موجود ہیں جن میں قرآن و حدیث کے احکام بیان کیے گئے ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی کے ہر اہم موقع پر عورتوں سے اچھے اخلاق اور بھائی سے پیش آنے کا حکم و تلقین و نصیحت فرمائی ہے۔

۱۔ امیر المومنین کا یہ فرمان مجلہ 'نوائے غزوہ ہند' کے نومبر و دسمبر ۲۰۲۱ء کے شمارے میں صفحہ نمبر ۸ پر دیکھا جا سکتا ہے۔

۲۔ یہاں ڈالر اس لیے درج کیا گیا ہے کہ پاکستانی روپے کی قدر اس وقت حکمرانوں کی دین و وطن دشمن پالیسیوں کے سبب سخت بری حالت میں ہے اور افغانی کرنسی درج کریں گے تو قاری کو اس کا ریٹ خاص کر دیکھنا پڑے گا، غم،

حد کمال کو پہنچ چکے ہیں یا اس طرف سفر جاری ہے تو ان شاء اللہ یہ حکم بھی کلیتاً افغانستان میں نافذ ہو جائے گا!

عورتوں کی نکاح کے لیے رضامندی

اسلام نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ نکاح کے لیے اپنی رضامندی کا اظہار کرے یا مردنا پسند ہونے کی صورت میں یا کسی اور وجہ سے اس سے شادی سے انکار کر دے۔ لیکن یہ حق بڑے صغیر و افغانستان کے معاشرے میں مفقود رہا۔ بڑے صغیر میں اولاً تو علمائے کرام اور داعیانِ دین کی محنت اور عادل و مسلمان حکمرانوں کے سبب عورتوں کو ان کا یہ جائز حق ملا اور پھر بعد میں جاہلی تہذیب کے زور نے تعلق نکاح پر ہی تیشے چلانا شروع کر دیے ہیں کہ آج عورتوں کو حق طلاق دینے کی تحریکیں چل رہی ہیں جن کا مقصد عورتوں کو کوئی حق دلانا نہیں بلکہ گھروں کو توڑنا ہے۔ البتہ نکاح کے وقت عورت کی رضامندی کا حق افغانستان کے معاشرے میں وہ شہری ہو یا دیہاتی اکثر عورتوں کو حاصل نہیں۔

امیر المومنین نے اولاً مذکور اپنے فرمان خاص کے ذریعے حکم جاری کیا:

”نکاح (شادی) کے لیے بالغ عورت کی رضامندی حاصل کرنا ضروری ہے۔ (نکاح میں فریقین کا ہم کفو ہونا بھی ضروری ہے اور فتنہ و فساد رفع کرنے کا اصول مد نظر رکھا جائے) کوئی شخص زور زبردستی سے کسی خاتون کو نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا۔“

عورت: جائیداد یا ملکیت نہیں محترم انسان

اسی طرح عورتوں کو دشمنی یا جنگ ختم کرنے کے لیے یا صلح کا معاہدہ کرنے کے لیے افغانستان و قبائلی علاقہ جات میں استعمال کیا جاتا ہے۔ امیر المومنین نے اس پر بھی مطلقاً پابندی عائد کی اور فرمان خاص میں فرمایا:

”عورت کسی کی ملکیت یا جائیداد نہیں بلکہ ایک آزاد و محترم انسان ہے، کوئی شخص کسی دوسرے کے ساتھ جنگ و دشمنی ختم کرنے یا صلح کا معاہدہ کرنے کے لیے عورت کا سودا نہیں کر سکتا۔“

بیوہ کو حقوق کی فراہمی

افغانستان، پاکستان کی پنجابی، کشمیری و سندھی قوموں اور بلوچ و پشتون قبائل میں یہ روایت عام رہی ہے اور اب بھی موجود ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر مر جائے تو شوہر کا بھائی اس عورت سے نکاح کرنے کو اپنا حق سمجھتا ہے، یا عورت کے وفات شدہ شوہر کے رشتہ دار اس عورت کو اپنے گھر کا فرد سمجھتے ہوئے اس کی آئندہ زندگی (شادی وغیرہ) کے متعلق فیصلہ کرنے کو اپنا حق

و اختیار سمجھتے ہیں۔ اگر یہ نہیں ہوتا اور بیوہ اپنے میکے میں آ جاتی ہے تو بعض دفعہ باپ بھائی عورت کی رضامندی کے بغیر اس کی شادی بزور کروانا چاہتے ہیں۔ ایسے واقعات کی ہمارے معاشروں میں بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

راقم السطور کو افغانستان کے صوبہ پکتیکا کے ضلع اومنے میں سنہ ۲۰۱۵ء میں ہونے والے ایک واقعے کا علم ہوا جب ایک بیوہ عورت کا باپ اور بھائی و لور کے لالچ میں اپنی بیٹی کا زبردستی دوسرا نکاح کروانا چاہتے تھے، جب کہ خاتون اس پر راضی نہ تھی۔ المختصر یہ بات طالبان تک پہنچی۔ مجاہدین نے یہ معاملہ شریعت کے مطابق حل کروانے کی کوشش کی لیکن خاتون کا باپ زور آور آدمی تھا، وہ بد معاشی کرنے لگا۔ لہذا مجاہدین نے طالبان حکام کے امر پر اس شخص اور اس کے بیٹے کو جنوبی وزیرستان کے صدر مقام وانا کے بازار سے ملحق اپنے ایک مرکز میں کھانے کی دعوت پر بلایا جہاں راقم خود موجود تھا۔ اس دعوت میں بلا کر مجاہدین طالبان نے اس شخص کو اس کے بیٹے کے ہمراہ گرفتار کیا اور شرعی فیصلے کے لیے متعلقہ قاضی وغیرہ کے سامنے پیش کر کے خاتون کو اس کا حق دلوا دیا۔

اسی حق کی ادائیگی کی خاطر امیر المومنین نے اپنے فرمان خاص میں حکم فرمایا:

”شوہر کے انتقال کی صورت میں، شرعی عدت (چار ماہ دس دن یا مدت حمل) گزرنے کے بعد، بشمول بیوہ کے خاندان و رشتہ داروں کے، کسی کے لیے روا نہیں کہ وہ بیوہ سے زبردستی، اس کی مرضی کے خلاف نکاح کرے۔ بیوہ شادی کرنے یا اپنے مستقبل سے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار خود رکھتی ہے۔ (گو کہ اس میں بیوہ کے لیے دوسری شادی کی صورت میں فریقین کے مابین برابری رہم کفو ہونا اور فتنہ و فساد رفع کرنے کا اصول مد نظر رکھا جائے گا)۔“

اسی طرح بیوہ عورتوں کو اکثر حق مہر ادا نہیں کیا جاتا، بلکہ کئی جگہوں پر بیوہ کے لیے حق مہر کا تصور ہی نہیں، اس حوالے سے امیر المومنین نے فرمایا:

”اپنے نئے خاوند سے ’مہر‘ حاصل کرنا بیوہ کا شرعی حق ہے۔“

عورتوں کا حق وراثت

یہ روایت تو بالکل عام ہے کہ عورتوں کو باپ یا شوہر کی وراثت میں سے اس کا حق نہیں دیا جاتا۔ راقم السطور کا تعلق ایک پنجابی۔ کشمیری خاندان سے ہے، ہمارے خاندان میں پہلی بار عورتوں کو باپ اور شوہر کی وراثت میں سے شرعی تقسیم کے اعتبار سے حق، راقم السطور کے والد صاحب (مدظلہ) نے دیا جب ہمارے دادا کا انتقال ہوا، حالانکہ ہمارا خاندان بڑا پڑھا لکھا اور مہذب و ماڈرن کہلاتا تھا اور بنیادی طور پر برطانیہ میں مقیم ہے۔ عورتوں کو حق وراثت نہ دینا

ہمارے خاندان و علاقے میں اس قدر عام تھا کہ یہی 'ناحق'، 'حق' کے طور پر معروف تھا۔ جب ہمارے والد نے اپنی بہنوں کو حق وراثت تقسیم کیا تو ہماری پچھپیوں نے خود اس کو لینا روایات کے خلاف ہونے کے سبب عار جانا اور ہمارے آبائی علاقوں میں ہمارے والد کے بارے میں چھپ چھپا کر باتیں کی گئیں۔ یہی حال افغانستان وغیرہ میں بھی ہے۔ عورتوں کو ان کے والد، شوہر اور بیٹوں وغیرہ کی وراثت میں سے حق دینے کو امیر المومنین نے اپنے فرمان کے ذریعے یقینی بنایا:

”عورت اپنے شوہر، بچوں، والد اور رشتہ داروں کے مال میں وراثت کا حق رکھتی ہے اور کوئی شخص اسے اس حق سے محروم نہیں کر سکتا۔“

ایک سے زیادہ بیویوں کے درمیان عدل و مساوات

ایک سے زیادہ عورتوں کے درمیان عدل و مساوات قائم کرنا تو ہمارے معاشروں میں عموماً مفقود ہے اور قبائلی معاشروں میں تو بے عدلی نہیں ظلم رائج ہے۔ بیویوں کے درمیان عدل و مساوات قائم نہ کرنا بڑا ہی گناہ ہے اور اللہ ﷻ کے واضح احکام کی خلاف ورزی ہے۔ عدل و مساوات کو قائم رکھنے کے لیے امیر المومنین نے مذکورہ فرمان خاص میں حکم صادر کیا:

”ایک سے زیادہ نکاح کرنے والے حضرات کے لیے ضروری ہے کہ وہ شریعت مطہرہ کے مطابق تمام خواتین کے حقوق ادا کریں اور ازواج کے مابین عدل و مساوات قائم کریں۔“

فرمان مذکور میں درج دیگر ہدایات

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جس فرمان خاص کے اقتباسات پچھلے عنوانات کے تحت ذکر کیے گئے ہیں، اس فرمان خاص میں درج دیگر ہدایات کو بھی یہاں نقل کر دیا جائے۔ یہ ہدایات امارت اسلامیہ افغانستان کی عورتوں کے حقوق کے حوالے سے خشیت الہی اور عورتوں کو ان کے حقوق کی فراہمی کو یقینی بنانے کی ایک مثال ہیں۔ جس وقت حضرت امیر المومنین (نصرہ اللہ) نے یہ فرمان جاری کیا تو دنیا بھر کے میڈیا نے اس بیان کو یہ رنگ دیا کہ امارت اسلامیہ نے 'عورتوں کے حقوق' سے متعلق بین الاقوامی دباؤ کے سبب یہ بیان جاری کیا ہے۔ اس پر امیر المومنین اور آپ کے تحت امراء نے بعض نجی و عوامی محافل میں تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ 'ہم نے یہ احکام اللہ ﷻ کو راضی کرنے کے لیے جاری کیے ہیں مخلوق میں سے کسی کو خوش کرنے کے لیے نہیں، عورتوں کو ان کا حق دینا شریعت کا حکم ہے اور یہی ہمارا ان فرامین سے مطمح ہے!۔ اس فرمان میں مزید کہا گیا:

”اس فرمان کے درست طور پر نفاذ کے لیے تمام متعلقہ اداروں کو درج ذیل اقدامات کرنے کی ہدایت کی جاتی ہے:

• وزارت حج و اوقاف کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ علمائے کرام کو عوام کے درمیان خواتین کے حقوق سے متعلق آگاہی پھیلانے کی تحریض دلائے، تاکہ وہ اپنے خطوط و دروس اور تبلیغ کے ذریعے عوام میں یہ شعور پیدا کریں کہ خواتین پر ظلم اور ان کے حقوق کی پامالی، اللہ تعالیٰ کے غیض و غضب اور ناراضگی کا سبب ہے۔

• وزارت اطلاعات و ثقافت کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے وسائل استعمال کرتے ہوئے حقوق خواتین کے حوالے سے تحریری و صوتی مضامین اور مقالے شائع اور نشر کرے اور دیگر لکھاری و ادیب حضرات اور داعیان و مبلغین کی بھی حوصلہ افزائی کرے کہ وہ اس موضوع پر مفید مقالے لکھیں اور نشر کریں تاکہ خواتین کے شرعی حقوق کے موضوع پر علمائے کرام اور عوام الناس کی توجہ حاصل ہو اور عورتوں پر جاری ظلم کا خاتمہ کیا جاسکے۔

• عدالت عظمیٰ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنی تمام ذیلی عدالتوں کو حکم نامے جاری کرے کہ خواتین کے حقوق سے متعلق بالعموم اور بیواؤں کے حقوق سے متعلق بالخصوص، تمام درخواستوں کو درست، مناسب اور با اصول طریقے سے سنا جائے اور ان پر غور کیا جائے تاکہ خواتین کو ان کے شرعی حقوق حاصل کرنے اور ظلم و جبر سے چھٹکارا حاصل کرنے کے معاملے میں مایوسی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

• تمام والی (صوبائی گورنر) اور ولسوال (ضلعی کمشنر) حضرات کے لیے ضروری ہے کہ اس فرمان پر عمل درآمد کے لیے مذکورہ وزارتوں اور عدالت عظمیٰ کے ساتھ مکمل تعاون کریں۔“

خواتین کی عائلی زندگی میں گھریلو تشدد کے حوالے سے حقوق کی فراہمی کی ایک مثال

حکومت حاصل ہونے سے قبل ایک خاتون کو اس کا حق دلوانے کا واقعہ پچھلی سطور میں ہم دیکھ چکے ہیں۔ تقریباً ایک سال قبل شہر کابل میں ایک پولیس سٹیشن (حوزے) کے باہر موجود ایک

دري زبان خاتون! کا انٹرویو ایک پیٹ کوٹ میں ملبوس، کلین شیو صحافی نے کیا²۔ گفتگو نقل کی جاتی ہے:

صحافی: ”السلام علیکم! بہن! آپ کو کیا مشکل پیش آئی کہ آپ کو حوزے (پولیس سٹیشن) آنا پڑا؟“

خاتون: ”وعلیکم السلام! بھائی آپ کی خدمت میں بھی سلام عرض ہے! میرے بھائی! میں ایک گھریلو تشدد کا کیس لے کر آئی ہوں۔ میری بہن کا شوہر، میری بہن پر آئے روز تشدد کرتا ہے اور اس کو مارتا پیٹتا ہے۔ یہ پہلی بار ہے کہ میں تھانے آئی ہوں اور یہاں ہمارے ساتھ اتنا اچھا سلوک اور اتنے احترام سے معاملہ کیا جا رہا ہے..... ایسا معاملہ پہلے جمہوریت والی حکومت میں ہم نے نہیں دیکھا۔ امارت کی حکومت میں یہ سب بھائی (مرد) ہمارے لیے راستہ چھوڑتے ہیں اور ہمارے سامنے اپنی نظریں جھکا کر رکھتے ہیں۔ پچھلے دور حکومت میں عورتوں کو ہر اسل کیا جاتا تھا اور عورتیں بد نظری کا نشانہ بنتی تھیں۔ اب یہاں ہر کوئی ہمارا مسئلہ حل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ ہمیں درپیش مشکل کی تحقیق کر رہے ہیں اور ہمارے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔ جیسے لوگ کہا کرتے تھے (کہ طالبان عدل و انصاف لائیں گے) بالکل ایسا ہی ہے، عدل و انصاف موجود ہے۔ واقعتاً عدل و انصاف موجود ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے عدل و انصاف کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

ہم نے ان (طالبان) سے مطالبہ کیا کہ (میری بہن کے شوہر) مجرم کو یہاں لایا جائے۔ انہوں نے مجرم کو پکڑ لیا ہے اور یہاں تفتیش کے لیے لے آئے ہیں۔“

صحافی: ”کتنا عرصہ ہو گیا کہ آپ کو یہ مشکل درپیش ہے؟“

خاتون: ”تین ماہ۔ ان کی شادی کو تین ماہ ہو چکے ہیں اور یہ آدمی ہر قسم کا ناروا سلوک بھی رکھتا ہے اور مارتا پیٹتا بھی ہے۔ یہ دھمکیاں بھی دیتا تھا کہ اپنے خاندان والوں کو نہیں بتانا۔ یہ بھی کہتا تھا کہ اب امارت اسلامیہ کی

حکومت ہے، مردوں کی حکومت ہے اور عورتوں کا اب کوئی پرسان حال نہیں۔

لیکن ایسا نہیں ہے! میں خود یہاں آئی تو امارت اسلامیہ کے (پولیس) افسران نے فوراً اس مجرم کو گرفتار کیا اور یہاں (تھانے میں) لے آئے۔ یہ آدمی افغان نژاد برطانوی شہری ہے اور کہتا تھا کہ میں امارت اسلامیہ کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اس کا ایک اور بھائی ہے جس نے ایک قتل کیا ہے اور ترکی بھاگ گیا ہے، اس کا اپنا ارادہ بھی فرار ہونے کا تھا۔ خوش قسمتی سے (ہم یہاں آگئے اور) یہ گرفتار ہو گیا۔“

صحافی: ”آپ کا مسئلہ کتنا فیصد حل ہو گیا ہے؟“

خاتون: ”میرا خیال ہے کہ عملی طور پر پچاس فیصد یا..... تیس فیصد ہمارا مسئلہ حل ہو گیا ہے!“

صحافی: ”کیا آپ امارت اسلامیہ سے خوش ہیں؟“

خاتون: ”میں بہت زیادہ خوش ہوں۔ اس لیے کہ اولاً ہم یہاں آئے تو ہمیں کسی قسم کی ہراسانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ ثانیاً ہمارے ساتھ بہت احترام اور ادب کے ساتھ پیش آیا گیا، داخلی گیٹ سے لے کر دفتروں کے اندرونی دروازوں تک بہت احترام سے پیش آیا گیا۔“

صحافی: ”امید ہے کہ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ بہت شکریہ!“

خاتون: ”آپ کا بھی بہت بہت شکریہ۔“

صحافی: ”امید ہے کہ ہماری بہنوں کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ہماری بہنیں امارت کے رویے سے بہت خوش ہیں۔ پچھلی حکومت میں ایسا نہیں تھا، عورتوں کو ہر اسل کیا جاتا تھا اور (ان کے مسائل حل کرنے کے لیے) جنسی تعلقات کا مطالبہ کیا جاتا تھا۔“³

ہیں، لباس و حلیہ (جو چاہے مسنون یا مسنون ہدایات کے مطابق نہیں) عزت و احترام اور رویوں کے تفاوت کا سبب نہیں (ہاں اس کا یہ مطلب بھی نہ سمجھا جائے کہ غیر متشرع لوگوں کو حکومتی ایوانوں میں پالیسی ساز عہدوں پر لایا جائے کہ جو آج امریکہ اور اس کے ٹوڈیوں کا مطالبہ ہے، اور یہ مطالبہ شریعتِ مطہرہ سے متضاد ہے)!

³ بحوالہ ٹاک: @ahmed.khalozi

¹ مذکورہ خاتون بھی اپنے حلیے اور اندازِ گفتگو سے جدید اور پڑھی لکھی معلوم ہوتی ہیں، کوئی یہ نہ سمجھے کہ طالبان نے سب عورتوں کو ایک ہی قسم کے جبری ڈریس کوڈ میں قید کر رکھا ہے اور شل کاک برقعے والیاں ہی طالبان کے رویے سے مطمئن ہیں۔ برقعے کی تفصیل وغیرہ کے حوالے سے آئندہ عنادین میں ان شاء اللہ بات آئے گی۔

² پیٹ کوٹ اور کلین شیو کی صراحت اس لیے کی ہے کہ، اولاً کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ فقط مولویوں یا طالبان کا پروپیگنڈہ ہے، ثانیاً پیٹ کوٹ پہننے اور داڑھی مونڈنے والے مسلمان بھی مجاہدین کے لیے نہایت محترم و معزز

بقیہ: دو شہید بھائی

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ تمام شہداء کی شہادتوں کو قبول فرمائیں، ہمیں بھی عثمان بھائی جیسا اخلاص و تقویٰ عطا فرمائیں اور ہمیں حق کو حق کہنے اور باطل کو باطل کہنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: عالمی جہاد..... تم ان کی گردنیں مارو

◀ کینیا کے ساحلی ضلع لامو میں، ویٹو اور بند گونامی قبضوں کے درمیان لگائی گئی گھات میں کینیائی عسکری قافلے کو نشانہ بنایا گیا جس میں کینیائی فوج کی ایک گاڑی تباہ ہوئی اور اُس میں سوار تمام فوجی ہلاک یا زخمی ہوئے۔

صومالیہ

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست شمالی السطی اور شمالی الوسطی کے شہر بلعد اور انجونی کے نواحی علاقے زابد، بریری نامی قصبے اور جنالی شہر میں یوگنڈا کی افواج اور سرکاری ملیشیا کے عسکری ٹھکانوں پر حملوں اور چیک پوائنٹ کو نشانہ بنائے جانے کے نتیجے میں یوگنڈا کے فوجی اور سرکاری ملیشیا کے افراد ہلاک اور زخمی ہوئے اور ان کی ایک گاڑی بھی تباہ ہوئی۔

◀ جنوب مغربی صومالیہ، ریاست بای کے بیدوا شہر میں صومالی پارلیمانی الیکشن کمیٹی کے رکن "ابراہیم صہنی" کو جہنم واصل کیا گیا۔

☆☆☆☆☆

ہمیں لڑتے رہنا ہے!

”ہمیں لڑتے رہنا ہے حتیٰ کہ ہم تمام مسلمان سرزمینوں کو قابض افواج سے پاک کر دیں اور مسلمان ممالک سے ظالم و فاسد حکمرانوں کو بے دخل کر کے ایک ایسی شرعی حکومت قائم کریں جو فساد کو ختم کر کے عدل کو عام کرے۔ ہمارے لیے عسکری قتال، دعوتی جدوجہد، سیاسی نظام کی تبدیلی اور اجتماعی اصلاح کی شکل میں جہاد کے متنوع محاذ کھلے ہوئے ہیں اور ہم پر لازم ہے کہ ہم امت کے ساتھ مل کر اس کے دفاع اور دشمن کی تباہی کی جنگ لڑیں۔“

(امیر المجاہدین العرب والعجم، فضیلۃ الشیخ ابن الطواہری)

امارت اسلامیہ کا عورتوں کو ان کے جائز حقوق شرعی دینا، ان پر ظلم و جبر چاہے وہ معاشرے کا ہو، خاندان کا یا اپنے ہی شوہر کا، کا خاتمہ کرنا، کے متعلق یہ صرف ایک جھلک ہے۔ کاش کہ عالم اسلام کے اہل قلم، دستاویزی قلم ساز، صحافی و خبر نگار امارت اسلامیہ کے سائے تلے افغانستان کا رخ کریں۔ گراؤنڈ لیول پر حالات و واقعات کا جائزہ لیں اور ان شہادتوں کو قلم بند و قلم بند کریں تاکہ اسلامی نظام کے نفاذ کی ایک تصویر امت مسلمہ کے سامنے جاسکے اور صرف امت مسلمہ ہی نہیں اس انسانیت کے سامنے بھی یہ تصویر پیش کی جاسکے جو اپنے ہی جیسے انسانوں کے ظلم و جور میں کہیں سو شیو۔ کیپٹل ازم میں پس رہے ہیں اور کہیں کیپٹلسٹ-ڈیموکریسی میں..... اور اسلامی نظام کے نفاذ کی محنت کو قطب شمالی سے قطب جنوبی تک تقویت مل سکے۔ ایک ایسے نظام کی جھلک دنیا دیکھ جسے جس کی انتہا رب جبار علیہ السلام کی رضا کی خاطر شریعت کے تحت خلافت علی منہاج النبوة ہے، دنیا کی تنگیوں سے دنیا و آخرت کی وسعتوں تک لے جانے والا نظام!

ہماری عدالتوں میں عدل و انصاف کہاں؟ خاص کر دنیا بھر میں عورت ذات کے ساتھ تو ایسے ہتک آمیز رویے اور ایسے مطالبات عدالتوں میں بیٹھے قاضی رکھتے ہیں جو عورت کو ایک ظلم سے نکال کر زیادہ بڑے ظلم میں دھکیل دیتے ہیں۔ پاکستان میں لاپتہ افراد کے حقوق کے لیے دھکے کھاتی عورتوں کو دیکھیے، آمنہ مسعود جنجوعہ سے سنی دین بلوچ تک۔ معروف صحافی حامد میر کے ٹی وی پروگرام ’کیپٹل ٹاک‘ میں آمنہ مسعود جنجوعہ کی وہ بات شاید آپ نے سنی ہو کہ مسنگ پرسنز کے حوالے سے قائم خصوصی کمیشن کے سربراہ، علوم شرعیہ اور فلسفہ میں تخصص رکھنے والے پاکستان کے سابق چیف جسٹس جاوید اقبال نے لاپتہ افراد کے معاملے میں سماعت کے دوران ایک لاپتہ شخص کی نوعمر بیوی کو کیا کہا تھا۔ جاوید اقبال نے کہا ’تم تو اتنی خوبصورت ہو تمہیں شوہر کی کیا ضرورت ہے؟‘۔ یہ ہیں عدالتیں، یہ ہیں قاضی القضاۃ اور یہ ہے عدل و انصاف کا جنازہ! یہ ادارے عدل نہیں دے سکتے، ستر سال کا قاضی القضاۃ اپنی بھٹی کی عمر کی خاتون کو ایسے گھٹیا انداز سے جواب دیتا ہے۔ یہ ہیں عورتوں کے حقوق جو دنیا میں رائج ظالم کفری نظام عورتوں کو عطا کر رہا ہے!

[تحریر ہذا کا پہلا باب یعنی ’حقوق و تعلیم نسواں‘ ابھی کافی باقی ہے، لیکن حد سے زیادہ طوالت سے بچنے کے لیے تحریر ہذا کو ہمیں روکا جا رہا ہے۔ اللہ جلّ جلالہ اس سلسلے کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں، اور اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائیں، آمین! قارئین کرام اپنے مشورے، تبصرے اور آراء مجلہ ہذا سے وابستہ برقی پتوں (emails) پر ارسال فرما سکتے، جزاکم اللہ خیر اکثیر!]

وما توفیقی إلا باللہ. و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین. وصلی اللہ علی نبینا وقرۃ أعیننا محمد وعلی آلہ وصحبہ ومن تبعہم بإحسان إلى يوم الدين.

☆☆☆☆☆

.....وقت کرتا ہے پرورش برسوں

محترمہ عامرہ احسان صاحبہ

سبھی وزرائے اعظم سے زیادہ سیکورٹی سے نوازے گئے۔ یعنی ۲۵۵ گاڑے تھے۔ ۲۰ ملین (۲ کروڑ روپیہ) ماہانہ خرچ صرف ان کی حفاظت میں کھپ گیا! سابق چارو وزرائے اعظم کو تو ۵ گاڑے فی کس دیے گئے تھے۔ (یوسف رضا گیلانی، پرویز اشرف، شجاعت حسین، شاہد خاقان) یعنی اس کرسی کو جو چھو جائے گھڑی دو گھڑی بیٹھ جائے، غریب قوم اسے سونے میں تول دے؟ ۲۲ لاکھ مربع میل کے حاکم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خود راتوں کو گشت کرتے، پہرے داری فرماتے۔ کبھی ساتھ عبدالرحمن بن عوفؓ (جن کی بے بہادری مسلمانوں کو فیض پہنچاتی رہی، رئیس صحابی) گاڑے کے فرائض انجام دیتے رہے۔ لوگ بے خوف سونے اچھالتے مملکت میں دور دراز کے سفر کرتے۔ یہی وہ اسلام ہے جس سے عالمی چور اچکے حکمران اور خود مسلم ممالک کے کارساز لرزتے ہیں۔

اسلام انسانیت کے لیے عدل و انصاف، حقیقی مساوات کا حامل اور دولت کے ارتکاز کا سدباب کرنے والا نظام ہے۔ بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے، تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے! آج امریکہ و آئی ایم ایف سرکار میں پہنچ کر عمران خان ہو یا شہباز شریف سبھی یکساں تھیڑے کھا کر واپس آتے ہیں اور محتاج کو محتاج تر کر کے دم لیتے ہیں! مالک کل کائنات کے حضور جھکنے سے معذوری (ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات، والے سجدہ سے محرومی!) پر در در سے بھیک مانگتے پھرتے ہیں (اپنی کرسی) اور قوم کے نام پر قرضوں کی! یہ جو آج خوفناک معاشی زلزلہ پنا ہے یہ چھ سات دہائیوں کی لوٹ مار اور عوام کی غفلتوں کا نتیجہ ہے۔ وقت کرتا ہے پرورش برسوں سے، حادثہ ایک دم نہیں ہوتا۔ پاکستان کی معاشی، سیاسی، اخلاقی نظریاتی بنیادوں پر نقب لگائی جاتی رہی اور آج ہم خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ حکمران جب ابو کبر و عمر صفت ہوں تو رعایا بھی تو عثمان و علیؓ، عشرہ مبشرہ اور شاندار سیرت و کردار کے حامل جو اہر پر بنی تھی! اعمال کم علم کا..... تمہارے اعمال ہی تم پر حکمران ہوتے ہیں۔ ان کو برا بھلا کیا کہنا یہ ہمارے ہی اعمال کی کمائی ہے جو ہمارے سرسوار ہے!

ایک ہفتے کے دوران پے درپے یورپ میں قرآن کریم کی بے حرمتی کے گستاخانہ، جاہلانہ، متکبرانہ واقعات اسلام کے خلاف ان کے سینوں کا بغض، حسد اور تہذیبی گراؤ کا اظہار یہ ہے۔ یورپی حکومتیں ان کی پشت پناہ ہیں۔ تینوں واقعات میں پولیس موجود رہی۔ راسموس پلاڈن نے سویڈن کے بعد (ڈنمارک) کو پن ہیگن میں ایک ہفتے کے اندر دوسری مرتبہ مسجد کے باہر جمعے کی نماز کے دوران قرآن پاک جلایا۔ پولیس کا کام صرف اتنا رہا کہ اسے مسلم رد عمل سے بچانے کے لیے اسٹریٹ کا راستہ بند کر کے مسجد کے گرد سیکورٹی سخت کر دی۔ مسجد کے فلسطینی رضاکار نے بتایا کہ پلاڈن یہ عمل ڈنمارک کی کئی مساجد کے باہر گزشتہ ۲

ہمیں ذہنی طور پر تیار کیا جا رہا ہے کہ ایٹمی پاکستان پر معاشی کارپٹ بمباری ہونے کو ہے۔ بیس سال ہم نے ڈومورینے امریکہ کے شکنجے میں سکتے گزارے۔ پھر ہم عالمی ساہوکاروں مہاجنوں (آئی ایم ایف) کے حوالے کر دیے گئے۔ آسمان سے گرے کھجور میں اٹکے۔ حکومت جب اس خون چوس ویسپائز کو تسلیاں دیتی تھی کہ ہم تمہارے مطالبوں کے مطابق گیس مہنگی کریں گے۔ پیٹرولیم پر لیوی (ٹیکس) بڑھائیں گے (اور یوں عوام کی لیوی بنائیں گے کچومر نکال کر)۔ بجٹ میں اشیاء پر ۷۰ ارب کی ٹیکس چھوٹ ختم کریں گے۔ یعنی ۷۰ ارب کا مہنگائی بم عوام پر برسے گا۔ ہم اسے مستقبل بعید کے لیے ٹال مٹول پر محمول کرتے رہے۔ یہاں تک کہ شہ سرخیاں چلا اٹھیں..... تیرا لٹیا شہر بھنبھورنی..... آئی ایم ایف نے بھنبھوڑ کھایا ہمیں۔ ہمارا روپیہ روپیہ گننے والے مہاجنوں کو اگرچہ سب پتہ ہے کہ قرضے اور ترقیاتی فنڈز کن جیبوں میں جاتے ہیں۔ اشرفیہ کے تمام بینک اکاؤنٹ، جائیدادیں (دینی، یورپ، امریکہ، آسٹریلیا!) فارم ہاؤسز ان کے علم میں ہیں۔ جہاں گوگل ہر کس و ناکس کی مالی حیثیت (Net Worth) ایک اشارے (Click) پر اگل دیتا ہے، وہاں ان کے کھاتے کہیں چاند مرخ پر تو نہیں رکھے۔ کیوں نہیں وہ ضبط ہوتے، نچوڑے جاتے؟ جمعہ بازار، سستے بازاروں کے پیاز ٹماٹر پر عوام کو ترسانا، سبزی دال تک رسائی سے باہر کر دینا؟ یہ مسلم دنیا کے عوام پر (ایک فیصد بد معاشی نکال کر) صلیبی حملے کی نئی جہت ہے۔

ایک حملہ عقائد، ایمانیات، احساسات پر توہین قرآن و رسالت سے جاری ہے۔ دوسرا مادی، معاشی گلا گھونٹنے کا ہے۔ ہتھیاروں کے حملے بے شمار ہماری آبادیاں نائن الیون سے آج تک اُجاڑ چکے۔ فتنہ دجال کے سر پر سینگ نہ ہوں گے۔ یہ سیاسی چنگل جو ہر مسلمان کو نرغے میں لیے بھنبھوڑ رہا ہے، اسی کی علامات ہیں۔ اشرفیہ، عوام کے خوف سے سیاسی بیان کی مصنوعی گرج چمک سے مغرب کو برا بھلا کہہ گزرتی ہے۔ ورنہ حُب قرآن و رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو تو نہ کھر پتی بننا ممکن ہے، نہ کفر کے ہاتھ پوری آبادیاں گروی رکھنا، ٹرانس جینڈر فلمیں بنانا اور نہ وہ بل پاس کرنا۔ نہ ہی مشرق وسطیٰ کی دولت یوں اللوں تلوں میں لٹتی، نہ مسلم تہذیب کے پاک سرزمینوں پر، پر نچے اڑتے۔ حکمران فرعون ہیں اور عوام ہلکے اور فاسق، بہ زبان قرآن! درد مندی میں ڈوبے، عوام کو پچکارتے بیانات دیکھیں اور ان کا عمل ملاحظہ ہو۔ ان پر اٹھنے والے اخراجات صرف سیکورٹی کی مد میں دیکھ لیں۔

تین سابق وزیر کبیر بھائیوں امین گنڈاپور برادران کو سرکار نے ۴۴ گن مین فراہم کر رکھے ہیں، جواب کم کرنے / واپس لینے کی بات ہو رہی ہے۔ مولانا، ان کے بیٹے اور بھائی کے پاس ۲۴ گن مین محافظ ہیں۔ سادگی پسند اور امین سابق وزیر اعظم عمران خان اُترنے کے بعد بھی گزشتہ

سالوں میں دُہرا چکا ہے۔ یہ آزادی اظہار نہیں اشتعال انگیزی ہے۔ ہالینڈ میں اسی قماش کا ڈچ سیاست دان جو انتہا پسند، دہشت گردانہ نظریات کا حامل اسلاموفوبک گروپ 'ہیگیڈا' کا سربراہ ہے۔ اس نے قرآن پاک 'ہیگ' میں پھاڑ کر پھینکا (کمال تو یہ ہے کہ 'ہیگ' میں بین الاقوامی عدالت برائے انصاف ہے۔ مسلمانوں سے انصاف ملاحظہ ہو!) اور اپنی ویڈیو میں انہی صفحات کو جلانے کی ویڈیو اپ لوڈ کی۔ اس کا دعویٰ ہے کہ پولیس نے اسے اجازت دی تھی۔

سویڈن، ڈنمارک، ہالینڈ یورپ کے چھوٹے ممالک ہیں رقبہ اور آبادی کے لحاظ سے۔ سمجھ لیجیے کہ ۲۰۱۲ میں مسلمانوں کے جذبات سلگانے والے یہ ۳ ملک کراچی، لاہور سائز کے لگ بھگ ممالک ہیں، جو ایک عظیم، کثیر اور اخلاقی اعتبار سے برتر تہذیب کی حامل آبادی کو لٹا کر رہے ہیں۔ دنیا پر غلبہ اسلام کی طویل تاریخ دیگر مذاہب کے ساتھ پُر امن بقائے باہمی اور احترام کی تاریخ ہے۔ رومی سلطنت نے مخالفین کو مشعلوں سے جلا کر رکھ دیا، ریت کی بوریوں میں بھر کر (مقدونی مجلس کی قرارداد پر) سمندر کی گہرائیوں میں ڈال دیا۔ فارسیوں نے عیسائیوں پر شدید مظالم ڈھائے۔ اس کے برعکس اسلام نے انسانوں کو ظلم و استبداد سے نجات بھی دلائی۔ اہل کتاب کو ان کے مذہب پر باقی رکھا۔ کسی فرد کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہ کیا۔ حتیٰ کہ سیدنا رضی اللہ عنہ جیسے غیور اور پرہیزگار حکمران نے اپنے عیسائی غلام سے صرف کہا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو مسلمانوں کے معاملات میں تم سے مدد لیا کرو۔ غلام نے انکار کر دیا تو آپ نے فرمایا: 'دین اسلام میں زبردستی نہیں۔' (البقرہ: ۲۵۶) اور جب آپ کی وفات قریب ہوئی تو اسے آزاد کر دیا کہ تمہاری جہاں مرضی ہو چلے جاؤ! آزادی عقیدہ بارے اسلاموفوبک مغرب والے اسلام کی شاندار روایات سے آگاہ ہیں اور اپنی حرکات کی شجاعت پر خود ہی غور فرمائیں۔

محمد غزالی لکھتے ہیں: 'دنیا والوں کے لیے جس مذہبی آزادی کا اسلام ضامن ہے، پانچوں براعظموں میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مستقل طور پر کسی دین کی عالمی گرفت رہی ہو اور اپنے مذہبی مخالفین کو ترقی و بقا کے وہ اسباب مہیا کیے ہوں جنہیں اسلام نے پیش کیا۔ اس آئینے میں 'آزادی اظہار' کے نام پر مکروہ اور ناپاک تسلسل اور وہ غنڈہ گردی جو ان راسخوں نے دنیا بھر میں اٹھا رکھی ہے، ملاحظہ فرمائیے۔ دنیا یہ جان رکھے کہ اس کائنات کے خالق و مالک، اللہ کی ذات عالی الحق ہے۔ نبوت اور پیغمبروں کا تسلسل حق ہے۔ اللہ کے بھیجے صحائف و کتب برحق اور شعائر اللہ ہیں۔ تمہاری تحریف شدہ کتب (تورات و انجیل) کی حرمت پر ہاتھ ڈالنے کا تصور بھی کوئی مسلمان نہیں کر سکتا اور نہ تمہاری ۲۰ سالہ ان کریہہ حرکات کے باوجود کسی نے ایسا کرنے کا سوچا بھی نہیں۔ قرآن حکیم لاریب کتاب ہے جو ۱۳ صدیوں سے زائد گزر جانے پر بھی ادنیٰ ترین رد و بدل سے پاک کتاب اللہ ہے، اس کی اہانت نعوذ باللہ، اہانت رسول، اہانت جبریل امین، اور اللہ کی شانِ عظمیٰ میں بدترین جسارت ہے، امت کی توہین ہے۔ یہ اشتعال انگیزی امنِ عالم کے لیے خطرہ ہے۔

ریٹنڈ ڈیوس امریکہ کا حقیر ہر کارہ تھا، جس نے پاکستانیوں کے قتل کا ارتکاب کیا۔ امریکہ نے جھوٹ بول کر اسے سفارتی استثناء کا حقدار ٹھہرایا اور بلا جواز واپس مانگا اور ہم نے گھگھکیا کر دے بھی دیا۔ مگر اللہ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی شان مسلمانوں کی دکھتی رگ ہے۔ اسے مت چھیڑو بار بار..... (افغانستان میں انجام) ۱۵ اگست ۲۰۲۱ء یاد رکھو!

[مستعار مضمون (یہ تحریر پہلے ایک معاصر روزنامے میں شائع ہو چکی ہے)]

☆☆☆☆☆

آخرت کی پہلی منزل: قبر

سیدنا عثمان بن عفانؓ کے آزاد کردہ غلام ہانی بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عثمانؓ جب کسی قبر کے پاس سے گزرتے تو اس قدر روتے کہ داڑھی بھیگ جاتی۔ آپ سے کہا گیا کہ جنت اور جہنم کا تذکرہ ہوتا ہے تو آپ نہیں روتے لیکن قبر کے پاس آپ روتے ہیں؟ کہنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الْآخِرَةِ فَإِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأَيْتُ مَنْظَرًا قَطُّ إِلَّا الْقَبْرُ أَفْطَعُ مِنْهُ“ (جامع ترمذی)

”قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اگر کسی نے اس سے نجات پالی تو بعد کے مرحلے اس کے لیے آسان ہیں لیکن اگر کسی شخص کو اس سے نجات نہ ملی تو بعد کے مرحلے اس سے بھی زیادہ سخت ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے قبر کے منظر سے زیادہ گھبراہٹ میں مبتلا کرنے والا منظر نہیں دیکھا۔“

شناخت کی جنگ: بنگالی قوم پرستی بمقابلہ مسلم بنگال

شاہ اوریس تالقدار

ان چار مراحل کا بغور جائزہ لیتے ہوئے، ہماری گفتگو کا ہدف و مقصد مسلمانانِ بنگلہ دیش کی شناخت کے پیچیدہ اور متعدد درخ رکھنے والے مسئلے اور اسلام سے اس کے تعلق کی دقیق و ہمہ پہلو وضاحت کرنا ہے۔

باہم نبرد آزمائشائیں

بنگلہ دیش میں 'بنگالی' اور 'مسلمان'، یہ دونوں شناختیں اکثر ایک دوسرے کے مقابل و متضاد اور ایک دوسرے سے برسرِ پیکار سمجھی جاتی ہیں۔ بنگالی شناخت سے مراد علاقہ بنگال (بنگلہ دیش اور بھارت کی ریاست مغربی بنگال) میں بسنے والی قوموں کی تہذیبی، لسانی اور نسلی پہچان ہے۔ آج یہ 'بنگالی' شناخت علاقے کے بہت سے مشرکانہ عقائد و تصورات اور رسوم و رواج اور مغرب کے 'زمانہ روشن خیالی' (Age of Enlightenment) کے پیدا کردہ فلسفیانہ تصورات سے بری طرح متاثر ہے۔

دوسری جانب 'مسلم بنگالی' شناخت سے مراد بنگال کے علاقے میں آباد مسلمانوں کی دینی اور ثقافتی شناخت ہے۔ یہ شناخت اس علاقے کی طویل و منفرد اسلامی تاریخ اور وحدتِ امتِ مسلمہ جیسے تصورات کی پیداوار ہے، جو کہ ایک ایسا تصور ہے جو تمام عالم کے مسلمانوں کے درمیان مشترک ہے۔ 'بنگالی قوم پرستی' کی شناخت..... جو کہ ایک سیکولر نظریہ ہے..... اور 'بنگالی پن' جو کہ زبان اور مخصوص تہذیبی عناصر (جیسے کھانے پینے عادات، لباس اور رہن سہن، ذوق و مزہ اور مزاج و طبائع وغیرہ) پر مشتمل ہے، کے درمیان فرق کرنا نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

بنگلہ دیش میں 'بنگالی' اور 'مسلم بنگالی' کی باہم متضاد شناختوں کے نقوش اس علاقے کی استعماری تاریخ اور ۱۹۴۷ء کی تقسیمِ ہند میں دیکھے جاسکتے ہیں، اس تقسیم کے نتیجے میں پاکستان وجود میں آیا، جس میں علاقہ بنگال کے مسلم اکثریتی علاقے بھی شامل تھے۔ ۱۹۵۲ء کی لسانی تحریک سے معاملات مزید خراب ہوئے جب مشرقی پاکستان کے بنگالی زبان بولنے والے لوگوں نے اپنے اوپر زبردستی اردو بحیثیت قومی زبان مسلط کیے جانے کے خلاف احتجاج کیا۔ اور پھر ۱۹۶۰ء کی دہائی کی بنگالی قوم پرست تحریک جو بالآخر بنگلہ دیش کی تخلیق پر منتج ہوئی۔

بنگلہ دیش میں آج بھی 'بنگالی' اور 'مسلم بنگالی' کی شناختیں بحث و تکرار اور کشیدگی و تناؤ کا سبب و محرک ہیں۔ ملک پر ۵۰ سال سے قابض و حاکم سیکولر طبقے کی خواہش ہے کہ اسلامی شناخت پر

مضمون ہذا کا مقصد ہدفِ اہالیانِ بنگلہ دیش کی شناخت..... بحیثیت 'بنگالی قوم پرستی' اور 'مسلم بنگال' کے جھگڑے کی حقیقت کو واضح کرنا ہے۔ چار کلیدی حیثیت کے حامل مراحل کا تجزیہ کرتے ہوئے، ہماری بحث ان باہم متضاد و محارب شناختوں کی ابتدا اور ارتقا کا جائزہ لے گی۔

پہلا مرحلہ جس کا جائزہ لیا گیا ہے وہ برطانوی سامراجی دور سے قبل کا زمانہ ہے کہ جس وقت بنگال مسلمان حکمرانوں کے زیرِ انتظام تھا، اور جب تصورِ ریاست کو ڈھالنے اور شکل دینے والے عوامل اس علاقے کی وسیع و زرخیز تاریخ اور تہذیبی ورثہ تھے۔

دوسرا مرحلہ برطانوی نوآبادیاتی دور کا ہے، جس میں بیرونی تسلط کے باعث کلکتہ (مغربی بنگال) سے تعلق رکھنے والی ہندو اشرافیہ کی کوششوں کے نتیجے میں ایک 'ہندو بنگالی' شناخت پیدا ہوئی اور پروان چڑھی۔ یہ تحریک بنگالی نشاۃ ثانیہ کے نام سے معروف ہے۔ اس نشاۃ ثانیہ کے محرکین اور حامی اپنی فکر اور نظریات ہندو

روایات، داستانوں اور تہذیب سے حاصل کرتے۔ نیز وہ مغربی تصورات اور فلسفوں سے بھی متاثر تھے۔

تیسرا مرحلہ بعد از برطانوی سامراجی دور پر مشتمل ہے، بالخصوص ۱۹۵۰ء تا ۱۹۷۱ء کے

دوران، جب ایک بنگالی قوم پرست تحریک کا آغاز ہوا جو بالآخر پاکستان میں سول جنگ اور بنگلہ دیش کی تخلیق و پیدائش پر منتج ہوئی۔ اس نو تخلیق شدہ ریاست نے بہت جلد ایک ایسا دستور و آئین اپنالیا جو کٹر سیکولر بنیادوں پر تشکیل دیا گیا تھا۔

چوتھے مرحلے میں ہم ۲۰۱۳ء کی شاہ باغ اور شپرد تحریکوں پر نظر ڈالیں گے، جب بنگالی بمقابلہ مسلم کی شناخت کا ٹکراؤ ایک بار پھر سامنے آگیا۔ اس آخری مرحلے میں ہماری گفتگو کا مرکز و محور آج کا منظر نامہ ہوگا، جس میں ہم دیکھتے ہیں کہ بنگالی قوم پرستی اور اسلام کے مابین تعلق ہنوز انتہائی مخالفانہ ہے۔ جس میں بعض لوگ (جیسے حکمران عوامی لیگ، بائیں بازو کے حامی اور گلوبلسٹ..... یعنی عالمی سیاسی نظریے کے حامل..... چاہے وہ عوامی لیگ کی حکومت کے حامی ہوں یا مخالف) ایک سیکولر قومی شناخت کے حامی ہیں اور بعض (یعنی دین پرست مسلمان) ایک اسلامی شناخت کی ترویج چاہتے ہیں۔

سیکولر شناخت کو ترجیح دی جائے۔ یہ نہ صرف حکمران عوامی لیگ کی خواہش و تمنا ہے بلکہ ان کی مخالف پارٹی بی این پی بھی یہی چاہتی ہے۔

چار تاریخی مراحل

پہلا مرحلہ: مسلم بنگال (۱۲۰۳ء تا ۱۷۵۷ء)

مشرقی بنگال میں اسلام کی تاریخ طویل اور شاندار ہے۔ آج مشرقی بنگال کی کل آبادی میں سے نوے فیصد اہل اسلام پر مشتمل ہے، جبکہ مغربی بنگال (جو کہ بھارت کا حصہ ہے) کی صرف تیس فیصد آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ مشرقی بنگال کی اصل آبادی کا اتنی بڑی تعداد میں اسلام کی طرف مائل ہونا ایک بے حد غیر معمولی امر ہے۔ بنگال کا وہ علاقہ جو مغربی بنگال کی نسبت زیادہ دور افتادہ اور دریا کے منہ کے قریب (یعنی بنگالی ڈیلٹا کے اس حصے میں واقع جو سندری طوفانوں اور دیگر قدرتی مصائب کا زیادہ شکار رہتا ہے) واقع تھا، اس علاقے کی آبادی نے ڈیلٹا کے مغربی حصے کی نسبت بہت زیادہ تعداد میں اسلام قبول کیا۔ درحقیقت اسلام کی شاندار اور قابل دید افزائش مشرقی بنگال ہی میں ہوئی، جو آج بنگلہ دیش کے نام سے موسوم ہے۔ مؤرخ رچرڈ ڈیٹن لکھتا ہے:

”مسلمان حکمران برصغیر کے اکثر حصے پر حاکم تھے۔ مگر ہندوستان کے اندرونی صوبوں میں صرف بنگال میں..... ایک ایسا علاقہ جس کا رقبہ تقریباً انگلینڈ اور سکاٹ لینڈ کے مجموعی رقبے کے برابر ہے..... غیر معمولی طور پر اصل بنگالی آبادی کی اکثریت نے حکمران طبقے کا دین اپنالیا۔“

The Rise of Islam and the Bengal Frontier, R.)

(M. Eaton)

اسلام نے ایک سیاسی قوت کی حیثیت سے پہلے پہل ۱۲۰۳ء میں اختیار الدین محمد بن بختیار خلجی کے فاتح لشکر کے ساتھ گواڑ، پندرہ اور لکھنؤ کی زمین پر قدم رکھا، (جسے بعد ازاں مسلمان حکمرانوں نے بنگلہ اور برطانوی سامراج نے بنگال کا نام دیا)۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ عرب، فارس، افغانستان اور اناطولیہ کی اقوام کا مشرقی ہندوستان کے لوگوں سے اس سے قبل کوئی واسطہ نہ پڑا تھا۔ کھدائیوں کے دوران راج شاہی کے علاقے پہاڑ پور اور گمیلہ کے علاقے مینامتی سے عباسی خلفاء کے جاری کردہ سٹے دریافت ہوئے ہیں۔ پہاڑ پور میں دریافت ہونے والے سٹے ۷۸۸ء کی تاریخ درج ہے گویا کہ وہ ہارون الرشید کے زمانے کا ہے۔ جبکہ مینامتی سے ملنے والا سکے عباسی خلیفہ منقر بالله کے دور خلافت کا ہے۔ یہاں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ محمد بن قاسم نے ۷۱۳ء میں سندھ فتح کیا، یعنی اختیار خلجی کے اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ آمد سے تقریباً چار صدیاں قبل۔

اختیار خلجی کی پیشقدمی پر بنگال میں قائم ہندو سینا سلطنت کا آخری فرمانروا لکھنہ سینا، اپنا تخت و تاج چھوڑ کر فرار ہونے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے ڈھاکہ کے قریب نسبتاً دور افتادہ اور ساحلی علاقے وکرم پور کو اپنا مرکز بنایا۔ اس کے مرنے کے بعد سینا کے سلسلہ شاہی کے دیگر سلاطین بھی بنگال کے اس نسبتاً کافی چھوٹے حصے پر مزید نیم صدی تک حکومت کرتے رہے، تا آنکہ مسلمان جرنیل مغیث الدین طغرل نے مشرقی بنگال بھی فتح کر لیا۔ اس فتح کے بعد علاقے میں اسلام کے بتدریج پھیلاؤ اور مسلمانوں کی سیاسی قوت کو ہندوستان کے ان علاقوں میں جو بنگال کے قرب و جوار میں واقع تھے، بڑھنے اور پھیلنے کا موقع ملا۔

تاہم، وہ مسلمان حکمران جو بالآخر بنگال ڈیلٹا کے تمام علاقوں کو ایک انتظامی اکائی تلے متحد کرنے میں کامیاب ہوا وہ سلطان شمس الدین الیاس شاہ تھا۔ ۱۳۵۲ء میں الیاس شاہ نے سونار گاؤں پر قبضہ کر لیا اور یوں مشرقی ہندوستان میں ایک نئی اور متحد سیاسی قوت وجود میں آئی۔ الیاس شاہ پہلا حکمران تھا جس نے سلطان بنگلہ کا لقب اختیار کیا۔ یہاں سے اس ریاست کی بنیادی جو اکبر کے ’صوبہ بنگلہ‘ اور برطانیہ کے ’بنگلہ‘ کے نام سے مشہور ہوا۔ الیاس شاہ نے مشرقی بنگال کے اس وقت کے دارالحکومت پر لشکر کشی کرنے سے پہلے سونار گاؤں کے حاکم فخر الدین مبارک شاہ کے دنیا سے گزر جانے کا انتظار کیا۔ مبارک شاہ کے انتقال کے بعد اس نے اپنے لشکر کے ساتھ سونار گاؤں پر چڑھائی کر دی، دارالحکومت کی فتح کے ساتھ مشرقی بنگال کی فتح مکمل ہوئی۔

مشہور مراکشی سیاح، ابن بطوطہ فخر الدین مبارک کے عہد حکومت میں بنگلہ دیش آئے۔ وہ فخر الدین کی فرماں روائی میں علاقے کی اقتصادی ترقی و خوشحالی دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے بالخصوص یہ بات محسوس کی کہ بنگال کی برآمدات میں اہم ترین اور مرکزی مقام ٹیکسٹائل (یعنی کپڑے سے بنی ہوئی یا بُنی ہوئی اشیاء) پر مشتمل ہے۔ ابن بطوطہ کے مطابق، اشیائے ضروریہ کی قیمتیں کم تھیں اور لوگ بالعموم خوشحال تھے۔ اس قیام کے دوران ان کی ملاقات مشہور شیخ شاہ جلال سے بھی ہوئی۔

الیاس شاہ کے ہاتھوں سلطنت بنگال کے قیام اور تقریباً دو صدیوں پر محیط آزاد و خود مختار حکومت کے عرصے میں مسلمان حکمرانوں نے بہت سے دیگر ممالک کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کیے۔ بنگال میں آزاد اسلامی حکومت ساڑھے پانچ سو سال کے طویل عرصے تک قائم رہی، یہاں تک کہ ۱۷۵۷ء میں نواب سراج الدولہ نے پلاسی کے میدان میں شکست کھائی۔ اس تمام عرصے کے دوران، بنگال الیاس شاہ کے قائم کیے ایک انتظامی یونٹ تلے متحد رہا۔

بنگالی زبان کی نشوونما اور ترقی بھی بڑی حد تک بنگال میں اسلامی سلطنت کے قیام کی مرہون منت ہے۔ بنگال میں اسلامی حکومت سے قبل برہمن نظام میں ادب و سخن کے میدان میں کسی مقامی یا دیسی زبان کے استعمال کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ سینا سلسلہ شاہی سے تعلق رکھنے والے حکمران نہ صرف سنسکرت کی سرپرستی کرتے تھے، بلکہ ان کی جانب سے تعلیمی اور ادبی مقاصد کے لیے

ہنگالی جیسی دیگر دیسی زبانوں کے استعمال پر سخت پابندی بھی عائد تھی۔ سینا حکمران اور طاقتور برہمن پنڈت کسی بھی دیسی زبان کو ادبی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی ہر کوشش کو یہ کہہ کر بے رحمی سے کچل دیتے تھے کہ ہندو مذہب ہی کتب اور پڑانوں (پرانی داستانوں پر مبنی مذہبی کتابیں) کو ہنگالی زبان میں لکھنا یا پڑھنا انتہائی گھٹیا، بچ اور توہین آمیز حرکت ہے۔ سنسکرت زبان کے ایک معروف شعر میں بھی یہ تنبیہ موجود ہے کہ ہر وہ شخص جو ہنگالی زبان میں رامائن یا مہا بھارت سنے گا وہ رار اوہ کی بھڑکتی ہوئی جہنم میں پھینکا جائے گا۔ مسلمانوں کی فتح نے مقامی لوگوں کو برہمنوں کی علم پر اس اجارہ داری سے آزاد کیا۔ ہنگال میں سیاسی اسلام کی آمد اور مسلمان سلاطین کی جانب سے فیاضانہ سرپرستی کے نتیجے میں زنجیریں ٹوٹ گئیں، حتیٰ کہ ہنگالی نژاد ہندوؤں نے بھی بڑے جوش و جذبے کے ساتھ ہنگالی زبان میں ادبی سرگرمیاں شروع کر دیں۔ ہنگالی زبان میں پہلی قابل ذکر تصنیف جلال الدین محمد شاہ کے زمانے میں شاعر کرتی واس کا کیا ہو ارامائن کا ترجمہ تھا۔ ہندو ماہر تعلیم اور ہنگالی لوک ریت کے ریسرچر، کلکتہ یونیورسٹی کے فیکلٹی ممبر ونیش چندر سین نے ۱۸۹۶ء میں لکھا:

”ہنگالی زبان اتنے زبردست شاہی ٹھاٹ باٹھ والے دربار میں کیونکر داخل ہو گئی؟ برہمن اس زبان کو کس درجہ حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، یہ تذکرہ ہو چکا ہے۔ تو ایسی صورت حال میں وہ یکایک اس زبان کے حق میں اس قدر رحم دل

کیسے ہو گئے؟ ہمارا خیال یہ ہے کہ ہنگالی زبان کی خوش بختی کا اصل سبب ہنگال کی مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہے۔“ [ہنگا بھاشا و ساہتیہ (ہنگالی ادب کی تاریخ) از سین ایس]

بد قسمتی سے بنگلہ دیش اور مغربی ہنگال، دونوں میں مسلمان ہنگالی سلاطین کے بنگلہ زبان کی ترویج کے لیے ادا کیے گئے کردار کو شاذ ہی وہ پذیرائی ملتی ہے جس کا وہ مستحق ہے۔ اس بے حسی اور حق ناشناسی کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ہمیں برطانوی تعلیمی نظام ورثے میں ملا ہے، اور برطانوی استعمار کے ایک سو نوے (۱۹۰) سالوں کے دوران، ان مسلمان حکمرانوں سے نفرت کے سبب جنہیں برطانوی افواج نے ۱۷۵۷ء میں شکست سے دوچار کیا، ہندوستان کے اسلامی دور کی تاریخ کو مسخ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ پھر یہ بھی ہے کہ سامراجی حکمران مسلمان اقلیت کی قیمت پر ہندو اکثریت آبادی کو خوش اور مطمئن کرنا چاہتے تھے۔ طاقتور ہندو جرنیلوں اور تاجروں کے ایک گروہ نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف

ایک سازش تیار کی۔ ان ہندوؤں اور ان کے بعد آنے والے ان کے وارثین نے ہنگال کے شاندار اسلامی دور کی تاریخ مسخ کرنے میں ایک بڑا کردار ادا کیا۔

۱۹۴۷ء میں آزادی کے بعد، پاکستانی حکمرانوں نے بھی مشرقی پاکستان کے لوگوں اور ان کی تہذیب و ثقافت کو اسی طرح نظر انداز کیا۔ انہوں نے ہنگال کی شاندار تاریخ اور زرخیز اسلامی ورثے کو سمجھنا تو کجا، دریافت کرنے کی بھی کبھی کوشش نہ کی۔ ۱۹۷۱ء سے لے کر آج تک، ہم بنگلہ دیشی مستقل اس جدوجہد میں مصروف ہیں کہ مقامی طاقتوں اور اپنے بھاری بھر کم ہمسائے بھارت کی جانب سے شدید ثقافتی جارحیت کا سامنا کرتے ہوئے بھی کسی طرح اپنی اصل جڑوں اور اپنے تاریخی ورثے کا کھوج لگائیں۔

دوسرا مرحلہ: ہنگالی نشاۃ ثانیہ (۱۷۷۱ء تا ۱۹۳۷ء)

ہنگالی نشاۃ ثانیہ، جو کہ ہنگالی تحریک احیائے نو کے نام سے بھی جانی جاتی ہے، انیسویں صدی عیسوی اور بیسویں صدی کے اوائل میں ہندوستان کے علاقہ بنگال میں ہونے والی اس ثقافتی، معاشرتی اور فکری و نظری تبدیلی کے دور کا نام ہے جو راجہ رام موہن رائے (۱۷۷۵ء تا ۱۸۳۳ء) سے شروع ہوا اور رابندر ناتھ ٹیگور (۱۸۶۱ء تا ۱۹۴۱ء) پر ختم ہوا۔ اگرچہ اس کے بعد بھی بہت سے مرد میدان ایسے آئے جنہوں نے مخصوص

ہنگالی نشاۃ ثانیہ کے اہم ترین محرکین میں سے ایک علاقے میں مغربی تعلیم اور تصورات کا عام ہونا تھا۔ بنگال میں مغربی طرز کے سکولوں اور کالجوں کے کھلنے سے بہت سے ہنگالیوں کا مغربی ادب، سائنس اور فلسفے سے سابقہ پڑا، جس نے انہیں اپنی ذات پات پر مبنی نسل پرستی اور بت پرستی کے بے جوڑ ہندوانہ عقیدے کا از سر نو جائزہ لینے پر مجبور کر دیا۔

پہلوؤں کا احاطہ کیا۔

ہنگالی نشاۃ ثانیہ کے اہم ترین محرکین میں سے ایک علاقے میں مغربی تعلیم اور تصورات کا عام ہونا تھا۔ بنگال میں مغربی طرز کے سکولوں اور کالجوں کے کھلنے سے بہت سے ہنگالیوں کا مغربی ادب، سائنس اور فلسفے سے سابقہ پڑا، جس نے انہیں اپنی ذات پات پر مبنی نسل پرستی اور بت پرستی کے بے جوڑ ہندوانہ عقیدے کا از سر نو جائزہ لینے پر مجبور کر دیا۔ اس نشاۃ ثانیہ کی ایک نمایاں خصوصیت ہنگالی زبان و ادب کی جانب رغبت اور دلچسپی بھی تھی۔ بہت سے لکھاریوں اور دانشوروں نے نہ صرف اپنے خیالات کے اظہار کے لیے ہنگالی زبان کا استعمال شروع کر دیا، بلکہ اس زبان کی تعمیر و ترقی اور نشوونما کے لیے کوشش بھی کی۔

تاہم ہنگالی نشاۃ ثانیہ کی حقیقت درست طور پر سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہنگالی ہندوؤ کی نفسیات (سائیکی) سمجھی جائے اور یہ ادراک حاصل ہو کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کو کس نظر سے دیکھتے تھے۔

بہت سے بنگالی ہندو پلاسی کے میدان میں انگریزوں کے ہاتھوں نواب سراج الدولہ کی شکست پر بے حد خوش ہوئے۔ درحقیقت نواب کی شکست ان کی دیرینہ آرزو کی تکمیل تھی، جس کے لیے وہ انگریزوں کی بہت سے مختلف طریقوں سے مدد و حمایت بھی کرتے چلے آئے تھے۔ بالخصوص وہ ہندو جنہیں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت اپنے اقتصادی و مالی مفادات کے حق میں بھی سود مند محسوس ہوتی تھی۔ یہاں ہم خاص طور پر دو اشخاص اور ان کے خاندانوں کا ذکر بطور مثال پیش کر سکتے ہیں۔ ان میں سے ایک کرشنا گنگا راجہ کرشن چندر تھا، اور دوسرا شخص کلکتہ کا نابا کرشن تھا۔

درگا پوجا کا تہوار بنگالی ہندو تہذیب کے اہم ترین تہواروں میں سے ایک ہے جو ہندو تقویم کے مطابق ستمبر-اکتوبر کے مہینوں میں منایا جاتا ہے۔ یہ تہوار دس دنوں پر محیط جشن ہے۔ آج درگا پوجا کو بنگالی تہذیب کا ایک اٹل انگ سمجھا جاتا ہے جسے بنگلہ دیش اور مغربی بنگال، دونوں کے ہندو بھرپور جوش و جذبے اور عقیدت کے جذبات کے ساتھ مناتے ہیں۔ اس تہوار کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ حق کی باطل پر فتح کی علامت اور اس کا جشن ہے۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ اس تہوار کا ہندوؤں کی مسلم دشمنی سے گہرا اور اساسی تعلق ہے۔ بہت سے ہندو انگریزوں اور سراج الدولہ کے مابین ہونے والی جنگ کا تذکرہ ’دیوسور سنگرم‘ (یعنی دیوتاؤں اور شیطانوں کی لڑائی) کے الفاظ سے کرتے ہیں۔ ایک ہندو دانشور اپنے مضمون ”کلکتہ کا درگا تہوار“

میں لکھتا ہے کہ درگا پوجا دراصل پلاسی کی فتح کی خوشی کا جشن ہے۔ اور یہ بات معروف ہے کہ پہلی بار درگا پوجا کا تہوار ۱۷۵۷ء میں نادیاہ اور کلکتہ میں فتح کے جشن کے طور پر ہی منایا گیا۔ کرشن چندر نے نادیاہ میں اس پوجا کا آغاز کیا اور نابا کرشن نے کلکتہ میں نابا کرشن کے گھر میں منعقد ہونے والے درگا پوجا کے جشن میں لارڈ کلائیو نے بھی شرکت کی۔ نواب مرشد آباد کے خزانے کی لوٹ مار اور کلائیو کی فیاضی و عنایات سے سب سے زیادہ مستفید بھی یہی دو خاندان ہوئے تھے۔

لہذا آج درگا پوجا کا تہوار منایا جاتا ہے وہ دراصل ایک ہندو تہوار تھا جو ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے رابرٹ کلائیو نے متعارف کروایا۔ ۲۸ ستمبر، ۱۹۹۰ء کو کلکتہ کے مشہور اخبار ’دی سٹیٹس مین‘ میں چھپنے والے اپنے مضمون بعنوان ”جب درگا ایک ملچھ پر سوار ہوا (When Durga rode a Mlechha)“ میں تپاتی باسو نے لکھا کہ:

”پلاسی کی جنگ جیتی جا چکی تھی۔ سراج الدولہ کو شکست ہوئی۔ مگر ہندوؤں کو شیشے میں اتارنا ناب بھی باقی تھا۔ سراج کی شکست کو مسلمانوں پر ہندوؤں کی فتح کے طور پر پیش کرنا کافی نہیں تھا۔ رابرٹ کلائیو نے اپنے مکار و دغا باز ساتھیوں، راجہ کرشن چندر رائے اور نابا کرشن دیو کی مدد اور مشورے پر درگا پوجا کا ہندو تہوار منعقد کر کے فتح کا جشن منانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن ایک مسئلہ تھا۔ کلائیو نے سال کے غلط وقت پر یہ جنگ جیتی تھی، یعنی ۲۳ جون ۱۷۵۷ء کو۔ لہذا پندتوں سے مشورہ کیا گیا۔ اور نابا کرشن دیو ایک پر تکلف ’اکل بدھون‘..... (یعنی بے وقت بیداری) جو آج بھی کلکتہ میں منایا جاتا ہے..... منعقد کرنے پر تیار ہو گیا۔ کلائیو نے ہندوؤں کا پتہ بڑی مہارت سے کھلیا تھا، پوجا کے اس تہوار کو کامیاب بنانے میں اس کا ذاتی مفاد پنہاں تھا..... اور کامیاب یہ بے حد رہا۔“

پلاسی کی جنگ سے قبل درگا پوجا کا تہوار خزاں کے موسم میں نہیں منایا جاتا تھا۔ مگر پلاسی کی جنگ کے بعد، اس فتح کو ہندوؤں کی فتح کا رنگ دینے کی خاطر اور ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے کلائیو نے ایک جشن منانے کا سوچا۔ یہ جشن درگا پوجا کے تہوار کے طور پر منایا گیا۔ رفتہ رفتہ مسلمانوں پر فتح کا یہ جشن پوری دنیا میں ’درگا پوجا‘ کے نام سے عام ہو گیا۔

درگا پوجا: بہت سے ہندو انگریزوں اور سراج الدولہ کے مابین ہونے والی جنگ کا تذکرہ ’دیوسور سنگرم‘ (یعنی دیوتاؤں اور شیطانوں کی لڑائی) کے الفاظ سے کرتے ہیں۔ ایک ہندو دانشور اپنے مضمون ”کلکتہ کا درگا تہوار“ میں لکھتا ہے کہ درگا پوجا دراصل پلاسی کی فتح کی خوشی کا جشن ہے۔

کلکتہ کے ہندو متبر جو اپنے گھروں میں انگریزوں کی دعوتیں کیا کرتے تھے، بخوبی

جانتے تھے کہ ’صاحب لوگ‘، محض مٹی کی بنی ہوئی گڑبائوں کو دیکھ کر خوش نہ ہوں گے۔ لہذا ان ’صاحبوں‘ کے لیے گوشت پوست اور خون سے بنی گڑبائوں کا انتظام کیا گیا۔ برطانوی افسران کی تفریح طبع کے لیے ناچ گانے کا اہتمام کرنے اور طوائفوں کی خدمات حاصل کرنے کے لیے پیسہ پانی کی طرح بہایا گیا۔ کچھ لکھنؤ سے لائی گئیں، کچھ برما سے اور کچھ خود انگلستان سے۔ یہ عورتیں ’بائی‘ یا ’بائی جی‘ کہلاتی تھیں۔ لہذا ایک ہی وقت میں صحن کے ایک سرے پر ہندوؤں نے اپنے بتوں کے لیے چبوترے تعمیر کیے تو دوسرے سرے پر تفریح اور دل لگی کے لیے ناچ گانے کا اہتمام کیا گیا۔ زنا، فحاشی، موسیقی اور ناچ گانا، یہ سب ہمیشہ سے درگا پوجا کے لازمی جزو رہے ہیں۔

یہ وہ ماحول اور فضا تھی جس سے بنگالی نشاۃ ثانیہ وجود میں آئی اور اسی ماحول سے ’بنگالی‘ کی ایک مخصوص شناخت پیدا کی گئی۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ بنگالی کے اس تصور کی تخلیق ہندو مشرکانہ تہذیب اور مغربی تصورات و نظریات کی مشترکہ کاوش تھی۔ اگرچہ ہندوستان میں

انگریز حکومت کا مرکز کلکتہ میں رہا، اس کے باوجود مشرقی بنگال کے لوگ جو کہ زیادہ تر مسلمان تھے، آہستہ آہستہ اور دیدہ و دانستہ اپنے حقوق سے محروم کر دیے گئے۔

بہت سے مسلمان زمینداروں سے ۱۷۹۳ء کے 'پرائمنٹ سیٹلمنٹ قانون' کے تحت، ان کی زمینیں چھین لی گئیں۔ پھر اسی قانون کی مدد سے اور انگریز کی آشریاد سے بہت سے ہندو منشیوں کو خود زمیندار بن بیٹھے کا وافر موقع ہاتھ لگا۔ انگریزوں نے بنگالی دہقانوں (جن کی اکثریت مسلمان تھی) کے لیے بھی محصول کا ایک نہایت سخت نظام متعارف کروایا۔ انگریز حکمرانوں کی خفگی بھرے رویے اور مسلمان اشرافیہ کو دیوار سے لگانے کے دستور کے نتیجے میں تعلیم یافتہ بنگالی ہندوؤں پر مشتمل اشرافیہ کا ایک طبقہ وجود میں آیا۔ یہ مالدار اور صاحب ثروت لوگ تھے جو سول سروس، عدلیہ اور یونیورسٹیوں میں اہم عہدوں کے حامل تھے۔

اگرچہ ہندو اور مسلمان ایک ہی معاشرے میں اور ایک ہی افسر شاهی کے ماتحت زندگی گزارتے تھے، اس کے باوجود ان کی تہذیبی و ثقافتی زندگیوں ایک دوسرے سے مماثل نہ تھیں۔ بنگالی مسلمان علاقے کے آزاد و خود مختار مسلمان حکمرانوں کی شکست کے سبب انگریزوں اور ان کے نظام تعلیم کے مخالف تھے، اور بالخصوص ان کی انگریزی زبان کے بے حد خلاف تھے۔ جبکہ ان کے برعکس ہندو انگریزوں کو اپنے گورے نجات دہندہ تصور کرتے تھے۔

تعلیمی، ادبی اور اقتصادی میدانوں میں ہندوؤں کی قیادت جلد ہی ہندوؤں کی تہذیبی برتری اور غلبے کی شکل میں نظر آنا شروع ہو گئی، لیکن یہ ایک ایسا سلسلہ تھا جس سے مسلمان ناخوش تو تھے، مگر جسے روکنے یا اس کا سدباب کرنے کے لیے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

برطانوی راج کے دور آغاز میں اسلام اور مسلمانان ہندوستان کی تحقیر کرنا اور ان کا مقام و مرتبہ گھٹانا عام دستور تھا۔ ہندوستان کی مغل سلطنت کے بچے کچھ ڈھانچے پر برطانوی استعماری قبضے کا جواز پیدا کرنے کے لیے انگریز لکھاریوں، اہل علم و دانش، بیوروکریٹس اور مشنریوں کو یہی آسان اور مناسب حل سوجھا کہ مسلمانوں کی نہایت خراب اور خستہ حال تصویر کشی کی جائے۔ جلد ہی ہندوستان کے منے ابھرنے والے لکھاریوں نے بھی انہی برطانوی علمی و ادبی روایات کی نقل اور پیروی کی۔ ان ہندو مصنفین اور لکھاریوں نے ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں (کے کردار) کو پیش کرنے میں ایک خاص قسم کی کج روی کا مظاہرہ کیا۔ ان کا رویہ و سلوک یورپین اور نیشنلزم (وہ یورپی افراد جو مشرقی دنیا بالخصوص جنوبی ایشیا میں دلچسپی رکھتے تھے) کی فکری روش کے بے حد قریب تھا جو ایشیا میں بڑھتے اور پھیلتے ہوئے استعمار کی حمایت کیا کرتے تھے۔ بیسویں صدی کے نصف اول میں بنگال میں مسلمانوں کے علیحدگی پسند خیالات کے پیچھے انہی بے شمار ہندو لکھاریوں اور اصحاب علم و دانش کا ہاتھ تھا جو مسلمانوں کی کردار کشی کرنے میں پیش پیش رہے تھے۔

تیسرا مرحلہ: مشرقی پاکستان میں بنگالی قوم پرست تحریک (۱۹۵۲ء تا ۱۹۷۱ء)

۱۹۵۰ء اور ۶۰ء کی دہائی میں مشرقی پاکستان میں مغربی پاکستان کی حاکم سیاسی اور فوجی اشرافیہ کے ظلم کے خلاف عام غصہ و ناراضگی پائی جاتی تھی۔ یہ ناراضگی حق بجانب بھی تھی کیونکہ فوجی و سیاسی اشرافیہ پر مشتمل یہ گروہ مشرقی پاکستان کا باقاعدہ و منظم استحصال بھی کرتا اور وہاں کے لوگوں کی تذلیل و توہین بھی۔ حالانکہ جن لوگوں کے ساتھ یہ سلوک روار کھا جارہا تھا ان میں اکثریت ان مسلمانوں پر مشتمل تھی جنہوں نے برضا و رغبت پاکستان بنانے کی حمایت کی تھی۔ حد تو یہ تھی کہ مغربی پاکستان کی یہ اشرافیہ مشرقی پاکستان کے مسلمانوں کے دین و ایمان پر سوال اٹھانے سے بھی نہ چوکی۔ معاشی استحصال، سیاسی و ثقافتی تفریق اور تذلیل و تحقیر پر مبنی رویے عوام میں غصے و نفرت اور تلخی و خفگی کے جذبات پھیلانے کا سبب بنے۔

عوام کے ان جذبات سے سیکولر سیاسی قائدین نے بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ انہوں نے ایک 'بنگالی قوم پرست' (نیشنلسٹ) تحریک شروع کی جس کے بہت سے نظریات و تصورات بنگالی نشاۃ ثانیہ سے ادھار لیے گئے تھے۔ بنگالی قومیت یا نیشنلزم کی بحث چھیڑ کر مڈل کلاس دانشوروں کے گروہوں نے سیکولر سیاست کے لیے راہ ہموار کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ جہاں ان گروہوں کی فکر کا مخدوم منبع بنگالی نشاۃ ثانیہ تھی وہیں یہ لبرل سوشلزم اور مارکسزم کے بھی قائل و داعی تھے۔ یہ مغربی آزاد خیالی (لبرل ازم) اور مارکسزم سے اپنے سیکولر خیالات کے لیے فلسفیانہ دلائل حاصل کرتے، اور رابندر ناتھ ٹیگور (جس نے ۱۹۱۳ء میں ادب میں نوبل انعام حاصل کیا) کی نظموں، ترانوں، ڈراموں اور مضامین کو سیکولر سوسائٹی اور سیکولر سیاست کے لیے بطور علامت استعمال کرتے۔ اپنے ان خیالات کو تقویت بخشنے کے لیے وہ دلائل وہاں سے ڈھونڈ کر لاتے جو بقول ان کے بنگالی تہذیب کا استعماری غلامی سے غیر متاثر شدہ حصہ تھا۔ ان گروہوں کی یہ سرگرمیاں نئی نہیں تھیں، بلکہ یہ ۱۹۳۰ء کی دہائی کے اواخر سے فعال تھے۔

۱۹۶۰ء کی دہائی میں، ملک کی سیاسی اعتبار سے گرما گرم فضا میں دانشوروں اور طلبہ لیڈروں کے ایک دوسرے گروہ نے ایک سیکولر جمہوری ریاست کا مطالبہ اور اس کی حمایت شروع کر دی۔ یہ بنگالی دانشور جدیدیت (ماڈرنزم)، لبرل سوشلزم اور مارکسزم کے نظریات سے متاثر تھے۔ کمیونزم اور لبرلزم کے ملاپ نے انہیں ایک ایسی آزاد و خود مختار بنگلہ دیشی ریاست قائم کرنے کا داعیہ و محرک دیا کہ جس کے ۷۲ء کے آئین میں ان کی حمایت سے جمہوریت، لادینیت (سیکولرزم)، سوشلزم اور قوم پرستی (نیشنلزم) بنیادی ریاستی اصول و مبادی ٹھہرے۔

یہ امر بھی ظاہر ہے کہ دانشوروں کے اس گروہ نے مشرقی پاکستان پر مغربی پاکستان کے ظلم کے پس منظر میں مارکسٹ انقلاب کی حمایت کی۔ وہ لینن کی ”روس کی اقتصادی تاریخ“ (Economic History of Russia) کی تعریف و تحسین کرتے، بعض نے بنگالی زبان میں لیون ٹروٹسکی کی ”مستقل انقلاب کا تصور“ (Idea of Permanent Revolution) کا ترجمہ بھی کیا۔ مڈل کلاس بنگالی دانشوروں کے اندرونی حلقے کے انداز فکر کو سمجھنے کی خاطر یہ بحث و تحقیق خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ کیونکہ یہی وہ طبقے تھے جس سے تعلق رکھنے والے افراد آزادی کے بعد بنگلہ دیش میں سیکولر بحث کو چھیڑنے، ڈھالنے اور رخ دینے کے عمل پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوئے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ اس طبقے کے افراد کا

آزادی کے بعد بنگلہ دیش کا آئین لکھنے اور تیار کرنے کے عمل سے گہرا اور اساسی تعلق رہا۔ وہی آئین و دستور بنگلہ دیش جو سیکولرزم، بنگالی قوم پرستی، جمہوریت اور سوشلزم کو ریاست کے بنیادی اصول کا مقام دیتا تھا۔

یہاں یہ بات جاننا ضروری ہے کہ مشرقی بنگال کے لوگوں کی اکثریت مارکسزم، سیکولرزم اور انقلاب کی حامی نہیں تھی۔ ان کے دلوں میں پاکستان کی اسلامی شناخت کے خلاف کوئی بغض و نفرت نہیں تھی۔ مشرقی بنگال کی آبادی کی اکثریت مسلمان تھی، وہ اپنے آپ کو مسلمان تصور بھی کرتے تھے، مگر ساتھ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ بنگالی زبان کو تسلیم کیا جائے اور مغربی پاکستان کے باشندوں کی مانند انہیں بھی مساوی عزت و

احترام اور حقوق دیے جائیں۔ یہ بات قابل فہم ہے کہ وہ حکمران طبقے کے خلاف غم و غصے کے جذبات رکھتے تھے۔ مگر ان کے اس غصے اور مجروح جذبات کو سیکولر سیاسی لیڈروں اور بائیں بازو کے حامیوں نے نہایت مہارت سے اپنا اُلوسیدھا کرنے کے لیے استعمال کیا۔ عوامی لیگ کی حکومت، طلبہ تنظیمیں اور ان کے دانشور ساتھی پاکستانی فوج سے اظہارِ برأت کرنے اور ملک کی بھاری اکثریت کے مسلم تہذیبی ورثہ و روایات کے ساتھ گہرے جذباتی تعلق اور لگاؤ کی توہین کرنے میں کوئی تمیز یا فرق روا نہ رکھتے۔

بنگلہ دیش کے وجود میں آنے کے بعد ایک سیکولر آئین کا مسودہ تیار کیا گیا۔ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ بنگالی قومیت یا قوم پرستی کے نام پر عوامی لیگ کی حکومت نے اس مسلم تاریخ، تہذیب اور سیاست کی تمام علامتیں مٹانے کی کوشش کی کہ جس کے باعث ۷۱ء میں بنگلہ دیش کا قیام ممکن ہو پایا تھا۔ قوم پرستی (نیشنلزم)، لادینیت (سیکولرزم)، جمہوریت اور سوشلزم..... کہ جس کے مجموعے کو (مجیب کی نسبت سے) ”مجیب ازم“ کہا جانے لگا، ملک کی نئی نظریاتی کھجڑی تھی اور ’جے بنگلہ‘ کا نعرہ بنگلہ دیش کا تازہ محب وطن نعرہ تھا۔ حکومت عوام کے سیاسی جذبات سے مکمل صرف نظر کرتے ہوئے ایک بے حد واضح اقتضائی جذبے کے ساتھ سڑکوں اور تعلیمی اداروں کے نام بدلنے جیسے لایعنی کاموں میں مشغول تھی۔

عوامی لیگ کی حکومت، طلبہ تنظیمیں اور ان کے دانشور ساتھی پاکستانی فوج سے اظہارِ برأت کرنے اور ملک کی بھاری اکثریت کی مسلم تہذیبی ورثہ و روایات کے ساتھ گہرے جذباتی تعلق اور لگاؤ کی توہین کرنے میں کوئی تمیز یا فرق روا نہ رکھتے۔ عوامی فکشنر کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے کرنا پرانی روایت تھی۔ مگر بنگلہ دیش کی نئی حکومت نے ۷۲ء میں اس روایت کو بھی ختم کر دیا۔ پاکستانی دور میں ہفتہ وار تعطیل کا دن جمعہ المبارک ہوا کرتا تھا، لیکن بعد ازاں اسے بھی تبدیل کر کے چھٹی کا دن اتوار مقرر کر دیا گیا۔ ایک اور انتہائی قدم اسلامی موقف کی حامل تمام سیاسی تنظیموں اور گروہوں پر پابندی لگانا تھا۔

۷۵ء میں جب فوج نے مجیب کا دھڑا تختہ

کیا تو مجیب اپنے خاندان سمیت قتل کر دیا گیا۔ مگر اس کے بعد آنے والی حکومتیں بھی اپنے سیکولر منہج پر قائم رہیں۔ وہ انسانی ساختہ قوانین کے بل پر حکومت کرتی رہیں اور قانونِ الہی کو بزورِ دَباقی رہیں۔ ہاں مجیب دور کی کھلی اور واضح سیکولر پوزیشن سے ہٹ گئیں اور انہوں نے..... بہت حد تک پاکستان کے حالیہ و سابقہ حکمرانوں کی طرح..... اسلامی شناخت کے بعض ظاہری اور سطحی پہلوؤں کو اپنا شروع کر دیا۔

یہاں یہ بات جاننا ضروری ہے کہ مشرقی بنگال کے لوگوں کی اکثریت مارکسزم، سیکولرزم اور انقلاب کی حامی نہیں تھی۔ ان کے دلوں میں پاکستان کی اسلامی شناخت کے خلاف کوئی بغض و نفرت نہیں تھی۔ مشرقی بنگال کی آبادی کی اکثریت مسلمان تھی، وہ اپنے آپ کو مسلمان تصور بھی کرتے تھے، مگر ساتھ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ بنگالی زبان کو تسلیم کیا جائے اور مغربی پاکستان کے باشندوں کی مانند انہیں بھی مساوی عزت و احترام دیے جائیں۔ یہ بات قابل فہم ہے کہ وہ حکمران طبقے کے خلاف غم و غصے کے جذبات رکھتے تھے۔ مگر ان کے اس غصے اور مجروح جذبات کو سیکولر سیاسی لیڈروں اور بائیں بازو کے حامیوں نے نہایت مہارت سے اپنا اُلوسیدھا کرنے کے لیے استعمال کیا۔ عوامی لیگ کی حکومت، طلبہ تنظیمیں اور ان کے دانشور ساتھی پاکستانی فوج سے اظہارِ برأت کرنے اور ملک کی بھاری اکثریت کے مسلم تہذیبی ورثہ و روایات کے ساتھ گہرے جذباتی تعلق اور لگاؤ کی توہین کرنے میں کوئی تمیز یا فرق روا نہ رکھتے۔

آج بنگلہ دیش میں اسلام پر چہار جانب سے ایک یلغار ہے، مگر بنگلہ دیش کے اہل اسلام پھر بھی بے حد مضبوطی سے اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اور تمام عالم میں پھیلی امت مسلمہ کی محبت کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔

۱۹۵۰ء تا ۱۹۷۰ء کے عرصے کے دوران، مارکسزم کی جانب مائل متوسط طبقے کے دانشور مختلف مغربی سیاسی خیالات و نظریات کی روشنی میں بنگالی قوم پرستی کی تعریف و تشریح کیا کرتے تھے۔ محبوب الرحمن کے مرنے تک یہ دانشور ایک سیکولر قسم کی بنگالی قوم پرستی کے تصور کو ڈھالنے کے کام آئے۔ مگر ان کی یہ مہم اس لیے ناکام ہو گئی کیونکہ ان کا یہ بیانیہ مسلمان عوام کی حقیقت سے دور اور کٹا ہوا تھا۔

چوتھا مرحلہ: شاہ باغ بمقابلہ شپہ (۲۰۱۳ء تا حال)

چوتھا مرحلہ ۲۰۱۳ء میں تحریک شاہ باغ سے شروع ہوتا ہے۔ اس تحریک نے جماعت اسلامی کے دینی قائدین کو ۷۰ لاکھ کے جنگی جرائم کے الزام کی بنیاد پر ان کے لیے سزائے موت کا مطالبہ

کیا۔ بہت سے غیر جانبدار مبصرین..... جن میں مغربی سیکولر مبصرین بھی شامل ہیں..... نے کہا کہ یہ الزامات اور ان کے نتیجے میں ہونے والے مقدمے کے پیچھے سیاسی محرکات کار فرما تھے اور یہ تاریخی حقائق پر مبنی نہ تھے۔

تحریک شاہ باغ جماعت اسلامی کے تمام قائدین کو قتل کرنے کا مطالبہ لے کر آئی

تھی۔ یہ تحریک بنگلہ دیش میں مذہبی سیاست پر مکمل پابندی عائد کرنے کے حق میں تھی جس کی خاطر اس نے باقاعدہ سیاسی مہم بھی چلائی۔ بنیادی طور پر اس تحریک کی حمایت کرنے والوں میں بائیں بازو کے طلبہ گروہ، دانشور، عوامی لیگ اور بالخصوص بھارت شامل تھے۔ تحریک کی سرگرمیوں میں شمولیت اختیار کرنے والوں کے لیے مفت کھانے اور میڈیا کوریج کی ضمانت دی گئی تھی جس کے سبب بہت سے لوگ ان کے جلسوں میں شامل ہوتے۔ بہر کیف، یہ تحریک بنگلہ دیش کے عوام کی نمائندگی کرتی تھی۔

قابل توجہ امر یہ تھا کہ تحریک شاہ باغ کے فعال ترین منتظمین اور بے باک ترین محرکین میں وہ بلاگر شامل تھے جو کھلے عام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امہات المؤمنین (رضی اللہ عنہن) کی شان میں گستاخی کیا کرتے تھے۔ الحمد للہ، اللہ کے فضل سے مجاہدین ان شاتمین رسول ﷺ میں سے رجب نامی ایک گستاخ شخص کو تحریک شاہ باغ کے شروع کے دنوں میں ہی قتل کرنے میں کامیاب رہے۔ اس قتل پر بنگلہ دیش کی حالیہ وزیراعظم حسینہ رجب کے گھر گئی اور اس کو

دوسری جنگ آزادی کا پہلا شہید قرار دیا۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد جب رجب اور تحریک شاہ باغ کے دیگر قائدین کی بہت سی فحش (پورنو گرافک)، اور اسلام دشمنی پر مشتمل تحریریں عوام کے سامنے آئیں تو اس تحریک کے بارے میں عوامی فہم بالکل بدل گیا اور لوگوں نے ان کا بائیکاٹ کرنا شروع کر دیا۔

اسی دوران قومی مدرسے کے علماء کی قیادت میں حفاظت اسلام نامی تنظیم نے ایک تحریک کا آغاز کیا جس نے شاتمین رسول ﷺ کے لیے موت کی سزا (مقرر اور نافذ کرنے) کا مطالبہ کیا۔ ایک بار پھر پورا ملک تقسیم ہو گیا۔ شاہ باغ تحریک تو ایک طرف ہو گئی، اور عوامی توجہ حفاظت اسلام تحریک کی جانب مبذول ہو گئی اور یہ تحریک زور پکڑنے لگی۔ تاہم ۵ مئی ۲۰۱۳ء کو حفاظت اسلام تحریک نے ایک لانگ مارچ کا اعلان کیا جس کا اختتام ڈھاکہ کے عظیم چوک شپہ چتر پر ہونا تھا۔ حکومت نے حفاظت اسلام کے مظاہرین پر فائر کھول دیا جس سے بہت سے لوگ قتل ہوئے۔ اس کے بعد شدید ترین حکومتی دباؤ کے سبب یہ تحریک دب گئی جبکہ شاہ باغ تحریک آہستہ آہستہ خود ہی بجھ گئی۔

مگر ملک بری طرح شپہ اور شاہ باغ کے درمیان تقسیم ہو گیا۔ عوامی لیگ کی حکومت نے عام عوامی جذبات کا رخ محسوس کرتے ہوئے آہستہ آہستہ تحریک شاہ باغ اور اس کے جارحانہ سیکولرزم سے دور ہٹنا شروع کر دیا۔

اگرچہ تحریک حفاظت اسلام ان گستاخ بلاگرز کو سزا دلوانے میں ناکام رہی، مگر

الحمد للہ، اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے القاعدہ برصغیر کے مجاہدین ان گستاخوں میں سے کئی کو سزا دینے میں کامیاب رہے۔ القاعدہ کی عملیات ان گستاخوں کے منہ بند کرانے اور سیکولر بنگالی قوم پرست نظریے کی ابھرتی ہوئی لہر کو روکنے میں بے حد کامیاب رہیں۔ مگر ۲۰۱۸ء کے بعد سے بنگالی قوم پرستی ایک بار پھر دن بدن بڑھتی ہوئی شدت سے ظاہر ہو رہی ہے اور کوئی بھی اسلامی تحریک اس کے خلاف کما حقہ مزاحمت کرنے میں کامیاب نہیں ہوئی۔

آج بنگالی قوم پرستی اور مسلم بنگال کی شناخت کے مابین تنازع ملک کو تقسیم کرنے والا سب سے بڑا اور مرکزی نظریاتی تنازع ہے۔

حاصل کلام

اسلام تمام تہذیبوں کو اپنے اندر سمونے کی صلاحیت رکھتا ہے، بشرطیکہ ایسے عناصر جو بنیادی اسلامی تعلیمات سے ٹکراتے ہوں، انہیں حذف کر دیا جائے۔ اسلام کی اس طبیعت و مزاج سے مسلم معاشرے میں تنوع اور قبولیت کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

تمام دنیا میں بسنے والے مسلمان مختلف زبانیں بولتے ہیں، ان کے کھانے مختلف، لباس کی عادات رنگارنگ اور تہذیبی صفات ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ مگر ان تمام اختلافات کے ساتھ بھی وہ اسلام کے ساتھ مکمل طور پر ہم آہنگ ہیں۔ اسلام اپنے پیروکاروں پر کوئی بھی مخصوص زبان یا رسم و رواج مسلط نہیں کرتا، نہ ہی یہ کسی ایک نسل کو دوسروں سے برتر سمجھتا ہے۔ اگرچہ عربی زبان کا ایک خاص مقام ہے چونکہ عربی زبان نہ صرف زبان وحی ہے بلکہ خود رسول اللہ ﷺ کی زبان ہے کہ جس میں انہوں نے اسلام کی تعلیمات اولین مسلمانوں تک پہنچائیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور دیگر علماء نے اس بابت لکھا ہے کہ اگرچہ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت یا فوقیت حاصل نہیں، اور نہ کسی عجمی کو عربی پر، مگر مسلمانوں کے لیے عربوں اور عربی زبان سے محبت رکھنا فطری امر ہے، اور ایمان کا حصہ بھی (اور اس کا سبب وہی ہے جو پہلے ہم نے بیان کیا)۔ اس رویے سے ایک مسلمان معاشرے میں مختلف تہذیبی شناختیں پنپنے کی گنجائش پیدا ہوتی ہے۔

تاہم اس قبولیت عام کے لیے بھی ایک شرط ہے۔ اور وہ یہ کہ اسلام اور امت مسلمہ مسلمانوں کی شناخت کے اہم ترین اور نمایاں ترین پہلو ہونے چاہئیں۔ ہر وہ عنصر جو ان دو پہلوؤں سے ٹکراتا ہو اسے رد کرنا ہو گا۔ اس میں وہ معاشرتی رسم و رواج بھی شامل ہیں جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہوں جیسے تعصب اور تفریق، اور مختلف عقائد، رواج اور وہ تہوار بھی جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہوں۔

اسلام بڑے صغیر کے رہنے والوں سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ وہ لازماً عربوں کی غذائی عادات اپنائیں، نہ ہی شمالی افریقہ سے تعلق رکھنے والوں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ افغانوں کا طرز لباس اختیار کریں۔ نہ ہی المغرب کے مسلمانوں پر یہ زبردستی کرتا ہے کہ وہ الجزائر کے مسلمانوں کے رسم و رواج اپنائیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر کوئی مسلمانوں پر اس قسم کی کوئی زور زبردستی کرتا ہے اور اللہ نے جو وسعت عطا کی ہے اسے مسلمانوں کے لیے تنگ کرتا ہے، تو وہ محض اس امت کو کمزور کرے گا۔ کیونکہ عصیت..... کسی خاص گروہ کی شناخت..... اپنی قوم، زمین اور زبان سے محبت اور وفا..... یہ وہ جذبات ہیں جو تمام انسانوں کے اندر مخفی ہوتے ہیں۔ اور جب یہ جاگ جائیں تو کوئی بھی انسان مکمل طور پر ان کی کشش سے بچ نہیں پاتا۔ سو اگر ایک شخص کی زمین، قوم یا رسوم و رواج پر بلاوجہ حملہ کیا جائے تو یہ لامحالہ تنفی اور تنازع کا باعث بنے گا۔

مجموعی طور پر اسلام بنی نوع آدم میں ان کے تہذیبی پس منظروں سے قطع نظر، بھائی چارے اور اتحاد و اتفاق کے جذبات کو فروغ دیتا ہے۔ جب تک شرعی مطالبات پورے کیے جا رہے ہوں، ذاتی پسند ناپسند اور تہذیبی و ثقافتی چناؤ اور اختیار کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ اسلام معاشرے میں تنوع اور قبولیت کی اجازت دیتا ہے، تاہم دین کے کسی بنیادی اصول پر سمجھوتہ نہ ہو رہا ہو۔ یوں اسلام مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو، ایک عقیدے کے پرچم تلے اکٹھا اور متحد کرتا ہے۔

تہذیبی و ثقافتی اختلافات اور اس قسم کے دیگر موضوعات پر بات کرتے اور رائے دیتے ہوئے ضروری ہے کہ یہ بنیادی اصول ذہن نشین رہیں، کیونکہ ان اصولوں سے ہٹنے کا نتیجہ، چاہے وہ لاپرواہی کی بنا پر ہو یا شدت پسندی کی، مگر اس کا نتیجہ مسلمانوں میں پھوٹ، افتراق، خصامت اور حتیٰ کہ جارحیت کے سوا کچھ نہیں۔

☆☆☆☆☆

آسانی اختیار کرنا

”مَا خَيْرَ رَسُولٍ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ قَطُّ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا.“ (صحيح بخاری، کتاب الادب، حدیث نمبر: ۶۱۲۶)

”جب حضور اقدس ﷺ کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ اس میں سے آسان تر کو اختیار فرماتے۔“

اس کی وجہ وہی ہے کہ آسان راستہ اختیار کرنے میں عبادت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے بہادری نہیں ہے بلکہ شکستگی ہے، میں تو عاجز بندہ ہوں، ناکارہ ہوں۔ میں تو آسان راستہ اختیار کرتا ہوں۔ یہ بندگی کا اظہار ہے، اور اگر مشکل راستہ اختیار کیا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بہادری جتاننا ہے۔

(اصلاحی خطبات)

ہمیں رکنا نہیں آتا.....

قاری معاذ بدر

خطرناک اسٹرائیکنگ اور شدید بمباری کے خوف سے اپنے ماموں کی گود میں سہم جاتی تھی۔ بالآخر شدید بمباری کے نتیجے میں علاقے کے مکینوں کو اپنا علاقہ خالی کرنا پڑا۔

کیا کچھ نہ دیکھا ان اجنبیوں نے، سامان سے بھرے گھر چھوڑتے وقت صرف کپڑوں کا ایک بیگ لینے پر اکتفا کیا۔ لئے پٹے ہندوستان سے آئے ہوئے قافلوں کی کہانیاں اپنے بڑوں سے سنی تھیں۔ سکھوں کی کرپانوں، اور ہندوؤں کے ترشولوں کے ہاتھوں شہید ہونے والے مسلمانوں کی داستانیں بھی یاد تھیں۔ محض لا الہ الا اللہ کی خاطر لٹنے والے قافلوں کے قصے بھی معلوم تھے۔ مگر لٹا ہوا قافلہ دیکھا پہلی بار تھا، وہ بھی جو انہوں ہی کے ہاتھوں لٹا ہو۔ علاقے سے نکلنے کے تمام راستوں کی ناکہ بندی پاکستانی فوج پہلے ہی مکمل کر چکی تھی، اب بس ایک ہی راستہ بچا تھا اور وہ بھی پیدل چلنے کا۔ بارگھنوں کی مسافت کا طویل راستہ، جس پر سب بوڑھے، بچے، جوان گامزن تھے۔ خواتین اور ضعیفوں کی خاطر گاڑی کا بندوبست کیا گیا، مگر اس پر بھی دشمن نے کمین لگائی، کہ بالآخر گاڑیاں اور سامان سب چھوڑ کر خواتین کو بھی پیدل ہی سفر کرنا پڑا۔

وہ نسبتاً کم خطرے والے علاقے میں مقیم تھا۔ وہ پیدل طویل مسافت طے کر کے آنے والے ان تھکے ماندے مجاہدین کی خدمت میں جتا رہتا۔ جب قافلہ اپنی تھکن اتار لیتا تو اگلی منزل کی جانب چل پڑتا..... قافلے کہاں رکتے ہیں، اور جو قافلے اپنا سفر جاری رکھتے ہیں وہ منزل مقصود پر پہنچ ہی جاتے ہیں، بشرطیکہ سمت کا تعین ٹھیک ہو۔ وہ ہر صبح ناشتے کے بعد مرکز کے سامنے والے بلند و بالا پہاڑ پر چڑھ جاتا اور جنگی علاقے میں پھنسے دل کے ٹکڑوں سے رابطہ بحال رکھتا۔ ان کی خیریت دریافت کرتا، سلامتی کی خبر سن کر اس کا خون سیروں بڑھ جاتا، ارد گرد دور دور تک پھیلے ہوئے چلغوزے کے درخت یوں لگتا، جیسے اس کے ساتھ مل کے ترنم سے یہ اشعار پڑھ رہے ہوں:

تیرے دیدار کی آس دل میں لیے، اپنی آنکھوں کو پہروں تھکاتے رہے
تیری راہوں میں جو بھی نکلتا رہا، اس کی راہوں میں پلکیں بچھاتے رہے

سوچتے سوچتے وہ حال کی دنیا میں لوٹا تو اسے محسوس ہوا کہ مرکز پر گھومتے ڈرون کی گردش تھوڑی کم ہو گئی ہے یا چکر کا رخ دوسری سمت ہو گیا ہے۔ تمام ساتھی مرکز سے دور، منتشر درختوں کی اوٹ میں بیٹھے تھے، منتظر تھے کہ کب یہ نگاہوں سے اوجھل ہو اور ہم مرکز کے اندر جا کر کھانا بنا سکیں۔ اس کو لگا شاید یہی مناسب وقت ہے، وہ تیزی سے اٹھا اور مرکز کی جانب بھاگا۔ جلدی جلدی آنا گوندھا، جب آنا گوندھ لیا تو درخت کے دوسرے جھنڈ کی طرف ایک بھائی کو اشارہ کیا تاکہ وہ اس کے ساتھ مل کر روٹی بنانے میں مدد کرائے۔ ساتھی اشارہ پا کر

آج کا دن بہت عجیب تھا، دھوپ میں بھی عجیب سی اداسی چھائی ہوئی تھی۔ وجہ شاید یہ تھی کہ وہ جس علاقے میں مجاہدین کے ساتھ رہ رہا تھا، اس علاقے میں پچھلے کچھ دنوں سے امریکی ڈرون انتہائی نیچی پرواز کر رہا تھا۔ ڈرون کے گھومتے ہوئے دائروں سے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس کا ہدف ان کا مرکز ہی تھا۔ اس لیے تمام ساتھی حفاظت کی غرض سے مرکز کو چھوڑ کر مرکز کے ارد گرد پھیلے ہوئے درختوں کے جھنڈ میں پھیل چکے تھے۔ وہ بھی ایک درخت تلے گم سم بیٹھا اپنی سوچوں میں مگن تھا۔ سوچوں میں گم، وہ اپنے ’جرائم‘ پر غور کر رہا تھا۔ کیا جرم تھا ان لوگوں کا؟ کیوں وہ اپنے گھروں سے نکال دیے گئے؟..... حالانکہ ان میں سے ہر ایک اپنے گھر اور علاقے کے لوگوں کی آنکھوں کا تارا تھا۔ ان میں تو اکثر لوگوں کے دم سے ہی یاروں دوستوں کی محفلیں آباد تھیں، مگر آج وہ جدید صلیبی جنگ میں کافروں کا اولین ہدف تھے، زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو چکی تھی اور اللہ کی وسیع زمین پر یہ مجاہدین، اپنے بچوں کو لیے اجنبیت کی زندگی گزار رہے تھے۔ دشمن ان کے پیچھے یوں ہاتھ دھو کر پڑا ہوا تھا کہ اس کے سامنے آسمان کا سایہ ناپید اور زمین کی وسعت ناکافی نظر آتی تھی۔ شاید ان کا جرم یہ تھا کہ وہ ”وَعَلَتِ الْيَكُ رِبَ لِرَضَى“ کہہ کر نکل آئے تھے، یا یہ کہ ہر مظلوم مسلمان کا درد ان کے سینے میں بستا تھا، ہر مظلوم کی آہ پر وہ تڑپ اٹھتے تھے۔ تبھی تو وہ پوری دنیا میں..... یمن، مالی، افغانستان، پاکستان، ہندوستان، الجزائر، صومالیہ و کشمیر میں..... ہر جگہ کفار و مرتدین کا عالمی ہدف تھے۔

بیٹھے بیٹھے، یادوں کی دنیا میں وہ کہیں دور نکل گیا۔ اس کو وہ سہانے دن یاد آگئے جب انصار کی بستی میں سبھی اہل ہجرت اکٹھے رہتے تھے۔ وہ اہل ایمان کی بستی تھی، جہاں عرب و عجم کے یہ مکین اللہ کی بندگی کے لیے اکٹھے ہوئے تھے۔ کوئی عرب سے اٹھ کے آیا تھا، تو کوئی ماوراء النہر سے، کوئی ترکستان کا مظلوم تھا تو کوئی لیبیا کا شہزادہ، کوئی ہندوستان کو دوبارہ دارالاسلام بنانے کی چاہت لیے اپنے بیوی بچوں سمیت مارا مارا پھر رہا تھا،..... زبان، قوم، قبیلے، سبھی کے جدا جدا..... مگر غم سبھی کے سانچے تھے۔ درد کی اس لڑی نے ان سب کو ایک جسم و قالب میں ڈھال دیا تھا۔ کہنے کو کتنے تھے وہ، مٹھی بھر مجاہدین..... مگر کفر کو ان مٹھی بھر مسلمانوں کا بھی گٹھ جوڑ کب گوارا تھا، ہر دور کے فرعونوں کی یہ عادت رہی ہے کہ موسیٰ کو اس کے پٹھوڑے میں ہی مارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تبھی اب کی بار بھی یہ نام نہاد ’ایمان، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ‘ جیسے مقاصد رکھنے والی فوج الخالد و ضار نامی ٹینک لے کر مسلمانوں پر کافروں کے احکام کی پیروی میں حملہ آور ہوئی تھی۔ اس کو حملے کی رات یاد آئی، جب ننھی امامہ جیٹ جہازوں کی

فوراً اس کے پاس آگیا۔ دونوں نے مل کر روٹی بنائی اور فارغ ہو کر دوبارہ درختوں کے نیچے آ بیٹھے۔ درخت کے نیچے پہنچ کر سکھ کا سانس لیا تو ایک دوسرے کو دیکھ کر یوں مسکرانے لگے جیسے کھیل کا پہلا مرحلہ سر ہو گیا ہو۔

اس کو یاد آیا جیسے ابھی کل ہی کی بات ہو، انکسور اڈا میں ساتھیوں کے ساتھ مل کر عید الاضحی منائی تھی۔ آپریشن ضرب عضب کے نتیجے میں شہادتوں اور غموں کے بیچ منائی گئی عید..... وہ کیسے بھول جاتا، کچھ دن پہلے ہی والد کی طرح شفقت کرنے والے شفیق بزرگ، رکن شوری القاعدہ بر صغیر عمران صدیقی المعروف حاجی ولی اللہ، پیارے طیب بھائی اور سلیمان بنگالی بھائی کی شہادت کی خبر سن کے یقین ہی نہیں آتا تھا کہ ہنتے مسکراتے یہ چہرے چلے گئے۔ عید کے کچھ دن بعد ہجرت و جہاد کے یار ہارون بھائی کی بھی شہادت کی اطلاع آگئی کہ وہ بھی ایک امریکی ہیل فائر میں اپنی مراد پا گئے۔ پھر چند ہی دن بعد، امت مسلمہ کے طبیبوں کے لیے مثال ڈاکٹر ابو خالد رحمہ اللہ اور ہجرت و جہاد کا ایک اور راہی، قربانی و فداکاری کا مجسم نمونہ، میجر عبدالقدوس بھی ان کے ساتھ جام شہادت نوش کر گئے۔

کیسے کیسے لوگ نجانے کدھر گئے
اس دل کی انجمن کے ستارے بکھر گئے

جہاں سب کو جانا ہے، حساب اپنا چکانا ہے، لیکن ان اجنبیوں کو بس اپنا زخم دکھانا ہے، ساتھیوں کی جدائی کا غم، والدین سے دوری، اور ہجرت و جہاد کی دربدریوں کے زخم..... جو ایک مہاجر جرنی سبیل اللہ اپنی زندگی میں سہتا ہے۔ وہ شہد اس کو ٹوٹ کر یاد آئے، جو اس صدی کی وحشی صلیبی یلغار کو اپنے جسموں پر سہتے رہے، اور ہنتے مسکراتے رب کی جنتوں کی طرف پیش قدمی کرتے رہے۔ عید کے چند دن بعد شیخ مصطفیٰ عبدالکریم رحمہ اللہ اپنے ساتھ مہاجر مجاہدین کا ایک گروہ لے کر چلے گئے۔ اگلی منزلوں کی جانب..... الوداعی ملاقات میں وہ سب سے محبت سے ملے، معلوم نہیں کب ملاقات ہو..... بعد میں ان میں سے اکثر اپنی مراد کو پا گئے، کسی کو قندھار شراوک کی خاک پسند آگئی..... تو کسی کے حصے میں براچہ کا قبرستان آیا..... کسی کو گرم سیر کے دشت میں سونا نصیب ہوا..... کیا کچھ نہیں دیکھا، امت مسلمہ کے ان اجنبی لوگوں نے! وہ آخری دفعہ ان ہی کی حالت زار پر رویا تھا، جب کئی گھنٹوں کی مسافت طے کر کے آنے والے ایک بچے نے کہا، ”چاچو میں تو پورا راستہ پیدل چل کے آیا ہوں“، اور دس سالہ چھوٹے بھائی کی جانب اشارہ کیا، ”یہ تو کبھی پیدل چلتا تھا، تو کبھی بابا کے کندھوں پر سوار ہو جاتا تھا“۔

قافلے آتے اور جاتے رہے، اس کو لگا جیسے ابھی کل ہی کی بات ہو، انہی قافلوں میں ایک عراقی مہاجر شیخ ابو زیاد العراقی اپنے تینوں بیٹوں سمیت مرکز میں آئے۔ بچے کیا تھے... باپ کی خدمت کے لیے ہر دم مستعد اور تیار رہتے۔ جیسے چاند کے گرد نور کا ہالہ رہتا ہے۔ مگر اس علاقے سے جانے کے کچھ دن بعد دوران سفر گول و سواہی میں وہ صلیبی ڈرون کا نشانہ بن کر

اپنے بابا کے ساتھ رب کی جنتوں کو سدھار گئے۔ اس کو یوں لگا جیسے جہن میں چند بابائیں آئی ہوں، اپنے حصے کے کنکر مار کر اڑ گئی ہوں ذہنی قیدیوں کی طرف..... جو اہرات سے بنے محلوں کی طرف، جہاں ہم سب نے جا کر بس اپنا زخم دکھانا ہے.....

وہ انہی سوچوں میں گم بیٹھا تھا کہ اتنے میں چھوٹا سا کنکر کہیں قریب آکر گرے۔ اس نے دیکھا ایک بھائی مرکز کی طرف جانا چاہ رہا تھا، اس نے بھی وکٹری کا نشان بنا کر اثبات میں سر ہلادیا۔ منصور بھاگتا ہوا گیا، اس نے جلدی سے کچن میں جا کر گندے برتن دھوئے، اور واپس دوڑتا ہوا اپنے جھنڈ میں ایک درخت کے نیچے آکر بیٹھ گیا۔ واپسی پر وہ اس کو دیکھ کے زیر لب مسکرایا۔ جواب صرف ایمان بھری مسکراہٹ کا تبادلہ تھا، اتنے میں ڈرون کی گردش دوبارہ تیز ہو گئی۔ چشم تصور میں اس کو یوں محسوس ہوا جیسے صلیبی کافروں کو غصہ آگیا ہو، ہم ڈائپر پہن کے اتنی دیر سے یہ دجالی پرندہ گھما رہے ہیں اور یہ موت کے سائے کے نیچے بھی اپنی دنیا میں خوش ہیں۔ جس کا اظہار ان کافروں نے کچھ قیدی بھائیوں کے سامنے بھی کیا۔

اس کو لگا جیسے ابھی کل ہی کی بات ہو..... ماہ صیام شروع ہو چکا تھا۔ چھوٹے ٹیلوں اور بلند وبالہ پہاڑوں کے درمیان ایک چھوٹا سا مرکز آباد تھا۔ مرکز کیا تھا، جنت کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ علامہ ابن قیم کے بقول دنیا میں بھی ایک جنت ہے، اور وہ مجاہدین کی محفلیں ہیں۔ ہر مجاہد اپنا اپنا جیبی ساز کا مصحف سنبھالے کسی سایہ دار جگہ پر بیٹھا تلاوت میں مصروف ہوتا، ایک پتھر کے نیچے کماندان قاسم بھائی تلاوت کر رہے ہوتے..... ذرا سا دور مولوی حکیم خالد صاحب بیٹھے اپنی منزل یاد کر رہے ہوتے، قاری حنیف صاحب ڈیرے وال مرکز کے مسؤول تھے، مرکز میں فدا ایوں کا علیحدہ جھر مٹ تھا، مدارس والے بھائی بھی چھیٹوں پر آئے ہوئے تھے اور جب تراویح کا وقت آتا تو ہر حافظ بھائی کی یہ خواہش ہوتی کہ تراویح میں وہ اپنا کلام پاک مکمل کر لے۔ نماز عشاء کے بعد وہ دوسرے کو لے کر چلا جاتا، کلام پاک کو تراویح میں سناتا..... کیا خوب لمحات تھے، جب رات کی تاریکی میں ہر طرف قرآن مجید کا سماں بندھ جاتا۔ اس کو یاد آیا کماندان قاسم بھائی، مولانا سلیمان، مولوی خالد حمزہ اور تمام فدا ای ساتھی، صبر و شکر کا پیکر لالہ صابر، اور نجانے کتنے دل کے کلین جو یاد ہی نہیں..... اس مرکز کے کلین تھے۔ اب وہ یہاں نہیں بلکہ اپنا سفر پورا کر کے رب کی جنتوں کے کلین بن گئے ہیں، جہاں غم کا گزر نہیں..... جہاں کی محفلوں میں جانے کی خاطر اس کا بھی دل تڑپتا تھا، وہ جہاں اس کے اپنے قبیلے کے چودہ شہید تھے..... جہاں کی محفلوں کی یاد آتش شوق کو مزید بھڑکا دیتی۔

وہ علاقہ مہاجرین کی آمد کے ساتھ نیا نیا ہی آباد ہوا تھا، لوگ مانوس ہونا شروع ہو گئے، ضرورت کی چیزیں ملنا شروع ہو گئیں۔ رونقیں بڑھ سی گئیں..... لیکن کچھ دن بعد اس علاقے کے قبرستان میں شہد کی تعداد بھی بڑھنے لگی۔ نجانے یہ لوگ جہاں بھی جاتے ہیں، اپنی گدڑی کے چند لعل کیوں سپرد خاک کر کے اگلی منزل کی جانب اپنے ترکش کے بچے ہوئے تیر لے کے نکل جاتے ہیں۔ علاقہ چھوڑنے سے کچھ دن قبل ڈرون حملے میں ہونے والے تمام شہید بھی اسی قبرستان

میں دفنائے گئے۔ اس کی نظر میں وہ شہداء گھوم گئے، مولانا حمزہ، آریانا استاد، بلال بٹ، جمال بھائی، لالہ صابر اور صغیر بلوچ سمیت کتنے شہداء اب قبرستان کے مکین بن چکے تھے۔

عادل کے ٹکڑے بھی کچھ پارہ ہائے جگر، چھوڑ آیا ہوں کیا بھول جاؤں انہیں

وہ درخت کے نیچے بیٹھا اپنے بھائیوں کے اشارے کا منتظر تھا کہ کاشن ملتے ہی بھاگ کر جائے، اور یقیناً کام نمٹا سکے۔ جیسے ہی اس کو معلوم ہوا کہ اب فضا میں شاید دوبارہ سکون ہے، وہ بھاگتا ہوا کچن میں گیا جلدی جلدی پیاز کاٹے اور جلدی میں کھانا بنایا۔ جب کھانا بن گیا اور کھانا تیار ہونے کا اشارہ کر دیا تو پھر جلدی میں دسترخوان لگایا گیا، اور سب بھائیوں نے کھانا کھایا۔ ایک بھائی کی فرمائش پر چائے بنائی گئی، سب نے دودھ والی چائے پی، اور اپنی اپنی بائیکس اٹھائیں، کفری آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے کسی جگہ رات بسر کرنے کے لیے کسی انجانی منزل کی جانب یہ مسافر منتشر ہو گئے۔

یہ بھی کیا عجیب لوگ ہیں، کیا خوشیاں ان کو اچھی نہیں لگتیں، کیا دنیا میں اس طرح زندگی گزاری جاتی ہے.....؟ اگر یوں لڑتے رہے تو دنیاوی اسٹیٹس کہاں ملے گا، کیرئیر پلاننگ کی دنیا کون سجائے گا۔ یہ وہ طعنے یا وہ بھاشن تھے جو اس راہ پر قدم رکھنے سے قبل نام نہاد ناصحین سے سننے کو ملتے، اس کو یاد آیا وہ اس دن کتنا خوش تھا جب اس کو پہلی دفعہ تشکیل پر بھیجا گیا۔ اس کی تشکیل خط اول پر بنائے گئے مرکز میں ہوئی جہاں سارا دن مجاہدین اسلام کفر سے لڑنے، اس پر جھپٹنے کے منصوبے بناتے رہتے تھے، کبھی فلاں ٹاپ پر چڑھ رہے ہیں مورچوں کا پوائنٹ لینے کے لیے، تو کبھی کسی ٹاپ پر، بڑے اسلحے کی کلاسز بھی ساتھ ساتھ چلتیں، تو کبھی مائن کے لیے تختے بنانے کا مقابلہ ہوتا، ہر دوسرے دن کارروائی ہوتی جس میں کبھی اگر اس کو پیچھے بٹھا دیا جاتا، تو اس کا بس نہیں چلتا تھا طوفان ہی مچا دے۔ ہر ممکن طریقے سے کبھی مصنوعی ناراضگی سے تو کبھی مستقل منانے سے امیر کو راضی کر کے جانے کی کوشش کرتا۔ کبھی اس کا گر کام آجاتا تو کبھی پیچھے رہنا پڑ جاتا، کسی دن رہنا پڑ جائے تو وہ تب محاذوں پر گئے امت کے ان ابطال کے لیے دعا مانگنے لگ جاتا، یا اللہ تیری امت کی یہ نوجواں لاج ہیں، انکی حفاظت فرما۔

ایک دن یوں ہوا کہ جس دن کارروائی کے لیے نکلتا تھا صبح ہی صبح جمال بھائی گاڑی پیچھے موڑ رہے تھے۔ ان کو معلوم نہیں ہوا پیچھے چٹان ختم ہو گئی اور گاڑی اٹلنے لگی۔ جمال بھائی کو جب یہ یقین ہو گیا کہ گاڑی اٹلنے والی ہے تو انہوں نے گاڑی سے چھلانگ لگا دی۔ ان کے ہاتھ سے بیت المال کا نقصان کیا ہوا، انہوں نے جاکر وضو کیا اور نوافل کی نیت باندھ کر کھڑے ہو گئے اور نماز میں بچکیوں سے رونا شروع کر دیا؛ بار بار اللہ سے توبہ و استغفار کرتے رہے، جب کارروائی پر جانے کا وقت آیا تو اس کو معلوم ہوا کہ اس کا نام ان خوش نصیبوں میں شامل نہیں تھا، تھوڑی دیر بعد ساتھی کارروائی پر چلے گئے، وہ رنجیدہ ہو گیا۔ امیر صاحب نے قریبی بازار جانا تھا، انہوں نے اس کو دلاسہ دیا کہ میں ظہر تک آؤں گا تب دونوں اکٹھے مل کر چلیں گے۔ آج وہ کتنا غمگین

تھا بس دعاؤں کا سہارا تھا اور دعائیں ہی رنگ لاتی ہیں۔ سیدنا عمر فاروقؓ کا قول ہے کہ تم اپنے نیک اعمال کی بنیاد پر ہی جنگ کرتے ہو۔ تھوڑی دیر بعد امیر صاحب آئے اور کھانا کھانے کے بعد محاذ کی جانب سفر شروع ہو گیا۔ جب وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچے تو مجاہدین مارٹر گولہ سیٹ کر کے دشمن پر پھینکنے ہی والے تھے۔ ایک مجاہد نے پوچھا کون پہلا گولہ فائر کرے گا؟ وہ آگے آگیا، ’میں پہلا گولہ ڈالتا ہوں‘۔ اس کو اپنے بھائیوں کا بدلہ لینا تھا، جنہوں نے امت کے ان ابطال کو شہید کیا، سردی سے کڑکڑاتی راتوں میں ہماری عفت ماب بہنوں کو برف پر چلایا، اور ان کے پیچھے ان کے دودھ پیتے بچکے ہوئے بچے چھوڑے۔ پہلا گولہ ڈالنا بھی اسے ہی چاہیے تھا، ومارمیت اذرمیت و لکن اللہ رمیڈہ کر اس نے گولہ ڈال دیا، تکبیر کے نعرے کی گونج میں اس نے اوپی سے سنا گولہ کیپ کے اندر جا کر لگا، مخابرے تکبیر کے نعرے سے گونج رہے تھے، کل ذخیرہ پانچ مارٹر گولے تھے جو تمام کے تمام کیپ کے اندر جا کر لگے، اس کو آج ایسے لگا جیسے پہاڑ بھی تکبیر کے نعرے لگا رہے ہوں اور بدلہ لینے پر خراج تحسین پیش کر رہے ہوں، اتنی شاندار کارروائی کے بعد تمام مجاہدین خیریت سے لوٹ آئے، بس یہی خوشی سب سے بڑی تھی۔ مرکز پہنچ کے دیکھا جمال بھائی غائب ہیں، بالآخر نو دفعہ بائیک گرانے کے بعد وہ بھی پہنچ ہی گئے۔

آج کا دن بہت عجیب تھا، پورا دن ڈرون گھومتا رہا مگر عصر کے وقت فضا میں مکمل سناٹا چھا چکا تھا۔ دل پر عجیب اداسی سی چھائی ہوئی تھی، دو دن قبل قاری عثمان المعروف عبدالحسب مرکز میں بھائیوں سے ملنے آئے تھے، انکے چہرے پر چمکتا نور واضح شہادت کی گواہی دے رہا تھا۔ شام کا کھانا کھانے کے بعد اچانک فضا میں ڈرون کی پرواز غیر معمولی طور پر بڑھ گئی، ساتھیوں کے مشورے کے بعد یہی طے پایا کہ قریبی گاؤں میں ہی سہی لیکن منتشر ہونا بہتر رہے گا۔ ساتھی دو دو کی ٹولیوں میں تقسیم ہو گئے، آج کافروں کے تیور کچھ مختلف سے لگ رہے تھے، اگر ان کا بس چلے تو ان نبتے اہل ایمان اور ان کے گھروں کے چراغ بس ایک بار بجھای دیں، مگر یہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ اپنا نور پورا کر کے رہے گا چاہے کافروں کو کتنا ہی برا کیوں نہ لگے۔

رات کی سیاہی اپنی چادر پھیلا چکی تھی، اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی، حمزہ فدائی شہید نے اٹھ کے دروازہ کھولا تو دو بھائیوں کو سامنے کھڑے پایا۔ ان بھائیوں کی زبانی معلوم ہوا کہ فضا میں ڈرون، ہیلی کاپٹر اور چینوک کا کان بھاڑ دینے والا شور ہے۔ قریبی گاؤں میں امریکی چھاپہ ہے، آج پھر امت کے کسی گھر میں امریکی صلیبی فوجی اتز آئے تھے، شاید آج پھر کسی بہن کا گھر اجازت جارہا تھا۔ صبح کی نماز کے لیے انصار پانی لے کے آیا اور ہم ساتھیوں نے فجر کی نماز ادا کی، ہم نے نماز کے بعد سبز قبوے کے ساتھ ناشتہ کیا، تھوڑی دیر بعد مخابروں کے ذریعے معلوم ہو گیا کہ عبدالحسب بھائی کے گھر چھاپہ آیا تھا۔ کافی دیر تک لڑائی ہوتی رہی، اس کے بعد مروان بھائی شہید ہو گئے، اور امریکی عبدالحسب بھائی کو زخمی حالت میں اپنے ساتھ لے گئے مگر وہ راستے میں زخموں کی تاب نہ لا کر شہید ہو گئے۔ انکی اہلیہ کو بھی یہ صلیبی کافر زخمی حالت میں

اپنے ساتھ لے گئے، اور پیچھے ان کے بلکتے بچے چھوڑ گئے۔ آج ایک مزید قرض کا اضافہ ہو گیا تھا، آج تمام مجاہدین کے کندھے کتنے بو جھل تھے، کافروں کی جانب سے امت مسلمہ کو دیے گئے ایک اور زخم کا اضافہ ہو گیا تھا۔ آج امت کا ایک اور سپاہی اس امت کو عزت دلانے کی خاطر اپنے بچوں کو قیمتی کے داغ دے کر رخصت ہو گیا، آج اسلام کی آبیاری کے لیے ایک اور گھر اجڑ گیا، مگر باقی رہ جانے والوں پر قرض باقی رہ گیا تھا۔ رات کے چھاپے کے بعد فضا میں گھومتا یہ دجالی پرندہ مزید غصہ دلا رہا تھا۔

آج زمین کچھ زیادہ ہی تنگ نظر آرہی تھی اس لیے کچھ بھائی مرکز خالی کر کے قریبی بازار کی چھوٹی سی مسجد میں جا کر بیٹھ گئے۔ سروں کے اوپر مستقل ڈرون کی نقل و حرکت جاری تھی۔

ماضی میں اس نے جھانکا، بل ہی کی بات لگتی تھی، اس کو یاد آیا شمالی وزیرستان لوڑا میں مجاہدین کے اپنے ہاتھوں سے کھدی ہوئی خندق میں مربی و مزم کی عالم با عمل استاد احمد فاروق رحمہ اللہ اپنے ساتھ بیٹھے چند دیوانوں کو انہی گزرنے والے حالات کے بارے میں سمجھا رہے تھے۔ خندق میں ان کی آواز گونج رہی تھی، والذین جاہدو فینا لنہدینہم سبلنا، یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ جو اس کے راستے میں نکلتا ہے، اس کے لیے اللہ کی طرف سے راستے کھلنے کا اللہ کی طرف سے وعدہ ہے۔ آج ہم سے زمین چھن چکی ہے، مگر اس سے زیادہ وسعت کی زمینیں، پہلے سے زیادہ محبت کرنے والے لوگ، اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ مجلس سے رخصت ہوتے ہوئے وہی محبت بھر انداز، پیار و اہمیت میں نے اپنا بیگ چھوٹا کر لیا، آپ بھی اپنا بیگ چھوٹا کر لیں۔ زادِ راہ کم کرنے کا فیصلہ ہوا تھا، بغیر ہاتھ بڑھائے عہد و پیمان باندھے گئے تھے۔ جدائی کے دن قریب تھے، اپنے استاد و مربی سے جدا ہونا تھا۔

محمد ﷺ تو بس اک رسول ہیں، ان سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں۔ پس اگر وہ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل اٹھے پھر جاؤ گے، اور جو کوئی الٹا پھر جائے اپنی ایڑیوں پر تو وہ ہرگز اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور عنقریب اللہ بدلہ دے گا شکر گزاروں کو۔

چند دن بعد آنے والی خبر سے معلوم ہوا کہ عزیز ترین استاد سے جدائی اب دائمی ہے۔ یہاں تک کہ ہم بھی، اپنے حصے کے چند کنکر پتھر، کفر کے لشکر پر پھینک کر ان کے پاس جا پہنچیں۔

سوچوں کے بھنور سے وہ تب نکلا، جب میزائل داغے جانے کی آواز آئی۔ فضا میں بجلی کا کوند سا لپکا اور ہم سب مخاہرے سے کان لگا کر سننے لگے کہ کہاں حملہ ہوا ہے۔ تھوڑی دیر بعد معلوم ہوا کہ مجاہدین کی خدمت پر مامور انصار کے آٹھ سالہ بکریاں چراتے بچے کو شہید کر دیا۔ آج فرعون اپنی فرعونیت دکھانے پر تیار ہوا تھا، آج یوں لگتا تھا زمین پر موجود سبھی اہل ایمان ان کافروں کا بد فتنے تھے، تبھی وہ فضا میں چھ سے سات سٹر ایمپنگ ڈرون لے کر آگیا تھا، آج کفر کے تیور دکھ کر لگ رہا تھا کہ وہ ان مٹھی بھر لوگوں سے بے حد خائف ہے۔ ایک رات قبل

احسان اللہ خواب میں نبی ﷺ کی زیارت کر چکا تھا، دیدار تو وہ خوش نصیب پہلے بھی کر چکا تھا، جانثاری کا پروانہ بھی مل چکا تھا، بس سر کے کٹنے کی دیر تھی سو وہ بھی کٹ گیا، اور احسان اللہ خوش نصیبوں میں شامل ہو گیا۔

نماز عصر سے تھوڑی دیر قبل فضا کی محاصرے میں گھرے مجاہدین مختلف ٹولیوں کی صورت میں بازار سے اس حالت میں نکلے کہ سروں پر ڈرون کا نہ ختم ہونے والا شور تھا، آج ڈرون کا شور کچھ زیادہ ہی محسوس ہو رہا تھا، جب آسمان کی جانب نظر اٹھا کر دیکھا تو کچھ حلق میں آگیا۔ اس وقت اس کو غار میں بیٹھے سیدنا ابو بکرؓ یاد آگئے، دشمن کو قریب دیکھ کے سیدؓ نے فرمایا، ”یا رسول اللہ! وہ پہنچ گئے“۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا، ”ابو بکر غم نہ کر، ان اللہ معتابے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

کیا خبر تھی کب ڈرون میزائل کا وار کر دے، نماز کا وقت بھی ہو چکا تھا، اس لیے نماز عصر ادھر ہی ڈرونوں کے سائے میں ادا کر لی۔ وہ خوش ہو گیا کہ چلو پہلی دفعہ ہی سہی، ٹوٹی پھوٹی ہی سہی، بہر حال نماز عشق ادا تو کر لی تھی۔ نماز ادا کرنے کے بعد یہ مسئلہ سر پر آکھڑا ہوا کہ اب رات کہاں بسر کریں۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا آج کون اپنی جان کے عوض ان نبتے اہل ایمان کی پھریداری کرے گا۔ راستے میں مدرسے سے سبق پڑھ کر آنے والا ایک چھوٹا سا بچہ ملا، جس کی غیرت ایمانی یہ گوارا نہ کر سکی کہ دو مجاہد بھائی اس کے گھر کے باہر رات گزاریں۔ شاید اس نے سوچا ہو گا فضا میں اڑتے ڈرون طیارے اور یہ کفر آج ہماری نصرت ایمانی کا امتحان لینا چاہتے ہیں۔

خاتو سارے ہنر آزمایا، میرا حوصلہ بھی کمال کا ہے

رات کے کھانے کے بعد نماز عشاء پڑھ کے فارغ ہی ہوئے تھے، فضا میں ایک دفعہ دوبارہ ڈرون سٹر انیک ہوا، زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون نکلا، ہم سب نے اسی اللہ کے پاس ہی جانا ہے، اور اس کا دربار ہی ہے، جہاں ایک وقت مقرر ہے ہم سب کے جمع ہونے کا، جہاں قاتل بھی جمع ہوں گے، مقتول بھی، وہ بھی آئیں گے جو رب کی ان دیکھی جنتوں کی خاطر نمرود کی جلائی آگ میں کود گئے، قید خانوں میں جن کے جسم کا بال بال نوچ دیا گیا اور جسموں کو ڈرل مشینوں سے سوراخ سوراخ کر دیا گیا، روشن جبینیں اور چمکتے ہوئے چہروں کے ساتھ وہ جوان بھی آئیں گے جن کو رات کے اندھیروں میں ہتھکڑیاں لگا کر ریاستی اداروں نے شہید کیا۔ آج وہ اپنا نامہ اعمال ہاتھوں میں لیے شاداں و فرحان گھومتے ہوں گے، آج ان کے لیے شہد کی نہریں ہوں گی، صاف شفاف شراب، اپنے اہل و عیال کے سنگ پیٹھ کے اس تجارت پر خوشیاں مناتے ہوں گے، جو انہوں نے اپنے رب سے کی، آج سب سے بڑا انعام ان کے لیے مغفرت اور روزی ہو گا۔ جب کہ کچھ بد بخت افراد یا گروہ ایسے آئیں گے جو ساری زندگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دشمنی پر ہی کمر بستہ رہے، آج ان بد بختوں کے لیے اہلتا اور کھولتا ہوا پانی ہو گا،

ز قوم تھوہر کھانا ہو گا اور دردناک عذاب ہو گا، اور وہی ان کا بدلہ ہو گا جو ان کے رب کی طرف سے ان کو دیا گیا۔ جب یہ مجرمین جہنم کی سختیوں کو دیکھ کر فرشتوں سے تھوڑا ہاتھ ہولار کھنے کی درخواست کریں گے تو فرشتے صاف کہہ دیں گے ہمیں اوپر سے آرڈر ہے۔

ہم مخبروں سے کان جوڑ کر بیٹھ گئے، تھوڑی دیر بعد معلوم ہو گیا، قریبی گاؤں کے امام مسجد کو شہید کر دیا، نماز ادا کر کے جانے والے ایک امام مسجد کو نشانہ بنایا گیا۔ کتنی عجیب بات ہے کہیں مساجد نشانہ ہیں، تو کہیں امام مسجد، کہیں حجاب آنکھوں میں کھلتا ہے تو کہیں مسلم قوم کا وجود، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے شرق سے لے کر غرب تک لڑی جانے والی یہ جنگ صلیبی جنگ ہی ہے چاہے اس کو کسی بھی نام کا پہنا دیا جائے۔ نیند کہاں آتی تھی، جب سروں پر اڑتے ڈرون کی یلغار، اور سٹر انجینگ ہماری سوچ سے بھی زیادہ ہو تو بھلا نیند کس کو آتی ہے، امت مسلمہ کی صورت حال پر اپنے گھروں کو چھوڑ کر آنے والے یہ چند دیوانے بھی سو جائیں تو صلیبی یلغار کا عفریت پوری امت مسلمہ کو ہی نگل جائے۔ کفر بھی غیض و غضب میں تھا، تہی وہ کبھی یمن کے شہر مکہ میں مسلم آبادیوں پر دھاوا بول کے معصوم بچوں اور عورتوں کو نشانہ بناتا، تو کبھی صومالیہ کے نہتے اہل ایمان اس کا ہدف ہوتے، کہیں برما کی پوری آبادیاں ملیا میٹ کر دی جاتیں، تو کہیں بھگوا دہشت گردوں کے ٹھٹھے کے ٹھٹھے مسلم آبادیوں کو تہہ و تیغ کرنے کی تیاریوں کے آخری مراحل میں دکھائی دیتے۔ سو پوری رات ڈرون بھی پوری شدت سے چکر لگاتا رہا اور ہم نے بھی وہ رات آنکھوں میں کاٹی، دعائیں کر کر کے خیریت سے وہ رات بھی گزر گئی۔

اس علاقے میں رہنا مشکل ہو چکا تھا، کفر اپنی درندگی پر اتر آیا تھا، وہ مجاہدین کی نصرت کی سزا مسلم عوام کو دے رہا تھا۔ کاش صبح شام مجاہدین ہی کو قاتل کے القابات سے نوازنے والے ذرا وزیرستان میں ہوتے ڈرون حملے، اور ان کے نتیجے میں اجڑتی آبادیاں، یمن و شام میں بم باریاں اور بھارت میں ہندو بھگوا دہشت گردیاں بھی دیکھ لیتے۔ اگر امت کی حفاظت سے یہ لوگ پیچھے ہٹ جائیں تو کفر ان کو ایک ہی بلے میں تباہ کر دے۔

پھرتے طوفاں کے بالمقابل ہم ہی تو سینہ سپر تھے لوگو نہ ڈوبنے دی تھی ہم نے کشتی اگرچہ راہ میں بھنور تھے لوگو گھروں سے نکلے تھے ہم بھلا کر حسین اپنے دلوں کے ارماں کسی کے نور نظر تھے ہم بھی کسی کے لخت جگر تھے لوگو جلا کے ہم کشتیاں چلے تھے نہ مڑ کے دیکھا تھا ہم نے پیچھے نگاہیں منزل پر ٹک گئی تھیں جو باندھے ہم نے کرتے لوگو

اگلی صبح ہوتے ہی طے یہ پایا کہ کچھ ساتھی اپنے ساتھ مجاہد فیملیوں کو لے کر دوسرے علاقوں میں چلے جائیں، ڈرون کی موجودگی میں سفر شروع ہو گیا۔ بار بار ننھی حفصہ اپنے شہید بابا کو یاد کرتی رہی، جو مالدیپ سے ہجرت کر کے آئے تھے اور چند دن قبل ہی ایک امریکی چھاپے میں

جام شہادت نوش کر گئے تھے۔ بھائیوں کو جس ڈائن میں جگہ ملی وہ پیچھے سے کھلا تھا، جب سفر شروع کیا تو بارش برسا شروع ہو گئی، مارچ کے دن تھے اور سردی کے آخری ایام، پھر سردی بھی خراسان کی، بارش نے برسا تھا سو وہ بھی کھل کے برسی، اور دوران سفر برستی ہی رہی۔ شروع میں سردی لگنا شروع ہوئی، ہم نے اپنے اوپر پلاسٹک لپیٹ لیا مگر وہ بیچارہ کہاں تک بارش کے سامنے مزاحمت کرتا، سب ساتھیوں کے کپڑے بھیک چکے تھے۔ منزل مقصود پر جب یہ مختصر قافلہ پہنچا، تو تقریباً ناگئیں کام کرنا چھوڑ چکی تھیں۔ ڈرون کے فضائی محاصرے میں جب یہ لٹاپا قافلہ انصار کے گھر پہنچا، تو انصار نے جلدی میں بخاری گرم کی جس سے جسموں کو بہت راحت ملی۔

کچھ دنوں بعد اس کی تشکیل کسی اور علاقے میں ہو گئی، اس گھر میں چند دن رہنے کے بعد مجاہدین کی یہ فیملی بھی وہاں سے قربانیوں کی نئی داستانیں رقم کرتے ہوئے ہجرت و رباط کی نئی زمینوں کی طرف چلی گئی، مگر خراسان کی سرزمین اپنے اندر غازیوں اور شہدائے داستانیں رقم کیے آج بھی نصرت و اعدا کی نئی منازل طے کر رہی ہے۔

شہد اکا خون غالموں کے تخت کو تاراج کر چکا ہے، مظلوموں کی آہیں اور سسکیاں رنگ لاپچی ہیں، رب کی نصرت یوں اتڑی کہ راتوں رات دشمن کا سب کچھ خس و خاشاک کی طرح بہا کے لے گئی، ان کی ہانڈیاں الٹ گئیں اور خیمے الٹ گئے، دشمن شکست کی کالک چہرے پر ملے یہاں سے رخصت ہو گیا۔

آج صلیبی ڈرون کے وار بند ہو چکے ہیں، مگر ام اور ابو غریب کے بدنام زمانہ جیل شورا اب ایئر بیس اور ڈورز بیس اللہ والوں کے قدموں کے نیچے ہے، موسیقی کے بجائے ان کیمپوں میں تکبیر و تلاوت کی آوازیں گونج رہی ہیں۔ مگر دین کے لیے اپنے گھر بار چھوڑنے والے یہ مجاہدین، رب کے بے سرو سامان بندے ابھی بھی اپنے گھروں کو نہیں پلٹے، کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ یہ دنیا اک ظلمت کدہ ہے، اور ہمارا کام اس کو گلزار بنانا ہے۔

آج یہ نہتے بند گانِ خدا، یہ مجاہدین آج برصغیر میں اسلامی نظام اور اپنے آباء کی کھوئی ہوئی میراث کو پانے کے لیے افق کے اس پار پیر پتھال کی چوٹیوں پر جا پہنچے ہیں، نبی ﷺ کی آواز ان کو کرب کے ایام کے بعد فرحتوں کے ایام کی خبر سنار ہی ہے، جہنم سے آزادی کا پروانہ مل چکا ہے، وہ شہد اچلے گئے مگر قرض ان کا اب بھی باقی ہے، اب پیر پتھال کی چوٹیوں پر دوبارہ سے اللہ کے ان دیوانوں کا رن ہے، دہلی کی جامع مسجد دوبارہ سے ان دیوانوں کی راہ نکلتی رہی ہے۔

☆☆☆☆☆

آخرت کے راہی: دو شہید بھائی

عمر فاروق الخراسانی

مولانا سعید اللہ شہید

میسرہ (پیدل مارچ) ہوتا ہے یا ریاضہ ہوتا ہے آج مہمان کی خوشی میں دونوں کام کرنے پڑ رہے تھے۔

جبل استغفار سے واپسی پر استاد جی نے تعارف کروایا کہ یہ عالم دین مولانا سعید اللہ ہیں جو اپنی علمی و تحقیقی مصروفیت سے وقت نکال کر محاذ پہ آئے ہیں۔ انہوں نے کچھ دن وہاں (خط اول) پہ گزارے اور کچھ دن یہاں رہیں گے اور بعد نماز ظہر درس بھی دیں گے۔ دن بھر ہم اپنی مصروفیت میں رہے، ظہر کی نماز کے بعد مولانا صاحب نے ایک مختصر مگر جامع درس دیا۔ انتہائی بہترین اور سادہ انداز میں فرضیت جہاد اور الحب فی اللہ البغض فی اللہ (اللہ کے لیے دوستی اور اللہ کے لیے دشمنی) کے موضوع پر قرآن و حدیث کی روشنی میں بات کی۔ مولانا صاحب اپنے ساتھیوں (مجاہدین اور عام مسلمانوں) کے لیے ریشم کی مانند تھے۔ شاید شاعر نے انہی جیسے لوگوں کے لیے فرمایا:

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

مولانا صاحب نے اپنے درس کے دوران جہاں مجاہدین کو اسلام کے دشمنوں کی پہچان کروائی اور ان سے تعامل کا طریقہ سمجھایا وہیں خون مسلم کی عظمت و حرمت سے بھی آگاہ کیا۔

آپ کا اصل نام مولانا سعید اللہ تھا جبکہ مجاہدین میں آپ شیخ عاصم کے نام سے جانے جاتے تھے، آپ کا آبائی تعلق صوبہ خیبر پختون خواہ کا ضلع بالاکئی (پر) دیر تھا۔ مولانا صاحب زرخوں سے چوراس امت کا درد سینے میں لیے بے چین و بے قرار رہتے۔ آپ تقریباً ایک ہفتہ ہمارے پاس معسکر میں رہے مگر سوائے پہلے دن کے آپ رحمۃ اللہ کو مرکز میں نہیں دیکھا۔ ہر صبح جب ہم ریاضہ کر کے واپس آتے تو معلوم ہوتا کہ آپ رحمۃ اللہ پیدل ہی ان اونچے نیچے پہاڑوں ندی نالوں میں گھنٹوں سفر کر کے علماء کرام سے ملنے دعوتی و تبلیغی دورے پہ گئے ہوتے ہیں۔ آپ کبھی کبھی اپنے ساتھ سعد شہید (عمران نذیر) کو بھی لے جاتے تاکہ آپ مقامی علماء کرام کو فرضیت جہاد کا احساس دلائیں۔ آپ علماء کرام کو اس کڑے وقت میں ان کے کندھوں پہ پڑنے والی بھاری ذمہ داریوں کا احساس دلاتے کہ اگر اس امت کا نوجوان آج فرض کو بھول کر لہو و لعب کا شکار ہو گیا اور یہ امت ظلمت و غلامی کے گڑھوں میں گر گئی چلی گئی تو اس کا جواب اللہ رب العزت کی بارگاہ میں جہاں وہ اہل ایمان جو اس فرض کے تارک ہوئے وہ ہیں، وہیں ان کی انگلیاں آپ کی طرف بھی اٹھیں گی، یا اللہ ہمارے درمیان تو نے جن لوگوں کو علم سے بہرہ مند کیا تھا ان لوگوں نے اپنی ذمہ داریوں کا پاس نہ رکھا۔ یا اللہ ہماری اس گمراہی اور فرضیت

دنیا میں ہر انسان ہی جدوجہد میں مگن ہے ہر کوئی اپنے مقصد کے حصول کے لیے کوشاں ہے، خاص کر نوجوانان دنیا اس دوڑ میں مگن ہیں کہ کیسے ڈاکٹریٹ کا اعزاز حاصل کیا جائے، کوئی اس فکر میں غطاں ہے کہ کیسے میکالے کے کتب میں پہلی پوزیشن کا اعزاز اپنے نام کیا جائے، کوئی انجینئرنگ کی سند کے حصول کو زندگی کا سب سے بڑا اعزاز سمجھتا ہے تو کوئی بینک بیلنس، کوٹھی بنگلہ، کار کے حصول کے لیے مصروف عمل نظر آتا ہے، تو کوئی جاہ و منصب کو پانے کے لیے دوڑا پھرتا ہے۔ یہ بھاگ دوڑ ایسے ہی جاری رہتی ہے کہ یہ انسان موت کو لبیک کہہ جاتا ہے۔ یہ سب مقاصد و اعزازات تمنے و اسناد بیہیں رہ جاتے ہیں۔ مگر انہی معاشروں میں رہنے والے کچھ ابطال امت ایسے بھی ہیں جو اس زندگی کے حقیقی مقصد سے آشنا ہو چکے ہیں، وہ خلقت الجن والانس الالیعبدون کا مفہوم سمجھ گئے ہیں، ان کی زندگی بھی ایک مقصد کے حصول کے لیے ہوتی ہے، یہ لوگ بھی اک اعزاز کے حصول کے لیے جتن کیے جاتے ہیں مگر زمیں و آسمان جیسا فرق ہے انسانوں کی زندگی میں، بہت نمایاں فرق ہے مقاصد اور اعزازت میں، اور اس کے طریقہ کار میں۔ ان کی زندگیوں کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ کا قیام اور حتی لا تکن فتنۃ ہوتا ہے اور یہ لوگ جس اعزاز کو پانے کے لیے جہد مسلسل کرتے ہیں وہ شہادت کا اعزاز ہے، وہ تمنعہ شہادت کا تمنعہ ہے، وہ سند شہادت کی سند ہے، وہ گواہی خون جگر سے لکھی گئی گواہی ہے، یہ شہادت کی موت ہی ایک ایسا اعزاز ہے جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، شہادت اک ایسی موت ہے جسے موت کہنا جائز نہیں، شہادت کی گواہی مجاہدین فی سبیل اللہ اپنے خون جگر سے دے جاتے ہیں جو آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ ہوتی ہے۔ ایسے ہی شہداء میں شامل ہمارے دو بہت ہی پیارے بھائی مولانا سعید اللہ اور حافظ عثمان بھی شامل ہیں (جو کہ آپس میں بھی گئے بھائی ہیں)۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب ہم اپنے ابتدائی عسکری تربیتی مراحل سے گزر رہے تھے، ایک دن صبح ریاضہ (ورزش) کرنے میں مصروف تھے کہ پہرے دار بھائی نے آکر بتایا کہ مہمان آئے ہیں۔ یہ سن کر سبھی تدریسی خوش ہوئے اور ایک دوسرے کو اشارے کرنے لگے کہ اللہ کی مدد آج پہنچی۔ آج رگڑے میں کچھ کمی ہوگی۔ یہ ہماری خوش فہمی تھی، جو خوش فہمی ہی رہی۔ استاد جی نے ہماری طرف دیکھا اور مسکرائے ساتھ ہی امر جاری کیا کہ جبل استغفار (یہ انگوڑا ڈھ میں ایک بہت اونچا پہاڑ ہے جہاں پیچھے پیچھے سب کی استغفار نکل جاتی ہے اسی لیے مجاہدین اسے جبل استغفار کہتے ہیں) کی زیارت کریں۔ یہ سن کر سب کے ہوش اڑ گئے کیونکہ عموماً یا تو

جہاد سے غفلت کا سبب یہ علماء بھی ہیں کیونکہ انہوں نے سب کچھ جانتے بوجھتے بھی ہمیں نہیں سمجھایا، ہمیں نہیں بتایا۔ وہ کہیں گے اے اللہ تو ان سے بھی پوچھ کہ انہوں نے اپنا فرض منصبی کیوں نہیں ادا کیا؟

مولانا صاحب روس کے انخلاء کے بعد فتنہ و فساد پھیلانے والے خلیفوں اور شورویوں (سوشلسٹس) کے خلاف مصروف جہاد رہے۔ ۱۹۹۱ء میں گردیز کے مقام پر ہونے والے ایک بڑے معرکے میں بھی شریک رہے۔

افغانستان میں روسیوں اور خلیفوں کے خاتمے کے بعد جاہ و منصب کی دوڑ شروع ہوئی یہاں تک کہ سبھی ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہو گئے۔ قتل و غارت گری کا بازار شروع ہوا تو مولانا سعید اللہ نے اپنا دامن اس فتنے سے بچاتے ہوئے واپسی کی راہ لی اور پاکستان آ گئے۔ یہاں رہ کر آپ نے علم کی پیاس بجھانی شروع کی، مگر جو روح ایک بار توپوں کی کھن گرج اور گولیوں کی تڑتڑاہٹ اور راتوں کو اسلامی سرحدات کی نگہبانی کی عادی ہو گئی ہو اسے پھر کہاں کا قرار کہاں کا سکون، بس ان کی روح بھی قتال فی سبیل اللہ کے میدانوں میں اترنے کو بے چین دے قرار رہتی، آپ نے غزوہ ہند میں شامل ہونے کے لیے کشمیر کے محاذوں کی خبر لی۔ ۱۹۹۳ء میں آپ نے کشمیر کے میدان کا رزار کا رخ کیا۔ ایک جہادی تنظیم سے وابستہ ہوئے اور اسی سال آپ کی لائچنگ (داخلہ) وادی میں ہوئی جہاں آپ کم و بیش تین سال تک اپنے رب کی جنتوں کے حصول کے لیے کوشاں رہے، اور ہندو بنیے سے اپنی مظلوم ماؤں بہنوں بچوں بوڑھوں کا بدلہ لیتے رہے۔

آپ رحمہ اللہ اپنی لائچنگ کا ایک واقعہ ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب مجاہدین لائچ ہوتے ہیں انہیں ایک گائیڈ (رہبر) دیا جاتا ہے۔ کشمیر میں رہبری کرنے والے کرائے کے لوگ ہوتے ہیں جو جہادی تنظیموں سے پیسے لے کر مجاہدین کو اس پار لے جاتے ہیں۔ ان کی نظر میں نہ تورب کی رضا ہوتی ہے نہ ہی مجاہدین کا کوئی خیال ہوتا ہے اور بہت دفعہ یہ لوگ مجاہدین کو گھنے ویران جنگلوں اور بلند و بالا برفانی پہاڑوں میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ بہت سے گائیڈ تو انڈین آرمی سے ملے ہوئے بھی ہوتے ہیں۔ یہ ظالم گائیڈ اس مجاہد کو قتل تک کر دیتے ہیں جو چلنے میں تھوڑا کمزور ہو، جبکہ یہ جہادی تنظیمیں سب کچھ جاننے کے باوجود بھی ان گائیڈوں کو کچھ نہیں کہتیں بلکہ اگلی مرتبہ پھر انہی رہبروں کے ہاتھ دیگر مجاہدین کو بھیجا جاتا ہے۔ ہم تیس کے قریب مجاہدین تھے۔ جب بارڈر کراس کر کے اندر داخل ہوئے تو ایک مقام پر پہنچ کر گائیڈ نے خیانت کی اور بھاگ گیا۔ کچھ دیر بعد انڈین آرمی نے اس علاقے کا کریک ڈاؤن (محاصرہ) کر لیا۔ مجاہدین اور انڈین آرمی کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔ یہ جنگ کیا تھی، مجاہدین ہر طرف سے محاصرے میں تھے۔ راستوں سے واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے اکثر مجاہدین شہید ہو گئے۔ آپ کہتے ہیں کہ ایک گولی میری ٹانگ میں بھی لگی اور میں زخمی ہو گیا۔ دیکھا تو ایک مجاہد میری طرف بڑھ رہا ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ بالکل سلامت ہے تو میں نے ایک طرف کود کر

لگائی۔ نہ جانے کتنی دیر دوڑنے کے بعد ہم ان کے حصار سے نکلے تو میرے ساتھی نے رابطہ کر کے اس علاقے میں پہلے سے موجود ساتھیوں کو بلایا جو ہمیں اپنے ساتھ لے گئے۔ آپ بتاتے ہیں اس واقعے میں ہم دو کے علاوہ سب مجاہدین شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سلامت رکھا۔

جہاد کشمیر ہی کا ایک اور واقعہ آپ کچھ یوں سناتے ہیں کہ ہم ایک جگہ موجود تھے کہ علاقے میں موجود کسی ایمان فروش جاسوس نے جاسوسی کر کے انڈین آرمی کو اطلاع دی۔ آرمی نے پورے علاقے کا گھیراؤ کر لیا اور مجاہدین کو تسلیم ہونے کا کہا۔ مجاہدین نے جنگ شروع کی اور نکلے رہے۔ اس جنگ میں ہمارے دو تین ساتھی شہید ہوئے جبکہ دیگر ساتھی نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ میں ابھی محاصرے میں تھا، یہ ایک پگڈنڈی تھی جس پر میں بھاگ رہا تھا، اس کے دائیں طرف اونچا پہاڑ اور دوسری طرف کھائی تھی۔ دشمن کا فائر میری طرف مسلسل آ رہا تھا۔ رات کا اندھیرا ہونے کی وجہ سے دشمن روشنی کے گولے بھی مسلسل فائر کر رہے تھے۔ ایک کے بعد ایک روشنی کا گولا فائر کرتے۔ جیسے ہی گولا فائر ہوتا تو دشمن کی فائرنگ بھی تیز ہو جاتی۔ آپ فرماتے ہیں کہ دشمن جب روشنی کا گولا فائر کرتا تو میں یا تو کسی اوٹ میں چھپ جاتا اور اگر قریب اوٹ نہ ہوتی تو میں لیٹ جاتا، جب روشنی ختم ہونے لگتی تو میں دوڑ لگاتا۔ کافی بھاگنے کے بعد میں یہ راستہ طے کرنے میں کامیاب ہوا۔ دوسری طرف ایک دیوار تھی۔ میں نے بھاگتے ہوئے اس دیوار کو پھلانگا اور وہاں کچھ دیر بیٹھ گیا، پھر چلنے لگا۔ جب میں نسبتاً امن کی جگہ پہنچا تو میں نے اپنا حال دیکھا تو حیران رہ گیا۔ سارے کپڑوں میں جا بجا گولیوں کے سوراخ تھے۔ شلوار قمیص دونوں میں شاید ہی کوئی جگہ ہو جہاں گولیوں کے سوراخ نہ ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی نصرت شامل حال نہ ہوتی تو میرے بچ جانے کا کوئی امکان نہ تھا۔

۱۹۹۶ء میں آپ کشمیر سے غازی بن کر لوٹے۔ یہاں پھر آپ کو قرار نہ آیا۔ آپ کی جہادی روح میدانوں میں کود جانے کو ترستی رہی لیکن آپ نے اب کی بار جہاد کشمیر کا رخ نہیں کیا، کیونکہ آپ تین سال کے عرصے میں جہاد کشمیر کے نام پر ہونے والی سیاست، اس میں فوج اور آئی ایس آئی کا مکروہ کردار بہت اچھی طرح سمجھ چکے تھے۔ آپ یہ جان چکے تھے کہ اللہ کی شریعت تو ان طواغیت کی محتاج نہیں ہے اسی لیے اب کی بار آپ نے حصول علم کو ترجیح دی اور مدرسے میں داخلہ لیا اور اپنے سینے کو قال اللہ و قال الرسول سے معطر کرنے لگے۔ آپ کو حصول علم سے بہت شغف تھا۔ آپ تقریباً ۸ سال تک قرآن و سنت کا علم حاصل کرتے رہے۔ آپ نے ملتان میں مولانا نور الرحمن صاحب کے مدرسے سے دورہ حدیث مکمل کیا، اس کے بعد آپ نے اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے علوم دینیہ میں ماسٹر کیا۔ یہاں رہ کر آپ کی ملاقات استاد احمد فاروق سے ہوئی۔ اسلامی یونیورسٹی میں حصول علم کے دوران ہی آپ عالمی جہاد سے وابستہ ہوئے۔ آپ رحمہ اللہ پختہ شخصیت کے مالک تھے، بلند اخلاق، تواضع، عاجزی و انکساری، زہد و تقویٰ آپ کی نمایاں صفات تھیں۔ آپ کو مطالعے کا بہت شوق تھا۔ آپ اکثر ساتھیوں کو

علم حاصل کرنے کی ترغیب دیتے۔ آپ ایک دن میں ۵۰۰ صفحات کا مطالعہ کرتے۔ آپ وسیع سوچ و فکر کے مالک تھے، دین کا فہم بہت وسیع تھا، فقہ پہ آپ کی گرفت بہت مضبوط تھی، آپ استادوں کی عزت کرنے والے، چھوٹوں پہ شفقت کرنے والے تھے۔

آپ دین کا وسیع فہم رکھنے والے تھے۔ آپ نے ہی مجاہدین میں اس سوچ کو پروان چڑھایا کہ علم اور علماء کے بغیر آپ اپنے جہاد کو دوام نہیں دے سکتے کیونکہ میدان جہاد میں قدم قدم پہ نت نئے مسائل پیش آتے ہیں جن کے حل کے لیے آپ کو علم دین کی طرف توجہ مرکوز کرنی ہوگی۔ مولانا صاحب ہی کوششوں کا ثمر ہے کہ استاد احمد فاروق شہید نے مجاہدین کے لیے حصول علم کے معاملے پہ خصوصی توجہ دی اور باقاعدہ مجاہدین کی تشکیل کی کہ پاکستان جا کر علم دین حاصل کریں۔ ان ہی مجاہدین میں ہمارے بھائی صلاح الدین شہید بھی شامل ہیں۔ آپ نے مجاہدین کو سمجھایا کہ آپ کا جہاد جب ہی کامیاب ہو سکتا ہے جب آپ علماء کرام سے رابطے میں رہیں انہیں اپنے مقصد و ہدف سے آگاہ کریں اور ان سے راہنمائی لیں۔ میدان جہاد میں علماء کی موجودگی اتنی ہی ضروری ہے جتنا کہ ایک مجاہد کے لیے اسلحہ ضروری ہے۔ آپ دینی علوم میں کمال رکھتے تھے، مگر دجالی نظام کو سمجھنے میں آپ نے ڈاکٹر ابو خالد کے علم سے بھی بھرپور استفادہ کیا۔

ڈاکٹر سربلند زہیر شہید (ڈاکٹر ابو خالد) ایک باعمل طیب تھے۔ گہری سوچ و فکر کے حامل، جنہیں مجاہدین کا تھک ٹیک کہا جاتا تھا۔ ابتدا میں ڈاکٹر صاحب نے اپنے آپ کو پیش کیا کہ میں مجاہدین کو اس نظام کی حقیقت سمجھانے کو تیار ہوں۔ مولانا صاحب نے آپ کی شاگردی کی حامی بھری۔ آپ دو افراد، ایک استاد دوسرا شاگرد پورا پورا دن بیٹھ کر پڑھتے اور اس نظام باطل کے مفادات پہ بات کرتے اور اس کا حل تجویز کرتے۔ آپ کی عاجزی کا یہ عالم تھا کہ بتانے والے بتاتے ہیں کہ جب آپ ابو خالد بھائی سے پڑھ رہے ہوتے تو اپنا پہلو بدلنے کے لیے بھی ان سے اجازت لیتے۔ جب آپ پوری طرح اس نظام کے فساد کو سمجھ گئے تو آپ نے استاد احمد فاروق شہید کو تحریض دی کہ علم کے حصول کے لیے دیگر مجاہدین کو بھی دورے کروائے جائیں۔ اس کے بعد بہت سے مجاہدین کو ڈاکٹر ابو خالد شہید نے دورے کروائے جن میں ڈاکٹر ارشد وحید، اسامہ ابراہیم غوری اور دیگر ساتھی شامل تھے۔ استاد احمد فاروق کا کہنا تھا کہ علم کی طرف رغبت مجھے مولانا سعید اللہ نے دلائی۔

آپ رحمہ اللہ سادگی پسند تھے۔ نیچے پاکستان میں رہتے ہوئے بھی سفر و حضر میں ایک جوڑا کپڑوں کا اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ ہاں البتہ کتابوں کی گٹھڑی آپ کے پاس ہوتی۔ ساتھی بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کراچی سے سفر کر کے ہمارے گھر آئے تو میں نے دیکھا پر آگندہ بال، غبار آلود چہرہ ہے۔ میں نے پوچھا کہ کہاں سے واپسی ہوئی تو کہنے لگے کہ کراچی سے آ رہا ہوں، کچھ علماء کرام سے ملاقاتیں کرنی تھیں، ساتھی کہتے ہیں یہ دوپہر تین چار بجے کا وقت تھا۔ میں نے پوچھا کھانا کھایا ہے؟ کہنے لگے نہیں۔ تو میں نے ان سے کہا کھانا تو ابھی گھر میں

نہیں ہوگا، ہاں آپ بیٹھیں میں آپ کے لیے پیزا لے کر آتا ہوں۔ پیزا کا نام سن کر مولانا صاحب حیرت سے بولے کہ یہ کیا ہوتا ہے؟ ساتھی کہتے ہیں میں نے کہا یہ کھانے کی چیز ہے بس آپ انتظار کریں۔ جب میں پیزا لے کر آیا تو آپ پیزا دیکھتے ہی بولے یوں کہتے نا کہ روٹی پہ سائل لگا ہوا ہوتا ہے۔

آپ رحمہ اللہ عسکریت میں بھی خوب کمال رکھتے تھے۔ ویسے عمومی طور پہ جنگوں میں نشانہ لے کر فائر کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ سنگل فائر کرنے والے بھی اس کا کوئی خاص خیال نہیں رکھتے مگر آپ کا کمال تھا آپ جنگوں میں بھی جھری چھپک سے فائر کرتے تھے۔ آپ نے خط اول پہ کینیڈین فوج اور افغان ملی آرمی پہ میزائل کارروائیوں میں حصہ لیا۔ اس کے علاوہ آپ نے پاکستانی فوج کے خلاف جنگ بھی کی۔ جنوبی وزیرستان وانا میں سال ۲۰۰۸ میں ہونے والی ایک بڑی کارروائی جو کہ تیارزہ کیمپ پہ تھی، میں بھی آپ شامل تھے۔

اللہ تعالیٰ شہداء کو پانچ ایسے اعزازات سے نوازتے ہیں جس سے اللہ نے نہ کسی نبی کو نوازا ہے اور نہ ہی کسی عامی کو۔ علامہ قرطبی اپنی تفسیر میں یہ روایت نقل کرتے ہیں:

1. تمام انبیاء کی روحیں ملک الموت قبض کرتا ہے حتیٰ کہ میری روح بھی وہ قبض کرے گا لیکن شہداء کی ارواح اللہ تعالیٰ اپنی خاص قدرت سے جیسے چاہے گا قبض کرے گا، فرشتوں کے حوالے نہیں کرے گا۔
2. تمام انبیاء کرام کو غسل دیا گیا اور مجھے بھی غسل دیا جائے گا لیکن شہداء کو غسل نہیں دیا جاتا۔
3. تمام انبیاء کرام کو موت کے بعد کفن پہنایا گیا، مجھے بھی موت کے بعد کفن پہنایا جائے گا، جبکہ شہداء کو کفن نہیں دیا جاتا بلکہ انہی کپڑوں میں دفنایا جائے گا۔
4. جتنے بھی انبیاء فوت ہوئے سب کو مرنے کے بعد میت کے نام سے مردہ کا نام دیا گیا لیکن شہداء کو اموات نہیں کہا جاتا۔
5. تمام انبیاء قیامت کے روز شفاعت کریں گے اور میں بھی شفاعت کروں گا جبکہ

شہداء ہر وقت اور ہر دن شفاعت کریں گے۔ تفسیر قرطبی جلد ۴ صفحہ ۲۷۷

شہادت آپ کی دلی تمنا تھی جس کے حصول کے لیے آپ سالہا سال سرگرداں رہے۔ شہادت کے اس جام کو ہونٹوں سے لگانے کے لیے کبھی آپ کشمیر کی برفانی چوٹیوں کو سر کرتے تو کبھی افغانی کہساروں میں اس کے پیچھے بھاگتے مگر رب کریم نے آپ کے لیے یہ اعزاز خطہ خراسان میں پنہاں رکھا تھا۔ کیم رمضان المبارک ۱۴۲۸ ہجری بمطابق اگست ۲۰۰۸، مجاہدین ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر ذکر اللہ اور تلاوت قرآن شریف میں مصروف تھے کہ فضا میں دندناتے ڈرون نے میزائل فائر کیے جن کا ہدف مجاہدین القاعدہ کا مرکز تھا۔ مرکز مکمل طور پہ تباہ ہو گیا۔ مرکز میں موجود چھ میں سے پانچ ساتھی فوراً ہی رب رحمان کی رحمتوں کے مستحق ٹہرے، جبکہ آپ

رحمہ اللہ شدید زخمی ہو گئے۔ آپ کا پورا بدن ہی زخموں سے چور تھا مگر جب ساتھی آپ کے پاس پہنچے تو آپ کی زبان اس وقت بھی اللہ کے ذکر سے تر تھی۔ ساتھیوں کی آواز سن کر آپ نے سب سے پہلے دیگر ساتھیوں کے بارے میں پوچھا، پھر اپنے چھوٹے بھائی عثمان کے بارے میں پوچھا، جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ شہید ہو گئے تو آپ نے یہ حدیث پڑھی: اللہ پاک ہے اور پاک چیزوں کو پسند کرتا ہے۔ آپ کے سر اور ٹانگوں پہ شدید زخم آئے تھے اس کے باوجود آپ کا صبر مثالی تھا۔ ہسپتال میں حاجی صابر آپ سے ملنے آئے تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (سورۃ الحشر: ۱۰)

”اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئیں، جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال، اے ہمارے رب بیشک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔“

حاجی صابر عرب مجاہدین کے ذمہ دار تھے۔ آپ روس کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔ روس کی شکست کے بعد آپ نے کشمیر کا رخ کیا۔ آزاد کشمیر کے جنگلوں میں آپ نے اپنا مرکز بنایا۔ ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ آئی ایس آئی کے کارندے آپ کے پاس آئے اور آپ سے پوچھا کہ کیا کرنے آئے ہو؟ آپ نے جواب دیا روسی بازی ہار چکے اب بھارت کی باری ہے تو آئی ایس آئی والے کہنے لگے کہ ٹھیک ہے ہم آپ کے ساتھ ہر طرح کی مدد کرنے کو تیار ہیں بس اک بات ہماری ماننی ہوگی، آپ نے پوچھا وہ کیا؟ تو کہنے لگے اسلحہ راشن ہر ضرورت ہم پوری کریں گے آپ جہاد کریں مگر امر اور پلاننگ ہماری ہوگی۔ جو ہم کہیں گے وہ کرنا ہوگا۔ تو آپ نے ان سے معذرت کی کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ آئی ایس آئی والوں نے آپ سے کہا یہ افغانستان نہیں ہے جو آپ چاہیں کرتے پھریں۔ آپ کو یہاں کام کرنے کی اجازت نہیں، آپ اپنا مرکز بند کریں۔ مجبوراً حاجی صابر رحمہ اللہ کو اپنے کشمیری بھائیوں کی نصرت سے ہاتھ روکنا پڑا اور آپ واپس خراسان آ گئے۔ واضح رہے کہ اس کے بعد اگلی بمباری انگور اڈہ میں ہوئی اور اس میں حاجی صاحب بھی شہید ہو گئے، نحسہ کذاک واللہ حبیبہ۔

ڈاکٹر ابو خالد شہید نے پاکستان لے جانے کا مشورہ دیا۔ آپ کا کہنا تھا کہ سی ٹی اسکین کی ضرورت ہے جس کی یہاں سہولت میسر نہیں۔ آپ کو پاکستان بھیجا گیا۔ بنوں میں ایک مشہور ڈاکٹر کے پاس آپ کو لے جایا گیا تو اس نے اپنے فرائض سے خیانت کرتے ہوئے آپ کا علاج کرنے سے

انکار کر دیا۔ پھر آپ کو پشاور ہسپتال لے جایا گیا جہاں آپ کم و بیش ۱۰ دن تک زیرِ علاج رہے۔ ۱۱ رمضان المبارک ۱۴۳۹ ہجری بمطابق ۱۱ ستمبر ۲۰۰۸ بروز جمعرات کو رات ۱۱ بجے زخمِ دل جیت کر نقد جاں ہار گئے۔ آپ اپنے لہو سے یہ گواہی دے گئے کہ توحید کی حاکمیت اور رسالت کا نفاذ خونِ مانگتا ہے۔ چودہ صدیاں پیچھے ہٹ کر سب سے آگے جانا ہے تو خون کے دریا کو پار کرنا ہوگا۔ وہ دریا جو ہمارے اور ان کے خون سے بنے گا۔ شریعت کی بہاریں دیکھنی ہیں تو بیٹوں اور بھائیوں کو میدانِ جہاد میں لاڈالنا ہوگا، ہنستے ہنستے گھروں سے اٹھ کر میدان میں آنا ہوگا۔

یقیناً کچھ اللہ کے پیارے ایسے ہوتے ہیں جنہیں اللہ پاک کر کے اپنے پاس بلاتا ہے اور کچھ کو شہادت سے نوازتا ہے ہی پاک کر دیتا ہے جیسا کہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے کہ شہید کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے، بس یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی شہادت کو قبول فرمائیں، آمین۔

حافظ عثمان شہید

عثمان بھائی کا تعلق پاکستان کے صوبہ سرحد کے ضلع دیر کے ایک علمی و ادبی و جہادی گھرانے سے تھا آپ کے والد محترم یوسف صاحب عالم ربانی تھے انہیں اللہ پاک نے روس کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ شروع کرنے کی سعادت نصیب فرمائی۔ آپ کے والد محترم الساقون و الاولون میں سے تھے۔ روس کے خلاف جہاد میں آپ کے والد محترم و جاحد و اباموالکم و انفسکم پہ عمل کرتے ہوئے شریک جہاد رہے۔ آپ کا گھر اس دور میں مجاہدین کے مرکز کا منظر پیش کرتا۔ بیسیوں مجاہدین آتے، بیسیوں افغانستان جاتے، ان سب کا کھانا رہنا سہنا و دیگر ضروریات آپ کے ذمہ ہوتیں۔ ان میں اکثر ایسے مجاہدین بھی آتے جو مالی طور پر بہت کمزور ہوتے تو آپ کے والد محترم اپنے ذاتی مال سے ان کی ضروریات پوری کر کے انہیں داخل (افغانستان) پہنچانے کا انتظام کرتے۔ غرض یہ کہ آپ کا پورا گھرانہ ہی کسی نہ کسی طرح شریک جہاد رہا۔ اللہ پاک آپ تمام لوگوں کی اس سعی کو قبول فرمائیں اور آپ کے درجات بلند فرمائیں آمین۔

عثمان بھائی کا اصل نام الیاس تھا۔ آپ حافظ قرآن تھے۔ جذبہ جہاد اور شوق شہادت آپ کو اپنے گھر سے ورثے میں ملا تھا۔ آپ اخلاص و صدق و وفا کے پیکر تھے۔ قربانی، ایثار، صبر و استقامت، ہمت و شجاعت آپ کی بہترین صفات تھیں۔ آپ اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے والے تھے۔ اپنے دامن کو لغو و لالچنی کاموں اور باتوں سے ایسے بچاتے جیسے کہ کوئی عام انسان خاردار جھاڑیوں یا کانٹوں سے اپنا دامن بچاتا ہے۔ ہر وقت ذکر و اذکار تلاوت قرآن پاک میں مصروف رہتے۔ آپ پابندی سے تہجد کا اہتمام کرتے۔ بارہا آپ کو اندھیری رات میں اپنے رب سے آواز دہرائی کرتے ہوئے دیکھ۔ ایہ ایک ایسا وقت ہوتا ہے جب فرشتے پہلے آسمان پہ آکر منادی کرتے ہیں کہ کوئی اللہ سے مانگنے والا کہ اللہ اسے عطا کرے، ہے کوئی اللہ سے مغفرت طلب کرنے والا کہ اللہ اسے معاف کرے، ہے کوئی اللہ کی طرف آنے والا کہ اللہ اس کی

طرف بڑھے؟ میرے عثمان بھائی ہر رات رو رو کر اس رب رحمان سے اس کی مغفرت اور رحمت کے ساتھ شہادت طلب کیا کرتے تھے۔ میدان جہاد میں رہنے والے جانتے ہیں کہ دن بھر کی مصروفیت کے بعد رات کو جاگنا اور اپنے رب کو ماننا اتنا سہل نہیں، رب رحمان اپنے ایسے پاکیزہ بندوں کی آواز سنی ہی، انہیں عطا کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے عثمان بھائی کی فریاد بھی سنی۔ ان پہ نظر رحمت کی اور انہیں شہادت جیسے اعلیٰ و ارفع اعزاز سے نوازا۔ اگست ۲۰۰۸ جنوبی وزیرستان کے صدر مقام وانا سے چند کلومیٹر دور زری نور میں مجاہدین کے مرکز پر ڈرون حملہ ہوا جس میں اللہ کے چھ پیارے بندے، مولانا سعید اللہ، شفیق بھائی، حیدر بھائی، عبدالصبور بھائی، عبداللہ بھائی اور عثمان بھائی زخم دل جیت کر رب کے مہمان بن گئے۔ یہ سبھی گوہر نایاب تھے، نحسبہم کذا لک واللہ حسبہ۔

ہم نے رسم محبت کو زندہ کیا زخم دل جیت کے نقد جان ہار کر
ہم سے بزم شہادت کو رونق ملی جانے کتنی تمناؤں کو مار کر
قید جاں سے گزرنے لگے جس سے، عقل کہنے لگی اک ذرا سوچ لے
اس کی رحمت میں پہنچے تو دل بول اٹھا، تو نے جو کچھ کیا اس کو دس بار کر

عموماً مجاہدین صرف کھانا پکانے کو خدمت شمار کرتے ہیں لیکن خدمت کے صحیح معنی راقم نے صرف عثمان بھائی میں دیکھے۔ مرکز کی صفائی ہو یا کھانا پکانا ہو آنا گوندھنا ہو یا مرکز کے تعمیراتی کام ہوں، ساتھیوں کے کپڑے دھونے ہوں یا بازار سے سودا سلف لانا ہو، عثمان بھائی ہر کام میں پیش پیش رہتے بلکہ ہر کام خود کرتے۔ بھائی انتہائی پھرتیلے اور تیز تھے۔ ہر کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ ان کے ہوتے ہوئے کسی اور کو کام کرنے کا موقع نہ ملتا اور اگر کوئی بھائی ان سے پہلے پہنچ کر کام کرنے لگتا تو انتہائی پیار سے اور غیر محسوس انداز میں اس سے کام اپنے ہاتھ میں لے لیتے۔ ایک مرتبہ اسی مرکز میں جس میں عثمان بھائی شہید ہوئے ان کے ساتھ کچھ دن رہنے کا موقع ملا۔ راقم فجر کی نماز اور اذکار سے فارغ ہو کر باورچی خانے گیا تاکہ ناشتے کی تیاری کی جاسکے تو فوراً عثمان بھائی آئے اور باتوں باتوں میں سارا کام مجھ سے لے لیا۔ جب مجھے احساس ہوا تو میں نے پوچھا، بھیا! یہ جگہ تو میری تھی؟ آپ مسکرا کر کہنے لگے، جی! یہ آپ کی جگہ تھی مگر اب میری ہے۔ میں عرض کیا کہ میں تو پراٹھے بنانا چاہتا ہوں۔ کہنے لگے کہ میں آپ کو ایشلے کھلاؤں گا۔ میں بہت حیران ہوا کہ یار عجیب بھائی ہیں، مجھ سے کام بھی لے لیا اور اب کمک کرنے کا کہہ رہا ہوں تو کہہ رہے ہیں کہ آپ بس بیٹھ کر مجھ سے باتیں کریں۔ واللہ ان جیسا جذبہ خدمت بہت کم بھائیوں میں دیکھنے کو ملا ہے۔ ایک دن کی بات ہے کہ میں اپنے کپڑے دھونے میں مصروف تھا تو میرے پاس آئے اور کہنے لگے فاروق بھائی (استاد احمد فاروق شہید) بلارہے ہیں۔ میں کپڑے ادھورے چھوڑ کر گیا۔ تقریباً گھنٹہ بھر بعد واپسی ہوئی تو دیکھا میرے کپڑے پاک صاف کر کے سوکھنے کے لیے رسی پہ لٹکائے گئے ہیں۔ پوچھنے پہ معلوم ہوا کہ موصوف سارا

کام کر چکے ہیں۔ اللہ انہیں بہترین اجر سے نوازیں آمین۔ یہ وہی عثمان بھائی ہیں جن کا ذکر استاد جی اپنی ایک ویڈیو میں بھی کرتے ہیں۔

عثمان بھائی بے شمار خوبیوں کے مالک تھے بہادری میں اپنی مثال آپ تھے۔ ۲۰۰۸ میں مجاہدین اسلحے بارود سے بھری گاڑی لے کر وانا سے انگور اڈہ جا رہے تھے کہ راستے میں پاکستان آرمی کے کیپ کے پاس گاڑی پکچر ہو گئی۔ گاڑی وہیں روک کر دو بھائی اس کا ناز کھول کر بنانے کے لیے گئے جب کہ دو مجاہدین گاڑی کے پاس رک گئے۔ تھوڑی دیر میں دو فوجی آئے اور گاڑی کے پاس کھڑے عثمان بھائی اور عبداللہ بھائی کو سلام کیا اور کہنے لگے کہ یہاں اسلحے کی اجازت نہیں ہے تو عثمان بھائی بولے تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو فوجی کہنے لگا کہ ہم آرمی کے لوگ ہیں، تو عثمان بھائی نے کہا کون سی آرمی؟ فوجی کہنے لگا، ہم پاکستان آرمی کے لوگ ہیں۔ س یہ سن کر عثمان بھائی نے دونوں کو غصے سے کہا کہ تم شیطان کی آرمی کے لوگ ہو اور ہم اللہ کی آرمی کے لوگ، اللہ کے سپاہی ہیں۔ یہ سن کر فوجی اپنا سامنہ لے کر واپس چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد دو پشتون فوجی آئے اور عثمان بھائی سے پشتو میں وہی باتیں کیں تو ان پشتون فوجیوں کو عثمان بھائی نے ٹھیک سے سنائیں کہ تم بے غیرت ہو، پشتون قوم کی پہچان تو ایمان اور قرآن ہے مگر تم نے اپنا ایمان بیچ کر غلامی کو پسند کیا، تمہیں شرم نہیں آتی کہ اس فوج کا تم حصہ ہو جس نے لال مسجد و جامعہ حفصہ میں ہماری بہنوں اور بھائیوں کو شہید کیا، قبائل میں بے گناہ عوام کا خون کیا! واللہ فوجیوں میں جواب دینے کی ہمت نہ رہی اور اپنا سامنہ لے کر واپس چلے گئے۔

الحمد للہ یہ ایک مجاہد کی شان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس قدر خوف طاری کیا اس بزدل ظالم فوج پہ جو نتہ عوام، ضعیف خواتین، کمزور بوڑھوں اور معصوم بچوں پہ بے دھڑک چڑھ دوڑتی ہے، انہیں شہید کرنے اور ان پہ مظالم ڈھانے سے ذرا نہیں ہچکچاتی۔ اپنی چھاؤنی سے قریب ہوتے ہوئے اور پانچ چھ سو کی تعداد ہوتے ہوئے بھی ان کی یہ ہمت نہ ہوئی کہ یہ مجاہدین کو کچھ کہہ سکیں۔

عثمان بھائی اپنے کردار و عمل سے ہمیں یہ پیغام دے گئے ہیں کہ مجاہد کی شان اشداء علی الکفار رحماء بینہم میں ہے۔ ایک مجاہد کو کافر کے لیے شدید ہی ہونا چاہیے۔ ہر مسلمان کے ایمان کا تقاضہ یہی ہے کہ وہ کفار سے کسی بھی طرح کا تعاون نہ کرے اور نہ ہی ان لوگوں سے تعاون کرے جو یہود و نصاریٰ سے دوستیاں کرتے ہیں اور ان کے دشمن کو اپنا دشمن اور ان کے دوست کو اپنا دوست قرار دیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کافر مان ہے:

”اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ، یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور تم میں سے جو شخص ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہی جیسا ہو گا۔ بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا“ (سورۃ المائدہ: ۵۱)

(باقی صفحہ نمبر 88 پر)

تم اُن کی گردنیں مارو...

جمع و ترتیب: سعود میمن



عالمی جہاد کے گرم محاذوں؛ الجزائر، تونس، مالی، نائیجر، برکینا فاسو، صومالیہ، کینیا، شام، یمن، متحدہ عرب امارات وغیرہ میں عالمی جہادی تنظیموں (القاعدہ مغرب اسلامی، جماعت نصرۃ الاسلام والمسلمین، حرکت الشباب المجاہدین، حراس الدین، تنظیم قاعدۃ الجہاد فی جزیرۃ العرب) کی عالمی کفری نظام (امریکہ، برطانیہ، فرانس اور ان کے اتحادیوں) کے خلاف ہونے والی جنگی کارروائیوں کی ماہانہ رپورٹ برائے: دسمبر ۲۰۲۲ء

۲ دسمبر

یمن

◀ یمن، المحفد علاقے میں مائن حملے سے متحدہ عرب امارات کے ۵ قاتل ہلاک وزخمی کیے گئے اور عسکری سامان نذر آتش کو آگ لگ گئی۔

صومالیہ

◀ جنوب مغربی صومالیہ کی ریاست بای میں بیدو کے نواحی قصبے دینونی میں کیے جانے والے بڑے حملے میں ۲۵ فوجی ہلاک اور ۳۳ زخمی ہوئے جس میں افسر بھی شامل ہیں۔ یہاں سے درجنوں مشین گنیں بھی حاصل ہوئی ہیں۔ حرکت الشباب کے مجاہدین آج دوسرے دن بھی دینونی قصبے کا کنٹرول سنبھالے ہوئے ہیں۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست بنادیر اور بای میں دارالحکومت موغادیشو کی ہر اوے اور دثلی ضلع اور بیدو شہر میں افریقی افواج اور سرکاری ملیشیا کے عسکری ٹھکانوں پر حملہ کیا گیا جس کے بعد افواج اور ملیشیا کے اہلکاروں کے ہلاک اور زخمی ہونے کی اطلاعات موصول ہوئیں۔

۳ دسمبر

صومالیہ

◀ صومالیہ، دارالحکومت موغادیشو کے ہر اوے ضلع میں "سواس" نامی چوک پر صومالی حکومت کی جانب سے، بلعد شہر پر تعینات میسر "قاسم فردق" کی کارکوبم دھماکے سے نشانہ بنایا گیا جس میں وہ فوجی لیکن اُس کے متعدد گارڈ ہلاک اور زخمی ہوئے۔

◀ وسطی صومالیہ، ریاست ہیران کے مکری شہر کے نواحی علاقے "ہواجدید" میں سرکاری ملیشیا کے عسکری قافلے پر گھات لگا کر حملہ کیا گیا اور انہیں جانی اور مالی نقصان پہنچا کر بھاگ جانے پر

یکم دسمبر

صومالیہ

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست شیبلی الوسطی کے علاقہ نور دوغلی میں ملیشیا کے عسکری اڈے پر کیے جانے والے ایک بڑے حملے میں سرکاری ملیشیا کے ۲۰ افراد ہلاک کیے گئے اور ۲۵ زخمی کیے گئے جن میں دیگر افسروں سمیت ملیشیا کا ایک نمایاں رہنما بھی شامل ہے۔ ایک سرکاری ٹرک جس پر دیشکا (روسی ساختہ مشین گن) نصب تھی اور دیگر ہتھیار تباہ کیے گئے اور پیکا، آر پی جی لانچر اور دیگر ہتھیار غنیمت کیے گئے۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست شیبلی الوسطی اور بای میں "جوغودو-بری" نامی قصبے اور افجونی کے نواحی علاقے بیدو اور زابد میں سرکاری ملیشیا کے دو ٹھکانوں پر دو حملے کیے گئے۔

◀ جنوب مغربی صومالیہ، ریاست بای میں بیدو کے نواحی قصبے دینونی میں ملیشیا کے عسکری اڈے پر کیے جانے والے ایک بڑے حملے میں سرکاری ملیشیا کے ۱۳۱ افراد ہلاک اور زخمی ہوئے جن میں افسر بھی شامل ہیں۔ حملے میں درجنوں مشین گنیں حاصل ہوئیں۔ دینونی میں کیے جانے والے حملے میں ملیشیا کی مدد کے لیے آنے والوں پر بھی حملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں ملیشیا کے مزید افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔

◀ صومالیہ، جنوب میں عسکری اڈوں پر کیے جانے والے دو حملوں میں سرکاری ملیشیا کے ۷۶ افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔

مالی

◀ مالی، ٹمبکٹو اور بیر نامی شہروں کے درمیان اقوام متحدہ کی مقرر کردہ افواج کو نشانہ بنایا گیا جس میں دشمن کے ۳ فوجی ہلاک ہوئے۔

مجبور کر دیا گیا۔ جس علاقے میں یہ گھات لگائی گئی تھی وہ حرکت الشباب کے ابطال کے کنٹرول میں رہا۔

◀ صومالیہ، دارالحکومت موناڈیشو کی نئی ضلع میں کیے جانے والے دو بم دھماکوں میں صومالی حکومت کا تعینات افسر "ایلیکو برانس" زخمی ہوا، سرکاری ملیشیا کے ۳۰ زخمی ہلاک ہوئے اور دو سرکاری صدر دفاتر اور ایک کار بھی تباہ ہوئی۔

◀ جنوبی صومالیہ کی ریاست ارض جوہا اور شبیلی السفلی میں جنابی شہر، قصبہ کلیبو اور کسمایوک نواحی علاقے "لبراس" میں بھی ایسے ہی حملے کر کے دشمن کو نقصان پہنچایا گیا۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی میں قریبی کے نواح میں لگائی جانے والی گھات میں سرکاری ملیشیا کے دو افراد ہلاک کیے گئے اور ایک عدد کلاشنکوف اور دیگر عسکری سازوسامان غنیمت لے لیا گیا۔

کینیا

◀ شمال مشرقی کینیا، مندری اکاؤنٹی میں کینیائی افواج اور سرکاری ملیشیا کے عسکری ٹھکانوں پر حملے کیے گئے۔

۲۴ دسمبر

صومالیہ

◀ دارالحکومت موناڈیشو کے مدینہ اور دارالسلام علاقوں میں کی جانی والی دو کاروائیوں میں سرکاری ملیشیا کے دو افراد کو جہنم واصل کیا گیا۔

◀ جنوب مغربی صومالیہ، ریاست بای کے دنسور شہر میں کیے جانے والے ایک دھماکے میں سرکاری ملیشیا کا "محمد خیر" نامی ایک افسر زخمی ہوا۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی کے جنابی شہر میں سرکاری ملیشیا کے ایک عسکری اڈے پر حملہ کیا گیا، جس کے بعد ملیشیا کے نقصان کی اطلاعات موصول ہوئیں۔

۵ دسمبر

صومالیہ

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی کے "جہی" نامی علاقے میں جو کہ "علی غدود" سے ۱۰ کلومیٹر کی دوری پر ہے، دھماکہ خیز مواد سے کیے جانے والے حملے میں امریکہ سے تربیت یافتہ "دنا ب" نامی صومالی افواج خاص کے ۵ فوجی ہلاک ہوئے ہیں جن میں "مرسل عیسیٰ نامی کپتان

اور "ناصر" نامی بارودی ماہر بھی شامل ہے، دیگر ۵ فوجی زخمی بھی ہوئے ہیں۔ جس عسکری گاڑی میں یہ لوگ سوار تھے، وہ تباہ ہوئی۔

◀ صومالیہ، دارالحکومت موناڈیشو کے ایلیشا اور تردیشی علاقے میں دو دھماکوں میں نشانہ بنائے جانے پر سرکاری ملیشیا کے دو افراد ہلاک اور تیسرا زخمی ہوئے۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست ارض جوہا میں کسمایوک نواحی علاقے "لبجیرس" کے نزدیک گھات لگا کر کیے جانے والے حملے میں سرکاری ملیشیا کا ایک رکن ہلاک اور دوسرا زخمی ہوئے۔

کینیا

◀ شمال مشرقی کینیا کی غریبا کاؤنٹی میں یانہس کے قریب لگائی گئی گھات میں عسکری گاڑی تباہ ہوئی اور کینیائی افواج کے متعدد فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

۶ دسمبر

صومالیہ

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی کے قصبے "علی جدود" کے نواحی علاقے الفرقان پر حملہ کیا گیا، حرکت الشباب کے ابطال نے سرکاری ملیشیا کے نقصان اٹھانے اور وہاں سے فرار ہو جانے پر علاقے کا کنٹرول سنبھال لیا۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی کے شہر "آدم بیال" میں صومالی افواج خاص اور سرکاری ملیشیا کی ایک مجلس کو طاقتور بم سے نشانہ بنایا گیا، وہاں سے افواج اور ملیشیا کے ہلاک اور زخمی ہونے کی اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔

◀ شمال مشرقی صومالیہ، ریاست بری میں بوصاصو شہر کے نواحی علاقے جلملا میں ارض پنت کی ملیشیا کے عسکری اڈے پر ۲۰ مارٹر گولے برسائے گئے اور دشمن کو جانی اور مالی نقصان پہنچایا گیا۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست شبیلی السفلی اور ارض جوہا میں "کلم" ۶۰ کے علاقے، زابد نامی قصبے اور انجونی شہر کے نواحی علاقے مُردلی اور تاپتو نامی قصبے میں یوگنڈا، کینیا اور سرکاری ملیشیا کے عسکری اڈوں پر حملے کیے گئے جن کے نتیجے میں فوج اور ملیشیا کے افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔

۸ دسمبر

◀ وسطی صومالیہ، ریاست ہیران میں بلدوین شہر سے ۲۵ کلومیٹر کی دوری پر واقع "برہانی" قصبے کا کنٹرول لے لیا گیا۔ قصبے میں واقع سرکاری ملیشیا کے عسکری اڈے پر حملے کے بعد کنٹرول سنبھالا گیا، حملے کے نتیجے میں بھاری نقصان اٹھانے کے بعد ملیشیا بلدوین شہر کی جانب فرار ہو گئی۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست شیبلی الوسطی میں علی حدود نامی قصبے کی بیرونی سرحدوں پر گھات لگا کر کیے جانے والے حملے میں صومالی افواج خاص کے ۶ فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے جن میں ۳ افسر بھی شامل ہیں۔ یہ افسر درج ذیل ہیں:

افسر "الحجیق" جو جارجار افواج کی اوّل بٹالین کا انٹیلیجنس انچارج تھا، افسر "برجال" جو اوّل بٹالین کا ڈپٹی کمانڈر تھا اور افسر "محمد جلیل" جو اوّل بٹالین کی ایک کمپنی کا کمانڈر تھا۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست ارضِ جوبا میں کسمایو کے نواحی علاقے میں دھماکہ خیز مواد استعمال کرتے ہوئے امریکہ سے تربیت یافتہ صومالی افواج خاص کی عسکری گاڑی تباہ کی گئی جس میں سوار تمام فوجی ہلاک یا زخمی ہوئے۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست ارضِ جوبا، شیبلی السفلی، اور بنادیر میں دارالحکومت موغادیشو کی ہر اوے ضلع، انجونی شہر، لتارو اور زابد ضلعوں کے نواحی علاقوں اور ہوزنجو قصبے میں سرکاری ملیشیا، یوگنڈا اور کینیائی افواج کے عسکری ٹھکانوں پر حملے کیے گئے۔

۹ دسمبر

مالی

◀ غار انامی گاؤں میں مالی کی فوج پر حملہ کیا گیا جس کے نتیجے میں دشمن کے دو فوجی ہلاک اور ایک موٹر سائیکل تباہ ہوا۔

صومالیہ

◀ جنوب مغربی صومالیہ، ریاست جدو میں لق اور دولو شہروں کو ملانے والے سڑک پر نصف رات کو کارروائی عمل میں لائی گئی جس میں جدو علاقے کی انٹیلی جنس اور سکیورٹی اتھارٹی کا چیف کمانڈر "عبدالرحمان بکل کوکی" اور اُس کا ڈپٹی "عبداللہ کنینی" ہلاک کیے گئے۔ یہ دو کمانڈر رازداری میں لق شہر سے نکلے تھے، کچھ دیر بعد انہیں ڈھونڈ کر ان کی نقل و حرکت پر تب تک قریبی نظر رکھی گئی جب تک حرکت الشبَاب کے ابطال نے انہیں نشانہ نہ بنالیا۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست بای، شیبلی السفلی اور بنادیر میں دارالحکومت موغادیشو کی ہر اوے اور دُلی ضلعوں میں، اس کے نواحی علاقے عرباؤ اور دنسور شہر میں سرکاری ملیشیا، یوگنڈا اور اتھویائی افواج کے عسکری اڈوں پر حملے کیے گئے۔

◀ وسطی صومالیہ، ریاست جلدود کے سمرب شہر میں کچھ دیر پہلے ہوائی اڈے پر جبوتی کی افواج کے عسکری اڈے کو نشانہ بنایا گیا۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست شیبلی السفلی کے جلوبین علاقے میں سرکاری ملیشیا کی عسکری چیک پوائنٹ کو بم دھماکے سے نشانہ بنایا گیا جس میں سرکاری ملیشیا کے ۳ ارکان ہلاک اور زخمی ہوئے۔

۱۰ دسمبر

صومالیہ

◀ وسطی صومالیہ، ریاست ہیران میں مھاس کے نواحی قصبے "گوؤ" میں الشبَاب کے ابطال نے سرکاری ملیشیا کے عسکری ٹھکانے پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں نقصان اٹھانے کے بعد ملیشیا کے فوجی وہاں سے بھاگ گئے، مجاہدین نے وقتی طور پر قصبے پر کنٹرول سنبھال لیا۔

◀ دارالحکومت کی دُلی ضلع میں سرکاری ملیشیا کے افسر "سلعد ایلائی" کو جہنم واصل کیا گیا۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست شیبلی الوسطی کے شہر "آدم۔ بیال" کے نزدیک کرئل "سنی عبدالی" کی عسکری گاڑی کو دھماکہ خیز مواد سے نشانہ بنایا گیا، گاڑی میں سوار تمام افراد ہلاک یا زخمی ہوئے۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست شیبلی الوسطی میں شہر "آدم۔ بیال" کے نواح میں لگائی گئی گھات میں سرکاری ملیشیا کے ۱۲ ارکان ہلاک اور دیگر ۳۷ زخمی کیے گئے۔

۱۱ دسمبر

مالی

◀ نانو اور کولومبا کے درمیان مالی فوج کی کار کو نشانہ بنایا گیا، گاڑی میں بیٹھے افراد ہلاک و زخمی ہوئے۔

صومالیہ

◀ جنوبی صومالیہ، شیبلی الوسطی کے شہر مھدے کے نواح میں گھات لگا کر کیے گئے حملے کی تازہ ترین صورتِ حال کے مطابق سرکاری ملیشیا کے مرنے والوں کی تعداد بڑھ کر ۶ ہو گئی ہے اور دیگر دوزخمی بھی ہیں۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست ارضِ جوبا میں کسمایو کے نواحی علاقے سنگگیر میں سرکاری ملیشیا کی عسکری رہائش پر حملے کیے گئے۔

۱۲ دسمبر

صومالیہ

◀ دارالحکومت موناڈیشو کی دہلی، کرن اور ہراوے ضلعوں میں عسکری قافلے، سرکاری صدر دفاتر اور عسکری چیک پوائنٹ کو ۳ دھماکوں سے نشانہ بنائے جانے کے نتیجے میں سرکاری ملیشا کے ۹ ارکان ہلاک اور زخمی ہوئے۔

◀ دارالحکومت موناڈیشو کے جنوب مغرب میں افجوتی کے نواحی قصبے زابد میں سرکاری ملیشا کے عسکری اڈے پر حملہ کیا گیا۔

◀ دارالحکومت موناڈیشو کے جنوب مغرب میں واقع شہر افجوتی میں سرکاری ملیشا کے ایک رکن کو جہنم واصل کیا گیا۔

◀ جنوب مغربی صومالیہ، ریاست بای میں بیدوا کے نواح میں کیے جانے والے دھماکے میں اتھویائی افواج کے متعدد افراد ہلاک اور زخمی کیے گئے۔

◀ دارالحکومت موناڈیشو کے یقیدیش دسٹرکٹ کے جنگل علاقے میں سرکاری ملیشا کے ایک رکن کو جہنم واصل کیا گیا۔

۱۳ دسمبر

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست بنادیر اور شیبلی السفلی میں بلومیر اور جنالی شہر میں اور عرباؤ کے نواح میں اور دارالحکومت موناڈیشو کی یقیدیش ضلع میں سرکاری ملیشا اور یوگنڈا کی افواج کے عسکری اڈوں اور عسکری رہائش پر بیک وقت کیے جانے والے حملوں میں دشمن کے ہلاک اور زخمی ہونے کی اطلاعات موصول ہوئیں۔

کینیا

◀ شمال مشرقی کینیا کی مندیر اکاؤنٹی میں رامو اور غدودی کے درمیان جانے والی سڑک پر اتوار کو لگائی جانے والی گھات میں ۸ کینیائی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے اور جس گاڑی میں وہ سوار تھے اُسے نقصان پہنچا۔

◀ شمال مشرقی کینیا، غریبا کاؤنٹی میں غریبا شہر کے نواح کو ملانے والی سڑک پر کینیائی افواج کے قافلے پر لگائی جانے والی گھات کے نتیجے میں دشمن کی عسکری گاڑی کو نقصان پہنچا اور اُس میں بیٹھے تمام افراد ہلاک یا زخمی ہوئے۔

۱۴ دسمبر

صومالیہ

◀ دارالحکومت موناڈیشو کی حدن ضلع میں سرکاری ملیشا کے ٹریننگ کیمپ کو دھماکے سے نشانہ بنایا گیا جس میں ملیشا کے ۹ رکن زخمی ہوئے۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست شیبلی الوسطی میں "علی جدود" نامی قصبے کے نواح میں حرکت الشبَاب کے ابطال نے سرکاری ملیشا کی جانب سے کیے جانے والے دو حملوں کا مقابلہ کیا اور سرکاری ملیشا کے متعدد افراد ہلاک یا زخمی کیے۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست ارض جوبا اور بکول میں ہوزنجو نامی قصبے اور واجد نامی شہر میں سرکاری ملیشا اور کینیائی افواج کے دو عسکری اڈوں پر دو حملے کیے گئے۔

۱۵ دسمبر

صومالیہ

◀ دارالحکومت موناڈیشو کی دہلی ڈائریکٹ کے صدر دفاتر کو نشانہ بنائے جانے پر صومالی حکومت کی اٹلی جنس اور سیکورٹی سروس کے اعلیٰ عہدے پر فائز افسر "عبدالصمد عبدالوہاب علی" ہلاک اور سرکاری ملیشا کے ۵ افراد زخمی ہوئے اور مارے جانے والے افسر کی کار تباہ ہوئی۔

◀ جنوبی صومالیہ، ارض جوبا میں کسمایو کے نواح میں سرکاری ملیشا کے ۱۳ افراد ہلاک کیے گئے، جس کار میں وہ جارہے تھے تباہ کی گئی اور دو کلاشکوفیں غنیمت لے لی گئیں۔

◀ دارالحکومت موناڈیشو کی علمسانہ سڑک پر سرکاری ملیشا کا ایک رکن ہلاک کیا گیا۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست ارض جوبا، شیبلی السفلی اور بنادیر میں دارالحکومت کی ہراوے ضلع، شلانو شہر، قریولی کے نواح میں، دانو کے نواحی علاقوں میں، بروای کے نواحی علاقے بورالو میں، اور ہوزنجو نامی قصبے میں سرکاری ملیشا، یوگنڈا اور کینیائی افواج کے ٹھکانوں اور بیرکوں پر حملے کر کے انہیں نقصان پہنچایا گیا۔

◀ جنوب مغربی صومالیہ، ریاست جدو کے شہر جربہاری میں مجاہدین کے اٹلی جنس یونٹ نے صومالی پولیس کے ایک جاسوس کو ہلاک کیا اور دارالحکومت موناڈیشو کی ودجار ضلع میں سرکاری ملیشا میں میجر کے عہدے پر فائز "مومن علی سعید" کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

۱۶ دسمبر

یمن

◀ وادی عمران میں متحدہ عرب امارات کے ۴ قاتلوں کو مائن حملے میں نشانہ بنا کر ہلاک کیا گیا۔

صومالیہ

◀ جنوب مغربی صومالیہ، ریاست بای میں بیدوا کے نواحی علاقے میں عسکری قافلے کو دو دھماکوں اور گھات میں نشانہ بنائے جانے پر ۱۰ تھوپائی فوجی ہلاک ہوئے جن میں ایک بارودی ماہر بھی شامل تھا، اس کے علاوہ دیگر ۴ زخمی بھی ہوئے اور جس ٹرک میں یہ افراد سوار تھے تباہ ہوئی۔

◀ جنوب مغربی صومالیہ، ریاست بای میں بیدوا کے نواحی قصبے دینوی میں سرکاری ملیشیا پر آج بروز جمعہ سرکاری ملیشیا پر بڑا حملہ کیا گیا جنہیں گزشتہ روز بروز جمعرات اتھوپائی افواج کے دھکیلا تھا۔ حملے کے بعد ملیشیا کے افراد وہاں سے فرار ہو گئے اور حرکت الشباب کے مجاہدین نے دوبارہ سے دینوی کا کنٹرول سنبھال لیا۔

◀ دارالحکومت مونغادیشو کی کھادا ضلع، اس کے نواح میں عربا و ضلع، افجی شہر اور شمال مشرقی کینیا کی مندر اکاونٹی میں لیوائی ڈسٹرک کے الونگی علاقے میں سرکاری ملیشیا، یوگنڈا اور کینیا کے ٹھکانوں، عسکری رہائش اور عسکری چیک پوائنٹوں پر حملے کیے گئے۔

۱۷ دسمبر

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست شیبلی الوسطی میں کاتھرنامی قصبے کے نواحی علاقے دارالنعیم میں حرکت الشباب المجاہدین کے ابطال نے سرکاری ملیشیا کے پے در پے حملوں میں انہیں پسپا کیا جس کے نتیجے میں سرکاری ملیشیا کے ۱۹ افراد ہلاک اور دیگر ۲۳ زخمی ہوئے اور مشین گن نصب دو گاڑیاں تباہ ہوئیں۔ حرکت الشباب کے ابطال نے ملیشیا کو وہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست ارض جوبا، شیبلی الوسطی اور بنادیر میں دارالحکومت مونغادیشو کی ہروائے، دلی اور کرن ضلعوں میں اور افجی کے نواحی قصبے زابد میں اور واجدنامی شہروں میں سرکاری ملیشیا اور اتھوپائی افواج کے اڈوں اور رہائش کو ہم دھماکوں اور حملوں میں نشانہ بنائے جانے کے نتیجے میں دشمن ہلاک اور زخمی ہوئے۔

کینیا

◀ شمال مشرقی کینیا کی مندر اکاونٹی کے فینونامی علاقے میں کینیائی افواج کے عسکری اڈے پر حملے کے نتیجے میں متعدد کینیائی فوجیوں کے ہلاک ہونے کی اطلاعات موصول ہوئیں۔

۲۱ دسمبر

یمن

◀ الم متحدہ میں متحدہ عرب امارات کے ۳ ٹارگٹ کلروں کو مائن حملے میں نشانہ بنا کر ہلاک کیا گیا ایک موٹر سائیکل بھی نذر آتش ہوا۔

صومالیہ

◀ دارالحکومت مونغادیشو کی ہراوے ضلع میں صومالی حکومت کی طرف سے تعینات اسی ضلع کے افسر "ہرسی محمد علی" کو ہلاک کیا گیا۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست شیبلی الوسطی میں قریولی کے نواحی علاقے دینو اور شلابند نامی شہر میں دو عسکری ٹھکانوں پر کیے گئے حملے میں یوگنڈا کی افواج کے متعدد افراد ہلاک اور زخمی کیے گئے۔

۲۲ دسمبر

صومالیہ

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست شیبلی الوسطی کے کاتھرنامی قصبے میں کیے جانے والے بم دھماکے میں ہر شیبلی انتظامیہ کے پولیس چیف کے ۵ محافظین زخمی اور فوجی گاڑی تباہ۔

◀ دارالحکومت مونغادیشو کی ویدو ضلع میں صومالی پارلیمانی الیکشن کمیٹی کے رکن "محمد نوریدو" کو ہلاک کیا گیا۔ دارالحکومت کی تقدیش ضلع میں تحریک کے ابطال نے سرکاری ملیشیا کی عسکری رہائش کو نشانہ بنایا۔

◀ دارالحکومت مونغادیشو کے جنوب مغرب میں واقع قصبے باریری کے نواح میں ملیشیا پر گھات لگا کر حملہ کیا گیا جس میں سرکاری ملیشیا کے ۵ افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔

کینیا

◀ شمال مشرقی کینیا، غریبا کاوئی میں غریبا اور بری شہر کے درمیان جانے والی سڑک پر گھات لگا کر کیے جانے والے حملے کے نتائج کی تازہ ترین صورت حال کے مطابق ۲ فوجی ہلاک، دو کینیائی فوجی زخمی اور دو لاپتہ ہیں اور جس عسکری گاڑی میں وہ سفر کر رہے تھے تباہ ہو چکی ہے۔

۲۳ دسمبر

مالی

◀ سواہی شہر کے قریب برکینا فاسو کی فوج پر کیے گئے حملے میں ۵ دشمن ہلاک اور مجاہدین نے ایک پیکا مشین گن، ۴ کلاشنکوفیں، گولیوں کے ۳۹ ڈبے اور دو مارٹر بم غنیمت لیے۔

صومالیہ

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست شیبلی الو سطی کے کاتھر نامی قصبے کے نواح میں ہونے والی جھڑپوں میں صومالی افواج خاص کے دو فوجی ہلاک اور دیگر ۳ زخمی ہوئے جن میں "احمد سنجاب" نامی افسر بھی شامل ہے۔

◀ دارالحکومت موغادیشو کی حدان ضلع میں سرکاری ملیشیا کی چھ ویں بٹالین کے نقل و حرکت سے متعلقہ محکمے کے میجر "احمد دری عدو" کو ہلاک کیا گیا۔

◀ دارالحکومت موغادیشو کی نواحی علاقے ایلیشا میں بم دھماکے میں نشانہ بنائے جانے پر سرکاری ملیشیا کی عسکری گاڑی تباہ ہوئی ملیشیا کے ۳ رکن ہلاک اور دیگر دو زخمی ہوئے۔ اس علاقے میں ملیشیا کی ایک اور چیک پوائنٹ کو بھی نشانہ بنایا گیا۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست شیبلی الو سطی کے شہر قریولی میں عسکری ٹھکانوں کو نشانہ بنایا گیا میں یوگنڈا کی افواج اور سرکاری ملیشیا کے متعدد افراد ہلاک اور زخمی کیے گئے۔

۲۴ دسمبر

یمن

◀ المدیا میں متحدہ عرب امارات کی ملیشیا کو دو مائن حملوں میں نشانہ بنایا گیا۔

صومالیہ

◀ موغادیشو کے جنوب مغرب میں واقع افجونی شہر میں سرکاری ملیشیا کے دو عسکری ٹھکانوں پر دو حملے کیے گئے جس کے بعد میشا کے افراد کے ہلاک اور زخمی ہونے کی اطلاعات موصول ہوئیں۔

۲۵ دسمبر

یمن

◀ متحدہ عرب امارات کی فوج کو مائن حملے میں نشانہ بنایا گیا۔

صومالیہ

◀ وسطی صومالیہ، ریاست ہیران کے شہر مکرے کے نواح میں ہونے والی جھڑپوں میں سرکاری ملیشیا کے ۵ افراد ہلاک اور دیگر افراد زخمی ہوئے۔

◀ موغادیشو کے تبیلہ علاقے میں دھماکے سے نشانہ بنائے جانے پر ایک شخص ہلاک اور سرکاری ملیشیا کا ایک شخص زخمی ہوئے۔ الشباب کے ابطال نے دارالحکومت کے کی ورد قلی اور ہولدرق ضلعوں میں دو عسکری چیک پوائنٹوں کو بم دھماکوں اور حملوں سے نشانہ بنایا۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست شیبلی الو سطی کے کاتھر قصبے کے نواح میں لگائی گئی گھات میں شیبلی الو سطی میں سرکاری ملیشیا کے ڈپٹی کمانڈر "محمد اغلہ" کو ہلاک اور ملیشیا کے ایک ساور رکن کو زخمی کیا گیا۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست شیبلی الو سطی میں جنالی اور افجونی نامی شہروں میں دھماکے اور ایک اور کاروائی میں سرکاری ملیشیا کے دو رکن ہلاک اور ایک شخص زخمی کیے گئے۔

۲۶ دسمبر

یمن

◀ مائن حملے میں متحدہ عرب امارات کا ایک فوجی زخمی۔

صومالیہ

◀ موغادیشو کے شاہس ضلع میں دھماکے سے نشانہ بنائے جانے میں دارالحکومت موغادیشو میں صومالی حکومت کا تعینات میجر "یوسف جمالی مندالی" بچ گیا، اُس کا ایک گارڈ زخمی ہوا۔

◀ دارالحکومت موغادیشو کے جنوب مغرب میں واقع افجونی شہر میں افریقی افواج اور سرکاری ملیشیا کے ۳ عسکری ٹھکانوں کو نشانہ بنایا گیا جس میں سرکاری ملیشیا کے ۶ افراد ہلاک اور زخمی ہوئے۔ اسی شہر میں ملیشیا کے ایک رکن کو جہنم واصل کیا۔

کینیا

◀ شمال مشرقی کینیا کی مندیرا اور واجر کاوئی کے گاؤں گاٹی، کٹون نامی علاقے، اور عربیا ضلع میں تحریک الشباب المجاہدین کے ابطال نے کینیائی افواج کے عسکری ٹھکانوں پر حملے کیے اور انہیں نقصان پہنچایا۔

۲۷ دسمبر

صومالیہ

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست شیبلی الو سطی کے علاقے "کلم" ۶۰ میں دھماکے خیز مواد سے نشانہ بنائے جانے پر یوگنڈا کے ۳ فوجی ہلاک، دیگر ۶ زخمی اور عسکری بکتر بند گاڑی جس میں وہ جا رہے تھے تباہ کی گئی۔

◀ وسطی صومالیہ، ریاست ہیران میں بلدوین شہر کی پولیس چوکی کو بم دھماکے میں نشانہ بنایا گیا جس کے نتیجے میں صومالی پولیس اہلکار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست ارضِ جوہا میں کسمایو کے نواحی علاقے سنگیر میں سرکاری ملیشا کی رہائش پر حملے کیے گئے۔

◀ دارالحکومت موغادیشو میں سرکاری ملیشا کی چیک پوائنٹوں اور رہائشوں پر بیک وقت ۱۰ دھماکے کیے گئے جن میں سے ۴ صدارتی محل اور حکومتی صدر دفتر کے ارد گرد تھے۔

۲۸ دسمبر

یمن

◀ المدیہ میں متحدہ عرب امارات کے دو فوجی دومان حملوں میں زخمی۔

صومالیہ

◀ دارالحکومت موغادیشو کے جنوب مغرب میں انجونی شہر میں کیے جانے والے ایک دھماکے میں صومالی افواج خاص کی ایک عسکری بکتر بند گاڑی تباہ کی گئی جس میں سوار تمام افراد ہلاک یا زخمی ہوئے۔

◀ جنوب مغربی صومالیہ، ریاست بای میں دنسور شہر کے نواح میں الشباب المجاہدین کے ابطال نے اتھویائی افواج اور سرکاری ملیشا کی جانے سے کیے گئے دو حملے پسپا کیا اور انہیں نقصان پہنچایا۔

◀ جنوب مغربی صومالیہ، ریاست بای میں بیدوا کے نواحی قصبے "جونعدود" پر الشباب المجاہدین کے ابطال نے کنٹرول سنبھال لیا۔ کنٹرول اس قصبے میں واقع ملیشا کے عسکری اڈے پر کیے جانے والے بڑے حملے کے بعد سنبھالا گیا، حملے کے نتیجے میں نقصان اٹھانے کے بعد ملیشا کے افراد بیدوا شہر کی جانب کی جانب فرار ہو گئے۔

۲۹ دسمبر

مالی

◀ برکینافاسو کی فوج کے عسکری سامان پر مائن حملہ کیا گیا۔

کینیا

◀ کینیا کی ساحلی کاؤنٹی لامو میں ویٹو اور بنجانی شہروں کے درمیان لگائی گئی گھات میں ۲ کینیائی عیسائی ہلاک اور ایک عسکری ٹرک کے علاوہ ایک کار اور دو موٹر سائیکل بھی تباہ کیے گئے۔ گھات کے دوران کینیائی افواج کی عسکری گاڑی وہاں سے گزری، الشباب کے مجاہدین نے اُس کا مقابلہ کرتے ہوئے انہیں نقصان پہنچا کر وہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔

صومالیہ

◀ جنوب مغربی صومالیہ، ریاست بای میں بیدوا کے نواحی علاقے "جونعدود-بُری" نامی قصبے میں سرکاری ملیشا کے ٹھکانے کو نشانہ بنایا گیا جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والا "کلو" نامی جانا پہچانا افسر ہلاک کیا گیا اور متعدد ہتھیار اور عسکری ساز و سامان ہاتھ آیا۔ یہاں سے ملیشا کے بھاگ جانے کے بعد الشباب کے مجاہدین نے علاقے کا کنٹرول سنبھالا۔

۳۰ دسمبر

صومالیہ

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست ارضِ جوہا میں کسمایو کے نواحی علاقے "سنگیر" میں سرکاری ملیشا کے ٹھکانے پر کیے جانے والے حملے میں ۵ افسروں سمیت سرکاری ملیشا کے ۱۳ ارکان ہلاک اور دیگر ۱۴ زخمی ہوئے اور حملے میں متعدد ہتھیار اور عسکری ساز و سامان بھی غنیمت لے لیا گیا۔

◀ جنوبی صومالیہ، ریاست ارضِ جوہا کسمایو کے نواحی علاقے برسنجونی میں ملیشا کے ٹھکانے پر کیے جانے والے حملے کی تازہ ترین اطلاعات کے مطابق سرکاری ملیشا کے ۱۹ افراد ہلاک ہوئے جن میں ۵ افسران بھی شامل ہیں اور دیگر ۱۴ زخمی ہوئے اور متعدد ہتھیار اور عسکری ساز و سامان غنیمت میں لے لیا گیا۔

◀ جنوبی صومالیہ کی ریاست شبیلی السفلی اور بای کے جنابی اور دنسور شہروں میں اتھویائی اور یوگنڈا کی افواج کے عسکری اڈوں پر دو حملے کیے گئے۔

◀ جنوب مغربی صومالیہ، ریاست جدو کے شہر لق کے نواحی علاقے ملیشا کی عسکری چیک پوائنٹ کو دھماکے سے نشانہ بنایا گیا۔

۳۱ دسمبر

کینیا

◀ شمال مشرقی کینیا، غریبا کاؤنٹی کے شہر ولمریر میں حرکت الشباب المجاہدین کے ابطال نے کینیائی افواج کے عسکری ٹھکانے کو نشانہ بنایا، تحریک کے مجاہدین سرکاری ابلاغی کمپنی "سفاری کوم" کے ساتھ ساتھ ہتھیاروں کا ایک ڈپو تباہ کرنے میں کامیاب ہوئے۔ شمال مشرقی کینیا کی مندریر کاؤنٹی کے دمسی علاقے میں تحریک کے ابطال نے کینیائی افواج کے ٹھکانوں کو بھی نشانہ بنایا۔

(باقی صفحہ نمبر 88 پر)



خدا کے بھیجے گئے پرچے اور اس کے سوالات جوابات کے ساتھ موجود ہیں بس کمی ہم میں ہی ہے جو حل شدہ پرچہ چھوڑ کر لا حاصل میرا تھن میں پڑ گئے، خواہشات نفس کی پیروی میں برباد ہو گئے۔

سات لاکھ قبیلے..... خالد محمود عباسی صاحب نے لکھا

پاکستان کی کہانی چند لاکھ قبیلوں اور پچیس کروڑی اسرائیل کے گرد گھومتی ہے۔

یہ غلام جسے موسیٰ سمجھ کر امیدیں والبتہ کر لیتے ہیں وہ ہر دفعہ سامری ثابت ہوتا ہے۔ ایک سامری کی جگہ دوسرے کی تعیناتی قبیلوں کے عیش کو برقرار رکھنے کے لیے غلاموں کا کچھ مر نکالنے کے لیے ہی ہوئی ہے۔

آزاد قوموں کے معاہدات (افغانستان چین تیل نکالنے کا معاہدہ)..... ہارون بلخی نے لکھا

قرارداد کی شرائط

- انجینئرز و مزدور افغان ہوں گے، اگر باہر سے آئیں گے تو تنخواہیں افغان مارکیٹ کے مطابق دی جائیں گی۔
- ۳۰۰۰ افغانوں کے لیے کام کا موقع فراہم کیا جائے گا۔
- تمام اخراجات اور پرسوس کا عمل افغانستان میں کیا جائیگا۔
- قرارداد ایک سال تک آزمائشی رہے گے، اگر راضی رہے، تو جاری، ورنہ لغو کی جائے گی۔

اب عاصم منیر کی باری؟؟؟؟..... مہتاب عزیز نے لکھا

کے پی کے پولیس کے اہلکار پولیس لائن دھماکے پر احتجاج کر رہے ہیں۔

اے پی ایس کے شہید بچوں کے والدین اس وقت کے آر می چیف جنرل راحیل شریف اور دیگر افسران کے خلاف ایف آئی آر کے اندراج کے لیے اب بھی سراپا احتجاج ہیں۔

اے پی ایس سانحے کے بعد فوج نے اچانک ”آپریشن ضرب عضب“ شروع کیا تھا۔ جنرل راحیل شریف کی ریٹائرمنٹ کے بعد جنرل باجوہ نے ”آپریشن رد الفساد“ کا آغاز کیا۔ ان آپریشن میں دعوے دہشت گردوں کی کمر توڑنے کے کیے گئے۔ لیکن عملاً پاکستانی معیشت کی کمر ٹوٹ گئی۔

حساب ابھی باقی ہے..... شیخ حامد کمال الدین نے لکھا

Biden: This was an attack against the civilized world

دیکھا ہے تمہارا civilized چہرا بھی.....

یہ امت اپنا بدلہ نہیں بھولتی، سب گن گن کر رکھ رہی ہے۔

کوئی زندہ قوم اپنے بڑوں کا خون نہیں بھولتی حالیہ #بیت_المقدس کارروائی..... ایک فلسطینی پوتا #خیری_عالم ۱۹۹۸ء میں صہیونی فائرین کے ہاتھوں قتل ہونے والے اپنے دادا #خیری_عالم کا بدلہ لینے میں کامیاب۔ اس کے ساتھ ۱۲ صہیونیوں کو قلمہ اجل بنا کر جام شہادت نوش کر گیا!

ایک لا حاصل میرا تھن..... فیض اللہ خان نے لکھا

زندگی کی میرا تھن میں، خواہشات کے جال میں، عارضی سکون کی تلاش میں کہیں ایمان پیچھے نہ رہ جائے۔ سائنس کیا کہتی ہے؟ دنیا ترقی کے کون سے مدارج طے کر چکی اس ہنگامے میں یہ بھول گئے کہ غیب پہ ایمان لائے تھے..... جنت دیکھی نہ جہنم، خدا دیکھا نہ فرشتے، عذاب دیکھا نہ ثواب کا بدلہ، مقصد حیات اس کی عبادت تھی، توحید کا پیغام آگے پہنچانا تھا۔ مگر ہم اسلام کو مغرب کی عینک سے دیکھنے لگے۔ سائنس کے زاویوں پہ پرکھنے لگے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی جستجو نہ تبا کر دیا ہے۔ آدمیت، احترام، غم گساری، مادیت کے فریب میں مبتلا ہے عجب فسوس ہے۔ سحر نے سب کو جکڑ رکھا ہے، حقوق خدا کے یاد رہے نہ بندگان خدا کے۔ دنیا پانے کی حسرت دلوں میں ٹیس بن کر ابھرتی ہے ایسے میں وہ ابدی صدا سنائی دیتی ہے کہ کامیاب درحقیقت وہ ہے جو آتش دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل کر دیا گیا یا پھر تم ہرگز نیکی تک نہیں پہنچ سکتے جب تک قیمتی ترین چیز قربان نہ کر دو۔ خواہشات کے حصار میں گھرے لوگ اور ان کی دنیا میں موجود نظریاتی انسان کتنے قیمتی ہوتے ہیں اور پھر ان میں سے جسے خدا نے اپنے کام کے لیے چن لیا اس کی خوش بختی پہ سوائے رشک کے کچھ نہیں کیا جاسکتا، ہجرت کا یہ دلکش سفر نصیب سے ہی نصیب ہوتا ہے.....

اصحاب کھف تا اذود، سیکھنے سمجھنے کے لیے بہت کچھ ہے مگر دنیا کہاں چھوڑتی ہے اس دن کی تیاری کے لیے جہاں کا بلاوا کب کیسے کہاں آجائے؟ علم نہیں۔

واقعی کامیاب وہ ہے جو آتش دوزخ سے بچا لیا گیا اور بے شک انسان خسارے میں ہے سوائے ان کے جو ایمان لائے حق کی تلقین و صبر کی تاکید کرتے رہے۔

آج ایک ملک ڈیفالٹ کے دہانے پر کھڑا ہے، متوسط طبقے کے پاکستانی کے لیے جینا عذاب بن چکا ہے۔

دوسری جانب پرویز مشرف، پرویز کiani، راحیل شریف اور قمر جاوید باجوہ ادوار کے سارے کے سارے جنرل کرنل آج کروڑوں اربوں کھربوں کے مالک ہیں۔

اب پشاور پولیس لائن مسجد کے بعد ایک بار پھر فوجی آپریشن کی بازگشت سنائی دے رہی ہے۔ لیکن کے پی کے پولیس کے اہلکار دہشت گردی کے خلاف احتجاج میں وہ نعرے لگا رہے ہیں جن کے بارے میں ”آئی ایس پی آر“ بتاتا تھا کہ انہیں لگانے والے ”را“ کے فنڈ ڈائیٹ ہوتے ہیں۔

پھر ریاستی رٹ چیلنج ہو جائے گی..... اسماعیل بھڑا نے لکھا

کل اگر نقیب اللہ محمود کی برادری ہندو اٹھا کر راؤ کا سینہ اس کے ساتھیوں سمیت چھلنی کر دے، تب ریاست کی غیرت جاگ جائے گی۔ لفافے انہیں دہشت گرد کہیں گے۔ مراٹھی میڈیا کو ظلم کی ایک داستان مل جائے گی۔ تبھرے اور ٹاک شو ہوں گے۔ ”قانون ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے تھا، عدالتی فیصلے کا احترام کرنا چاہیے تھا“ کے راگ الاپنے لگیں گے۔

جملہ بازی..... حافظ طیب نے لکھا

معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ

پاکستان نور ہے اور نہ خدا کے رازوں میں سے کوئی راز ہے۔ یہ لا قانونیت، بد انتظامی، کرپشن، منہ زور اداروں، بیروزگاری اور بھک مری کے عذابوں میں مبتلا دنیا کا ایک خطہ ہے۔ ہماری بربادی میں ان روحانی پیشین گوئیوں اور جملہ بازیوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

خیمے صرف دو ہیں اور بالکل واضح ہیں..... ابوسفیان المغربی نے لکھا

سیکولرزم ہر دین کا احترام کرتا ہے سوائے اسلام کے،

ہر رائے کو آزادی دیتا ہے سوائے فتوے کے،

ہر لباس کا احترام کرتا ہے سوائے پردے کے،

اور ہر تعلق کا احترام کرتا ہے سوائے ایک سے زائد شادی کے جائز تعلق کے!

سرزمین ہمسایہ ممالک کے خلاف استعمال نہ ہو..... ڈاکٹر سید محمد اقبال نے لکھا

روزانہ تقریباً دس مرتبہ یہ مطالبہ سن رہا ہوں کہ طالبان اپنی سرزمین ہمسایہ ممالک کے خلاف استعمال نہ کرنے کو یقینی بنائیں۔

اگر طالبان پاکستان سے یہ سوال کرے کہ تم نے بیس سال تک اپنی زمین اور ہوائی اڈے کس منطق اور اصول کے تحت امریکہ کے ہاتھوں ہمارے خلاف استعمال کر کے ہمارے لوگوں کو شہید اور شہروں کو تاراج کروایا اور کس قانون اور استثنیٰ کے تحت ہمارے سفیر کو ننگا کر کے امریکہ کے حوالے کیا تو پاکستان اس سوال کا کیا جواب دے گا.....؟

اگر ہم چاہیں تو..... عابدی مکھنوی نے لکھا

ہم نے مشرقی پاکستان کو الگ کیا، وہ ترقی کر گیا۔ اس طرح تھوڑا تھوڑا کر کے ہم پورے پاکستان کو ترقی دے سکتے ہیں۔

سچیلے جواں..... محمد طلال نے لکھا

ملک معاشی تباہی کے دہانے پر پہنچ گیا ہے۔ مارکیٹیں خالی پڑی ہیں لوگ اسٹریٹ کرائم کا نشانہ بن رہے ہیں۔ لیکن ہمارے ملک کے کچھ بہادر سپوت جامعہ حفصہ کی بہنوں کو ستانے، اذیت دینے میں مشغول ہیں.....!

لیکن طالبان کا اس مغرب زدہ نظام تعلیم پر پابندی لگانا زیادتی تھی!!!

انصار عباسی نے لکھا

تشدد کرنے والی لڑکیوں کی زبان کی گندگی دیکھیں یا ان پر منشیات کے استعمال کا الزام، جو اس واقعے کا سبب بنا۔ یہ اس گلے سڑے تعلیمی نظام کی خرابیوں کی چند نشانیاں ہیں جو ہماری نسلوں کو بربادی کی طرف دھکیل رہی ہیں۔ ہمارے اکثر انگریزی میڈیم اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کا بچوں کو ماڈرن (مغرب زدہ) بنانے اور ماڈرن دکھانے پر سارا زور ہے جبکہ تربیت اور کردار سازی کی کوئی اہمیت ہی نہیں رہی۔

☆☆☆☆☆

2023

نیا سال پرانے دکھ (وسیم حجازی)

آنکھوں نے مسرت سے کہا سال نیا ہے
دل چیخ کے بولا کہ نیا اس میں کیا ہے

محرومِ عدل اب بھی ہے قاضی کی عدالت
مظلومِ شہر آج بھی بے دست و نوا ہے

بگڑا ہے زمیں ساری پہ طاقت کا توازن
ہر ایک سے بندہ خدا کانپ رہا ہے

پہلے کی طرح آج بھی حق گوئی پہ برہم
حاکم کے تو لہجے میں نرا زہر گھلا ہے

مصروفِ جدل رب سے نبی ﷺ سے ہے معیشت
قانونِ وطن اب کے بھی پابندِ ربا ہے

منزل سے بتدریج ہوا دور مسافر
تعلیم و ترقی نئی الحاد نما ہے

اس بار بھی دستار سبھی کتنے سروں پر
سر ڈھونڈ جو باطل کے مقابل میں اٹھا ہے

جلتے ہیں دیے اپنی ہی کٹیواؤں میں لاکھوں
اک آدھ دیا ہے جو سرِ راہ جلا ہے

مشکل ہے عجب، ربِ براہیمؑ مدد کر
اب، شیخِ صنم خانے کے پہرے پہ کھڑا ہے

لگ جائے نہ دامن پہ کہیں داغِ بغاوت
ہر شخص غلامی پہ رضامند ہوا ہے

”جہاد فی سبیل اللہ چند شخصیات، تنظیموں اور اقوام سے مشروط نہیں، نہ یہ ان تک محدود کسی مسئلے کا نام ہے۔ یہ تو حق و باطل کا وہ ازلی معرکہ ہے جو اس وقت تک جاری رہے گا جب تک اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس دنیا کی بساط لپیٹ نہ دیں۔ ملا محمد عمر اور شیخ اسامہ بن لادن تو بس لشکر اسلام کے دو سپاہی ہیں..... جب کہ اسلام اللہ کا دین ہے..... وہ دین جسے اس نے اپنے رسولوں اور اہل ایمان بندوں کے لیے پسند کر لیا..... اللہ تعالیٰ ملا محمد عمر اور شیخ اسامہ سے پہلے بھی اپنے دین کی حفاظت کرتا تھا..... ان کی زندگی میں بھی اسی نے اس دین کا دفاع کیا اور ان کے بعد بھی وہ ہی اس دین کا نگہبان ہوگا!“

حکیم الامت فضیلہ شیخ

ابو محمد ایمن الغواہری